علیم صبا نویدی
کی
نعتیہ شاعری

مرتبین

ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید
ڈاکٹر کرامت علی کرامت
ڈاکٹر انور مینائی
ڈاکٹر راحت سلطانہ

زیرِ اہتمام

سراج زیبائی
ڈاکٹر جاویدہ حبیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علیم صبا نویدی

کی

نعتیہ شاعری

مرتبین

ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید

ڈاکٹر کرامت علی کرامت

ڈاکٹر انور مینائی

ڈاکٹر راحت سلطانہ

زیرِ اہتمام

سراج زیبائی

ڈاکٹر جاویدہ حبیب

کتاب کا نام

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری

موضوع

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری پر مضامین

تعداد

786

ھدیہ

Rs. 500/-

سن اشاعت

فبروری 2018

مرتبین

ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید

ڈاکٹر کرامت علی کرامت

ڈاکٹر انور مینائی

ڈاکٹر راحت سلطانہ

زیر اهتمام

سراج زیبائی　　ڈاکٹر جاویدہ حبیب

Printers:

Aleem Saba Naveedi
266, Triplicane High Road,
2nd Floor, Flat No. 16,
Rice Mandy Street,
Chenna-600 005.
Cell: 9840361399

Dr. Jaweeda Habeeb
Urdu Lucturer
Academy of Islamic Reserch, SIET,
310, Bharthidasan Road, Teynampet,
Chenna-600 018.
Cell: 9884337214

تاثرات

نعتِ نبیؐ میں نئی جہتیں

بابِ خوشبوئے نور آفریں

باب خوشبوئے عرشِ بریں

باب خوشبوئے فکر آگیں

علیم صبانویدی کی نعتوں میں پرُ نور وسعتیں

ایس۔ سجاد بخاری

نائب چیرمن ٹمل ناڈو اسٹیٹ اردو اکاڈمی چنائی 9

جناب علیم صبانویدی سے ویسے برسوں سے میری پہچان ہے۔ شروع سے ہی موصوف سے میرے گہرے مراسم رہے ہیں۔ آپ کے اخلاق نہایت وسیع ہیں اور آپ حد درجہ حساس، خلیق، ملنسار اور دردمند واقع ہوئے ہیں۔ ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی سے ملنا آپ کا معمول رہا ہے۔ ایثار و کرم، مہر و محبت، غم خواری اور یگانگت کے پیکر ہیں۔ اپنے عزیزوں سے میل ملاپ کا جو جذبہ میں نے موصوف میں دیکھا وہ کم لوگوں میں پایا۔ آپ کی ذکاوت اور فطری شگفتگی اخلاقی قدروں میں چاشنی پیدا کر دیتی ہے۔ آپ نے اعلیٰ انسان دوستی و رواداری کی بدولت مثال قائم کی ہے۔ آپ نے اپنے یار دوستوں کو جتنی محبتیں دیں ان کے عوض میں آپ کو صرف عداوتیں اور بغض و عناد ہی ملے ہیں۔ لیکن موصوف ان کی پرواہ کئے بغیر خلوص اور بھائی چارگی کی خوشبوئیں بکھیرتے چلے گئے۔ آپ کی یہی ادا ہے جو آپ کو اوروں میں ممتاز رکھتی ہے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو انسان دوستی کی عظمت کو دوبالا کرتے ہیں۔ آپ نے حق گوئی و بیباکی کو ہمیشہ اپنا شعار سمجھا اور جب بھی لکھا خوب ڈٹ کے لکھا اور آستیں چڑھا کے لکھا اور اتنی ہی حسد کی چنگاریاں بھڑکیں۔

جناب علیم کی پرورش و پرداخت اور تہذیب و تربیت علمی ماحول میں ہوئی اور کئی بزرگان دین اور اکابرینِ ادب کی فیض بخش ہم نشینی و ہم کلامی میسر ہوئی۔ موصوف کے اس مرصع شعر سے آپ کی ادبی زندگی کے آغاز کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ فرماتے ہیں ۔

سوچوں کی چاندرات میں لفظوں کے درمیاں　　اوراق کی ہتھیلی پہ پیدا ہوا تھا میں

لہذا تعلیمی زمانے سے ہی آپ کو ادبی ذوق رہا اور عملی زندگی میں یہ شوق پروان چڑھا۔ ذوقِ شعری اور فطری رجحان کے سہارے جادۂ شعر و سخن میں آگے بڑھتے ہوئے آپ نے حضرت دانش فرازی کے آگے زانوئے ادب تہ کیا اور باقاعدہ مشورۂ سخن کیا۔ آپ نے اپنی تخلیقی ذکاوت کو تمام معاشرے کی بھلائی کے لیے وقف کر دیا۔ ویسے شاعر اور سماج کا رشتہ مربوط ہوتا ہے۔ وہ معاشرے سے متعلق ہو کر تگ و دو کرتا ہے۔ آپ کی شاعری میں ہمیں عالمانہ وقار کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ لفظوں کی چاشنی اور لہجوں کی کوملتا کانوں میں رس گھول دیتی ہے ۔ آپ نے خود کہا ہے ۔

کیوں لوگ چومنے لگے لفظوں کی انگلیاں　　تحریر اس کے ہاتھ کی کیا میٹھی ہوگئی

علیم صبانویدی صاحب کی مجموعی شاعری کو پڑھ کر ہر ایک کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس شاعر کو شعر کی بھرپور دسترس حاصل ہے۔ آپ کی زود گوئی کا وہ عالم ہے کہ دن میں کئی کئی غزلیں بآسانی کہہ لیتے ہیں۔ آپ کو شعری نزاکتوں کا احساس ہے۔ آپ فنی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے شاعری کرتے ہیں۔ شعر کی صورت میں آپ کی باتیں عام قاری کو متاثر کرنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ جبھی تو سینکڑوں اکابرینِ ادب نے آپ کے کلام پر کھل کر تحسین آفریں کلمات لکھے ہیں۔ کئے رسالوں اور جریدوں نے آپ پر گوشے شائع کئے ہیں، جو موصوف کی شناخت کا وسیلہ ہیں۔ جو رہتی دنیا تک علیم صاحب کے ہونے کا پتہ دیتے رہیں گے۔ آپکی بے شمار کتابوں کی متواتر اشاعت نے ادبی دنیا کو چونکا دیا ہے۔ آپ کی کئی نظمیں اسکولوں اور کالجوں کے تعلیمی نصاب میں شامل ہیں۔ ان دنوں آپ کی شخصیت اور شاعری اردو حلقوں میں موضوعِ گفتگو بنی ہوئی ہے۔

جناب علیم کی شاعری کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ آپ اکثر نئی زمینوں میں غزلیں کہتے ہیں۔ اور خوبی یہ ہے کہ وہ سبھی غزلیں تخلیقیت سے پُر فنی لذتیں لیے ہوتی ہیں۔ فن میں ندرت اور شاعری میں پیکر کی جدت اور تازگی دیکھی جاتی ہے۔ خیالات کی نزاکت کے ساتھ نوع بہ نوع ڈکشن کے نئے نئے اظہار کے علاوہ افکار کی رعنائی سے ایک خاص قسم کی فضا پیدا ہو جاتی ہے جو ذہنی آسودگی عطا کرتی ہے۔

آیئے ہم یہاں علیم صاحب کی نعتیہ شاعری کی بابت بات کرتے ہیں۔ اب تک آپ کی نعتیہ شاعری کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ 'ن' کے علاوہ 'مراۃ النور'، 'نور السموات' (نعتیہ سانیٹ) اور 'نورِ اعظم'۔ آپ نے نعتوں کے علاوہ حمدِ باری تعالیٰ بھی لکھی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے کلام میں صوفیانہ رنگ کی کارفرمائی بھی خاصی حد تک ملتی ہے۔

قرآنِ حکیم کی مشہور آیت ہے۔ اللہ نور السموات والارض یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ پھر رب العزت کا ارشادِ گرامی ہے۔ لقد جاءکم من اللہ نُور و کتاب مبین اور تحقیق کہ تم میں اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ مفسرین نے اس آیت میں نور سے اللہ کے پیارے حبیب رسولِ محمد صلعم کی ذاتِ پاک سے مراد لی ہے۔ حضرت علیم نے اپنے مختلف شعروں میں اسی نور کو یوں برجستہ استعمال کیا۔

نورِ احمد جلوہ افگن ہے یہاں — دو جہاں کا حسن روشن ہے یہاں
ان کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے — نکہت و نور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے
سرکارِ کائنات سے دنیا میں نور ہے — ہر دل میں روشنی ہے تمنا میں نور ہے
دستِ نبیؐ سے پھول ملے یا خوشی کا نور — دامن بچھا دیا ہے صبا نے حیات کا

شہرِ مدینہ سارے عالم پر فوقیت کا حامل ہے۔ جس نے شہرِ مدینہ کی سرزمین کو چوما، اس نے تقدس کے تاج کو چوما۔ آپ نے شہرِ مدینہ کی عظمتوں کو اپنی نعتیہ شاعری میں مختلف زاویوں سے اُجاگر کیا ہے۔

جسم ہندوستاں کی نذر ہوا — آنکھ پہنچی مری مدینے میں

علیم صاحب رسالت مآبؐ کی خدمتِ اقدس میں اپنی عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرتے ہیں۔

آپؐ کی یادِ مبارک سے ہے سینہ بھرپور — آپؐ کی ذات نے سکھلایا ہے جینا بھرپور
کیسا اٹوٹ آپؐ سے رشتہ ہے چاہ کا — روشن نصیب ہو گیا اپنی نگاہ کا
شہنشاہِ کون و مکاںؐ ہر طرف — منور زمیں آسماں ہر طرف

حضورِ اکرمؐ کی سیرت نگاری کو بھی آپ نے موثر طریقے سے پیش کیا ہے۔ ہر شعر حبِ رسولؐ سے سرشار ہے جو آپ کے دل کی پکار ہے۔ نعت گوئی یقیناً ایک دقیق فن ہے۔ اس فن کے پُل سے گذرنا پل صراط سے گذرنے کے مصداق ہے۔ پوری احتیاط و متانت کے ساتھ عشقِ نبیؐ میں سرشار ہو کر شعر کہنا پڑتا ہے۔ نعتیہ شاعری کے لیے ایک سچے عاشقِ رسولؐ ہونے کی ضرورت ہے۔ جبھی تو علامہ اقبالؒ نے عشقِ نبیؐ میں ڈوب کر یہ شعر کہا تھا۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس — صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

آپ کی شاعری کے لہجے میں پنہاں تاثر نعتوں کی وقعت اور اہمیت کا تعین کرتا ہے۔ چوں کہ آپ کے

نزدیک احترام فن ہے اور آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں بھی نئے لب و لہجے کو برقرار رکھا ہے۔ لہٰذا وہی ندرت وتازگی آپ کے نعتیہ کلام میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ کہتے ہیں

نقشِ قدم سے آپؐ کے ظلمت تباہ ہے — ہر سمت اطمینان کی آماجگاہ ہے
آنکھوں میں جب سے جلوۂ خیرالانام ہے — ناکام زندگی کا سفر بھی تمام ہے
پھول پتوں کو تلاوت کی مہک دے کے صبا — جو کرے ذکرِ محمدؐ وہ شجر افضل ہے

حضرتِ علیم کی نعتیہ شاعری سے متاثر ہو کر ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید فرماتے ہیں:

"علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری عقیدت کے بلند میناروں سے پاکیزگی کے اعلیٰ حدود کو چھوتی ہے"۔

آپ میں ادبی اقدار کو برتنے کا بھرپور سلیقہ ہے۔ آقائے دوجہاںؐ کے ذکر سے ہر وقت شاعر کا دل ضوفشاں رہتا ہے تو وہ مکرّر اپنے پیارے نبی کی مدحت میں یوں نغمہ سرائی کرتا ہے۔

وہ تو موجود تھا ہر شئے میں ہر اک ذرّے میں — آپؐ کی ذات سے اللہ کا عرفان ہوا
سرکارِ کائناتؐ مرے گھر میں آئیے — سویا ہوا نصیب ہے میرا جگائیے

آپ رموزِ شعر وسخن سے آشنا اور نعت گوئی کے آداب سے واقف ہیں۔ جبھی تو حضرت ناوک حمزہ پوری نے موصوف کی توصیف میں یوں فرمایا تھا:

"نعت گوئی کی طرف علیم صبا کی فطری مناسبت نے امیرؔ مینائی سے ان کی مماثلت کی طرف مجھے مائل کیا"۔

نعت گوئی میں شاعر کو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبے کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا سی بھی لغزش بے حرمتی وتوہین کا باعث بن جائے گی۔ عقیدت واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورے ہوش وحواس کے ساتھ آپ نے محتاط طور پر نعتیہ شاعری کی ہے۔

آخر میں پروفیسر نجم الہدیٰ صاحب کی اس عبارت کو پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ "علیم صاحب نے جس منبعِ فیض سے رشتہ جوڑ لیا ہے وہی اس کی ضامن ہے کہ ان کی شہرت ابھی اور عالمِ شعر وادب میں پھیلے گی"۔

فن نعت گوئی
ایک جائزہ

علیم صبا نویدی

حضور پُرنور ﷺ کی ذات اقدس اس ساری کائنات میں بعد خدا سب سے بذرگ اور سب سے زیادہ قابل ستائش ہے اور آپؐ کے اسم مبارک میں جس سے آپ بہت زیادہ معروف ہیں اس کے معنی ہی سب سے زیادہ ''حمد کئے گئے'' یا ''سراہے گئے'' ہیں۔ آپ کی زندگی طیبہ کا ایک ایک گوشہ ایسا ہے جب کہ آپ کو ابھارے رکھنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ساری باتیں پہلے ہی سے طے کر رکھیں جب کہ آپ کو مبعوث ہونے میں ایک بڑے زمانے کو بیتنا تھا۔ اس بزرگ ترین ہستی کائنات کی مداحی کا کام سب سے پہلے حق تعالیٰ نے ادا کیا اور آپ کے اسمائے گرامی کو طے کر رکھا۔ حق تعالیٰ نے آپؐ کے تعلق سے جو باتیں ہونی تھیں اور جو باتیں اس کے سوا کسی کے علم میں نہیں تھیں ان کے مطابق زمانوں میں انبیاء مبعوث کئے جو آپ کی آمد کی تمہید کہے جاسکتے ہیں۔

حضورؐ پر جو کلام نازل کیا گیا وہ حضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ قرآن پاک کی زبان دنیا کی تمام زبانوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھی اور حضورؐ کی زبان عرب کے سب فصیح ترین ادباء سے افضل ترین تھی۔ آپؐ کے کلام میں اور قرآن شریف کے کلام میں بڑا فرق ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ چلتا ہے کہ قرآن شریف حضورؐ پر نازل کیا گیا اور حضورؐ کی زبان پر ایسے محفوظ رہا کہ اس کا حرف حرف بالترتیب آپ کو یاد رہا۔ یہ حافظہ حضورؐ کے علاوہ کسی کو نصیب نہ ہوا۔

اس کی تعریف میں بندوں کے پاس کوئی زبان نہیں ہے مگر حضورؐ کے شیداؤں نے حضورؐ کی جیسی بھی تعریف و تحمید بیان کی ہے وہ بندوں کی بساط بھر بات تھی اور حضورؐ ہی کے دور میں شعراء نے آپ کی شان میں شعراء نے آپ کی شان میں شعر کہے ہیں اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی تعریف کو اپنے لئے لازم قرار دیا۔ جاہلیت کے دور میں جو شاعری تھی

وہ بڑی ہی فصیح تھی۔ امراءالقیس حضور کی بعثت سے چالیس سال پیشتر باحیات تھا۔ حضورؐ نے اس کو شاعروں کا سرتاج کہا مگر چونکہ اس نے جہالت کے زمانے کو دیکھا تھا اس لئے حضورؐ نے اس کے بارے میں یہ بھی کہا کہ وہ جہنمی شعراء کا سپہ سالار بھی ہے۔ حضورؐ نے شاعری کو پسند فرمایا گویا اس میں جو مواد ہے اس کے مطابق شاعروں کو دو زمروں میں بانٹ دیا جیسا کہ قرآن شریف نے بھی ان کی تقسیم بندی کی قرآن شریف نے یہ کہا ہے۔ ''الشعراء یتبعون الغاؤن یقولون مالا تفعلون '' اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ''تلامیذ الرحمٰن'' بھی ہیں۔ حضور کو بنو عبس کے مشہور شاعر عنترہ کا ایک شعر سنایا گیا جس کا مفہوم ہے۔ ''میں نے بہت سی راتیں محنت و مشقت میں بسر کی ہیں تا کہ کسی عرب کی تعریف نے میرے دل میں اس کا شوق ملاقات نہیں پیدا کیا۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اس شعر کے لکھنے والے کو میرا دل بے اختیار چاہتا ہے۔ حضورؐ کی اس مدحت عنترہ سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حضورؐ نے شاعری کو پسند فرمایا ہے۔ بالخصوص اس شاعری کو جس میں موزونیت و برجستگی ہو! جو واقعیت کی آئینہ دار ہو! جو کذب و مبالغہ سے بری ہو۔ حضورؐ کے خاندان میں بھی شعر وسخن کا چرچا تھا آپؐ کے چچا ابو طالب اور حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ حضرت علیؓ وغیرہم نے بھی شعر کہے ہیں۔ حضرت علیؓ کا ایک پورا دیوان تھا۔ ان کے علاوہ لبید بن ربیعہؓ، زبیر بن ابی سلمیٰؓ، عباس بن مرداسؓ، متمم بن نویرہؓ، حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ اور ابن زیدیؓ وغیرہم اپنی شاعری کے لئے بہت ممتاز و مشہور تھے۔ ان میں نعت گو شعراء کی حیثیت سے ابوبکرؓ وعمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ، اور حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ، ابن زیدیؓ وغیرہم اپنی شاعری کے لئے بہت ممتاز و مشہور تھے۔ ان میں نعت گو شعراء کی حیثیت سے ابوبکرؓ وعمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ، اور حسان بن ثابت کے نامہائے گرامی لئے جاسکتے ہیں۔ حضرت کعب بن زبیر کا ''قصیدہ بانت سواد'' سن کر حضورؐ نے ان کی تعریف کی تھی۔ یہ لوگ صرف اپنے قول ہی کے سچے نہیں تھے بلکہ اعلیٰ کردار کے بھی مالک تھے اور ان میں حضورؐ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی اور ان کی نعتیں دل کی گہرائیوں سے ادا ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی فرطِ محبت سے وہ بے قابو ہو جاتے تھے تو حضورؐ انہیں روک دیتے تھے۔ واقعات بدر سے متاثر ہو کر مدینہ کی لڑکیاں جب دف بجاتے ہوئے اشعار گاتی تھیں۔ تو ان کے ایک مصرعہ پر حضورؐ نے انہیں ٹوک دیا جس کے ایک مصرعہ کا مفہوم یہ تھا۔ ''ہم میں ایسے نبیؐ ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں'' تو حضورؐ نے کہا کہ وہ اس کو چھوڑ کر باقی ترانہ گا سکتی ہیں۔ حضورؐ سے جابر بن سمیرہؓ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر باقی ترانہ گا سکتی ہیں۔ حضورؐ سے جابر بن سمیرہؓ نے بیان کیا کہ وہ ایک سو سے زیادہ مجالس شعراء میں شریک ہو چکے تھے جن میں جاہلیت کے واقعات بھی ہوتے تھے۔ امیہ بن صلت ایک پر گو شاعر تھا اور اس کا کلام سن کر حضورؐ

نعتیہ قصیدوں میں اپنا ہنر دکھایا ہے۔ یہ قصیدے اردو کی باضابطہ نعتیہ شاعری کے نمونے کہے جاسکتے ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری میں ہمیں بہت ہی مشہور غزل گو شعراء ملتے ہیں جن کی میری و سالاری میر تقی میرؔ کے حصہ میں آئی تھی۔ میرؔ نے غزلوں میں اپنا سکہ بٹھا دیا تھا انہوں نے غزل ہی کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں۔ مگر اس صدی کے نصف عرصے تک شمال میں نعت گوئی کو پوری طرح باضابطہ طریقے سے نہیں برتا گیا۔ شعراء کے دواوین میں چیدہ چیدہ شعر ہی نعتیہ ڈھنگ کے ہوتے تھے۔ میر تقی میرؔ کے علاوہ، اسمٰعیل شہید دہلوی نے مثنوی میں، کرامت علی شہیدی نے اور مومن دہلوی نے قصائد میں نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ اس صدی کے اختتام میں غالبؔ نے بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ تبرکاً ہی سہی شعراء نعتیہ اشعار کو اپنے دیوان میں شامل کر لیتے تھے۔ یہ نمونے پوری طرح فنی نمونے ثابت ہوتے ہیں اور نعت گوئی کو مستقل فن کی حیثیت عطا کرنے میں یہ نمونے کام آئے اور نعت گوئی نے آگے چل کر ایک فنی حیثیت حاصل کر لی۔ اس ضمن میں ہم مولانا کفایت علی کافیؔ مرادآبادی اور مولانا غلام امام شہید کے نام سب سے پہلے لے سکتے ہیں۔ انہوں نے آنے والے نعت گو شعراء کے لئے ایک فضا سازگار کی ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں مضمون آفرینی، دل آویز طرز بیان اور غنائیت اور جمالیت کے پہلو اجاگر ہوئے۔ اسی دور میں ہمیں ایک اور اہم نعت گو شاعر کا نام یقینی طور پر لینا چاہئے اور وہ ہیں حافظ لطف علی خاں لطف بریلوی۔ غزل میں نعت گوئی کی روایت کو سب سے پہلے برتنے والے شاعر کی حیثیت سے ان کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اس دور کے تسلسل میں ہمیں پھر دو اہم ترین نعت گو شعراء کی حیثیت سے لینے ہیں کیوں کہ ان سے ایک نئے دور اور ایک نئی روایت کا آغاز ہوتا ہے وہ ہیں امیرؔ مینائی اور محسنؔ کاکوروی۔ ان کے باعث نعت گوئی کا فن اپنے کمال کو پہنچ گیا اور اردو شاعری کو ان سے بڑا وقار حاصل ہوا۔ امیرؔ مینائی نے نعت گوئی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی مگر محسنؔ کاکوروی نے نعت گوئی کی طرف زیادہ دھیان دیا اور بڑی حد تک اسی صنف سے تمام عمر لگے رہے۔

امیرؔ مینائی ایک مذہبی اور صوفی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے نعتیہ شاعری میں دلچسپی دکھائی تھی تو اس کی اہم وجہ ان کی ذہنی تربیت تھی اور اہل عرفان کو حضورؐ سے صحیح معنوں میں احترام اور عقیدت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کا صنف نعت سے فطری لگاؤ بھی تھا اور طبیعت بھی اس کے لئے سازگار پائی تھی۔ سن ۱۸۵۷ء میں وہ آشوب انگیز ہنگاموں سے پریشان ہوکر جب کاکوری میں پناہ گزین ہوئے تو ان کی ملاقات محسن کاکوروی سے ہوئی اور دونوں کے مزاج میں جو مماثلت تھی اس کے باعث وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور امیر مینائی پر محسن کاکوروی کا گہرا اثر پڑا جس کی وجہ سے

نے کہا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے موڑ پر آ گیا تھا۔ (مگر اس نے یہ نصیبہ نہیں پایا) حضرت حسان بن ثابتؓ کو حضورؐ نے منبر پر بٹھا کر ان کے قصائد سنے تھے۔ آپؐ نے حضرت کعب مالکؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے گذارش کی کہ وہ دشمنان اسلام کے ہجو یہ اشعار کا جواب اشعار میں دیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔''

آج کل ایک زمرہ ایسا ہے جو نعت گوئی کو مستحسن نہیں سمجھتا اور اس کے خلاف اول فول بکتا ہے۔ حضورؐ نے شاعری کو بھی سراہا اور قصائد اور نعتوں کو بھی پسند فرمایا۔ سیرت نبی کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شاعری کے تعلق سے حضورؐ کا کیا قیاس تھا اور آپؐ کیسی شاعری پسند کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کو منبر پر بٹھا کر جو کلام سنا تھا وہ یقینی طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ ہی سے وابستہ تھا۔ حمد و سلام و نعت حضور کو پسند تھے۔

اردو نعت گوئی پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ فن عربی و فارسی کی وساطت سے اردو میں رائج ہوا۔ عربوں سے اہل فارس نے استفادہ کیا اور ان دونوں زبانوں سے اردو کا گہرا ربط ہونے کے باعث نعت گوئی کا چلن عام ہوا۔ اردو میں نعت گوئی اس وقت سے ہے جب کہ اردو میں شاعری کی بنا پڑی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں نعت گو شعراء موجود رہے ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ کوئی ایسا اردو شاعر نہیں گذرا ہے جس نے نعت نہ کہی ہو۔

گیارھویں صدی ہجری اردو شاعری کی باقاعدہ شروعات کی صدی تھی اور اس میں پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ تھا۔ اس نے نعت کی ایک مستقل ہیئت متعین کی۔ یوں تو نویں صدی ہجری میں بھی بعض صوفی شعراء کے کلام میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں مگر باقاعدہ نعت گوئی نہیں تھی۔ خوبؔ محمد چشتی کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جنھوں نے مثنوی ''خوب ترنگ'' لکھی تھی۔ مگر محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں بہت سی غزلیں نعتیہ کلام کی حامل تھیں اور دیگر غزلوں میں بھی نعتیہ اشعار اور مقطعے ملتے ہیں۔ ملاّ وجہی، ابن نشاطی، نصرتی وغیرہ نے نعتیہ مثنویاں تحریر کی ہیں۔ اسی دور میں منظوم سیرت نگاری کا بھی آغاز ہوا۔

بارھویں صدی ہجری میں ولی دکنی نے شاعری میں نئی روایات کا آغاز جو کیا تو پوری اردو دنیا اس کے زیر اثر آ گئی اور ولیؔ دکنی کا دور دور تک شہرہ ہوا۔ ولیؔ دکنی نے نعتیہ غزلیں، قصیدے، نعتیہ رباعیاں، نعتیہ مخمس اور مستزاد کہہ کر ایک عالم کو متاثر کیا۔ اسی دور میں قاضی محمد بحری اور سید محمد فراقیؔ کے نامہائے گرامی ملتے ہیں جو زندگی بھر نعتیں ہی کہتے رہے۔ اسی صدی میں مرزا محمد سوداؔ کا نام آتا ہے۔ جنھوں نے دکن کے باہر اپنا سکہ جمایا تھا اور پورا شمالی ہندوستان سے گونج رہا تھا۔ ولیؔ سے سوداؔ تک آتے آتے اردو شاعری کی زبان ہی میں نہیں بلکہ اردو شاعری میں بھی کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سوداؔ نے

امیر مینائی نے نعت گوئی میں مزید دلچسپی لی اور ان کی غزلوں میں بھی اکثر نعتیہ اشعار آ جاتے تھے۔ محسن کاکوروی کو بچپن ہی سے شعر گوئی میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب محسن کی عمر ابھی ۹ سال ہی کی تھی خواب میں زیارت رسول اکرمؐ سے مشرف ہوئے۔ پھر کیا تھا عشقِ رسولؐ سے ان کا دل بھر گیا اور نعتیہ اشعار کہنے لگے تھے۔ آپ کا کلام ''کلیات محسن'' کے نام سے شائع ہوا، جس میں تمام تر کلام نعتیہ تھا۔ ان میں قصیدے، مثنویاں، مسدس، رباعیاں اور غزلیں تھیں اور یہ سارا کلام نعتیہ تھا۔ موصوف کا قصیدۂ لامیہ ''مدیح المرسلین'' بہت مشہور ہوا۔ ان میں بے مثال اشعار ملتے ہیں۔ ان اشعار سے اردو میں نعتیہ شاعری کو ایک نئی راہ ملی۔ زبان و اظہار اور احترام و ایثار میں پوری عُلویت ملتی ہیں۔ ان میں پاکیزگی کی فضا اور والہانہ اور عاشقانہ وارفتگی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ محسن کاکوروی تک نعتوں کی صنف نے جو سفر کیا وہ اس موڑ پر آ کر پوری طرح ادب عالیہ کا آئینہ بن گئی۔ محسن کے دور میں اور محسن کے باعث نعت گوئی حصولِ سعادت اور تسکینِ دل کا ذریعہ بن گئی اور اس دور کے شعراء کو محسن کاکوروی نے نعت گوئی کا بہترین اسلوب سکھایا اور یہاں سے اردو صنف نعت صالح و سالم سفر پر رواں دواں ہوگئی۔

محسن کاکوروی کے بعد جب جدید شاعری کا چلن شروع ہوا تو ہمیں مولانا حالؔی، مولانا شبلؔی، نظم طباطبائی، مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبالؔ جیسے بزرگ شعراء کی بھرپور جماعت ملتی ہے۔ اس جماعت نے پرانی روش اور قدیم انداز سے ہٹ کر نعت گوئی میں ذکر و سوانح رسول کا رواج عام کیا حالؔی کی مسدس ''مد و جزر اسلام'' عرضِ حال بجناب سرورِ کائنات'' شبلی کی منظوم ''سیرت النبیؐ''، نظم طباطبائی کے قصائد ''ذکر بعثت و فتح مکہ'' ''قصیدۂ معراج'' ہجرت، غزوۂ بدر، قصیدۂ احزاب، خیبر اور حنین وغیرہ تخلیقات پڑھنے کو ملتی ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں کی نعتوں نے ہندوستان میں ایک دھوم مچا دی اور یہ نعت جس کا آغاز ''وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں'' تھا ملک کے بچے بچے کی زبان پر رائج ہوگیا۔ ظفر علی خاں میں جذبات کی فراوانی تھی اور نعتوں میں جذبہ کو سمو کر لوگوں کو محظوظ کرتے تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبالؔ کی شخصیت سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے اور جن کی شاعری اظہار و بیان اور ادبی شان کے باعث ادب عالیہ میں جگہ پا گئی اور اقبالؔ کی اس شاعری کا صلہ یہ ملا کہ ملک بھر میں اقبال شناسی ایک روش خاص و عام ہوگئی۔ اقبالؔ نے حضور پُر نورﷺ سے والہانہ تعلق کو اپنے انداز میں یوں بیان کیا۔

کافر ہندی ہوں میں دیکھ مرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰۃ و درود

ان کی نعتیہ نظم ''ذوق وشوق'' اردو نعت گوئی کا گویا نقطۂ عروج ہے۔

نعتیہ شاعری کے اس دور سے متصل ہی ہمیں بہت سے نعت گو شعراء ملتے ہیں مثلاً مولانا احمد رضا خان بریلوی (جن کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' تین جلدوں میں ہے) اقبال سہیل (نعتیہ دیوان ارمغانِ حرم) سیماب اکبر آبادی (نعتیہ مجموعہ ''سازِ حجاز'') امجد حیدر آبادی (نعتیہ رباعیات) بہزاد لکھنوی (نعتیہ مجموعے ''نغمۂ نور'' کیف وسرور'' چراغ نور'' نعت حضورؐ '' اور ثنائے حبیبؐ) حمید صدیقی (مجموعہ ''گلبانگ حرم'' دبستان حرم'') ضیاء القادری (نعتیہ مجموعہ ''تجلیاتِ نعت) ماہر القادری (مجموعۂ کلام ''ذکر جمیل''، ''نغمات ماہرؔ اور'' فردوس'' میں نعتیہ کلام) شفیق جونپوری (مجموعہ کلام ''سفینہ'' فانوس'' اور'' حرمین'' میں نعتیہ کلام) حفیظ جالندھری (''شاہنامہ اسلام'' میں نعتیہ مضامین والے بند) وغیرہ۔ ان تمام کے ہاں بالالتزام اور کہیں نعتوں کی چیدہ چیدہ نظمیں بڑی ہی وقیع کوششیں ہیں۔ ان سب کے ہاں نعت کے فن کو اپنی اپنی شاعرانہ صلاحیتوں اور سب سے بڑھ کر حضور کی ذات اقدس سے والہانہ شفقت ومحبت کے باعث جو جلا ملی ہے وہ کسی بھی طرح فن نعت گوئی کے ذکر میں نظر انداز کرنے والی بات ہرگز نہیں ہے۔ سبھوں نے یکسوئی سے اس فن کے فروغ میں اپنے طور پر جو کردار نبھانا تھا نبھایا۔ ان عظیم شعراء کے علاوہ بھی بہت سے شعراء ہیں جنہیں نظر انداز ہی نہیں کیا جا سکتا مثلاً بیدم شاہ وارثی شیرانی، احسان دانش، شورش کاشمیری، مولانا عبدالباری آسی، شاکر ناظمی، آسی ترپاتوری، معینی اجمیری کے نام بھی فن نعت گوئی میں بہت وقیع ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد بھی ہند و پاک کے شعراء میں نعت گوئی کا رجحان عام رہا اور شاید ہی کوئی بدنصیب شاعر ہوگا جس نے اس طرف دھیان نہ دیا ہو۔ ہم اس ضمن میں شمالی ہند میں نشور واحدی، عامر عثمانی، عروج قادری، حفیظ بنارسی، عمیق حنفی، کلیم عاجز، حفیظ مرٹھی، وحید اشرف، قمر سنبھلی، سیفی سرونجی، بیکل اتساہی، ساجد صدیقی، والی آسی، طلحہ رضوی برق، طفیل احمد مدنی، اور جنوبی ہند میں فدوی باقوی، راہی فدائی، حافظ باقوی، دانش فرازی، مختار بدری، جمیل الدین قادری، علیم صبا نویدی، محمد علی اثر، اسد ثنائی، عاجز ترچناپلی، نواب شبیر حیا، مرغوب ترچناپلی، آمر کلیمی، نادر ترپاتوری، ابوالبیان حماد، حکیم یعقوب اسلم وغیرہم کو کسی طرح بھول نہیں سکتے۔

خصوصی طور پر ابوالمجاہد زاہد، افسر بھوپالی، قمر سنبھلی، عزیز بگھروی، رؤف خیر، مسعود جاوید ہاشمی، علیم صبا نویدی، راہی فدائی وغیرہم ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے بے شمار نعتیں کہیں ہیں اور جو باحیات ہیں اور بھی اب نعتیں کہہ رہے ہیں۔

تمام اصنافِ سخن میں نعتیں کہی گئیں اور کہی جارہی ہیں۔ قصیدہ نگاری میں بھی نعتیہ مضامین کو سمویا گیا ہے۔ اس ضمن میں پاکستانی دور کے قصیدہ نگاروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان میں عبدالعزیز خالد، جعفر طاہر، حافظ مظہر الدین،

خالد احمد، عبداللہ قادر، حافظ محمد افضل فقیر، حافظ لدھیانوی، قمر اینالوی، غلام رسول از ہر، علیم ناصری، سرور سہار نپوری، خالد بزمی، اور نظیر لدھیانوی کے نام لئے جاسکتے ہیں، مثنوی نویسوں میں سید منیر علی جعفر، ملک منظر حسین منظور، سید یزدانی جالندھری کی نمائندگی ہوئی ہے۔ مسدس میں جوش کے بعد محشر رسول نگری، احسان دانش، صہبا اختر، سیف زلفی، قیصر بارہوی، انور مسعود، رحمان کیانی اور آسی ضیائی کے نام قابل ذکر ہیں۔

گیت کے ڈھنگ میں بھی نعتیہ کلام سامنے آیا ہے۔ اس میں خصوصی طور پر مظفر وارثی، فراز حامدی، عنبر بہرائچی، ابراہیم اشک بیکل اتساہی اور حسنی سرور کے نام لیتے ہیں۔ پابند نظموں کے طرز کے لئے کرم یدری جلیل عالی جیسے شعراء کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ مضمون سیرت میں مولانا اماتی پلی کنڈوی، فدوی باقوی، دانش فرازی، راجہ عبداللہ خان نیاز کے نام لے سکتے ہیں۔ تظمین کے انداز میں نعتیہ کلام کہنے والے شعراء میں منور بدایونی، اختر الحامدی، عبدالمجید سالک، شورش کاشمیری، ناصر کاظمی، بشر حسین ناظم اور ناصر زیدی وغیرہم کی نمائندگی ہوتی ہے۔ آزاد نظم کے اسلوب میں نعتیہ تجربہ کرنے والوں میں مختار صدیقی، عبدالعزیز خالد، عارف عبدالمتین، جیلانی کامران، ادا جعفری، نعیم صدیقی، ظہور نظر، امین راحت چغتائی، اظہر نفیس، محسن احسان، امجد اسلام امجد قمر ہاشمی، رشید قیصرانی، پروین شاکر، صائمہ خیری، ناہید قاسمی، تحسین فراقی، جعفر بلوچ اور الطاف قریشی کے نام بالخصوص لے گئے ہیں۔ اور نثری نظم میں نعت لکھنے والوں میں علیم صبا نویدی کا نام سرفہرست ہے۔ ان سب میں ایک ہیئت جو سبھوں نے پسند کی ہے وہ ہے غزل کی ہیئت اور اس میں سارے اردو شعراء شریک ہیں۔ کسی کا نام ترک کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اس طرح نعت گوئی اردو کی ایک اہم ترین صنف ہے جو رہتی دنیا تک جاری رہیگی اور اس کو کبھی زوال آ ہی نہیں سکتا اور آنا بھی نہیں چاہئے۔ یہی امید ہے کہ قدرت خود اسکی محافظ رہے گی۔

نعت نبیؐ اور علیم صبا نویدی

ڈاکٹر جاویدہ حبیب

فنِ نعت نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت سید وحید الحسن ہاشمی نے نعت کے تعلق سے ایک بیان دیا ہے کہ ''جن اشعار سے حضورِ اکرمؐ کے کسی قول یا کسی عمل کی خوشبو آئے اسے نعتِ شریف کہتے ہیں''۔ موصوف نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ '' باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار ''اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے بارے میں جو کچھ کہو سب جائز و موزوں اور حضورِ اکرمؐ کے متعلق کوئی ایسی بات شعر میں نہ آنے پائے جو فقہ اور شریعت سے متصادم ہو۔ کیا فقہ اور شریعت کا اطلاق ذاتِ احدیت پر نہیں ہوتا۔

قدیم عربی لغات میں نعت کے معنی وصف اور تعریف ہی تحریر ہیں۔ اکثر معتبر لغات میں نعت کے معنی وصف ہی دئے گئے ہیں 'نور اللغات کے مصنف نے بھی لفظِ نعت کے معنی حضورؐ کی ثنا اور ستائش بتائے ہیں۔ حضورِ اکرمؐ کے چچا عمران اور کنیت ابو طالب نے بھی سرکارِ دو عالمؐ کی مدحت میں کئی اشعار لکھے ہیں۔ پھر اس کے بعد حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زبیر نے حضورِ اکرمؐ کی مدحت میں اشعار پیش کئے ہیں۔ اہلِ ایران کی نعت گوئی کا دور چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے اور اس سلسلے کے مشاہیر نعت گو شعراء فردوسی، خواجہ معین احمد بن چشتی، مولانا شمس تبریز، مولانا روم، شیخ سعدی، امیر خسرو اور جامی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

نعت گوئی جذبۂ محبت سے وابستہ اور استوار ہے۔ محبت میں جس قدر خلوص، پاکیزگی اور طہارت ہوگی اس قدر نعت اعلیٰ اور ارفع ہوگی۔ اسے ہم روح کی شاعری سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ شاعر کو نعت کہنے سے پہلے اپنی محبت کی پاکی اور مقصد کی طہارت کا خیال لازمی ہے علامہ اقبال کا یہ شعر ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

پاکیزہ جذبے کے تحت ہونے والی شاعری روح کو بیدار اور اخلاق کو صحیح کر سکتی ہے۔ بالخصوص نعتیہ شاعری روح کو تسکین عطا کرتی ہے۔

نعتیہ شاعری میں اپنی تمناؤں کا اظہار سیماب اکبرآبادی نے یوں کیا ہے ۔

مدینہ جا کے نہ لائے خدا مدینے سے نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنا ہے

نعتیہ شاعری میں جتنی وسعتیں موجود ہیں، اتنی شاید دوسری اصنافِ سخن میں نہیں ہیں۔ اس صنف میں جو اعلیٰ خیالات اور ارفع جذبات کو پاکیزگی ملتی ہے، وہ یقیناً فیضانِ سلطانِ امم ہے۔ نعت صحیح معنوں میں وہی نعت ہے جس میں حضورِ اکرمؐ کی عظمتوں اور مقام کے ساتھ ساتھ مرتبے کا بھی پاس ہو۔ قرانِ شریف میں بھی حضورِ اکرمؐ کی مدحت اور ثنا بے حد کی گئی ہے۔ نعتِ نبیؐ میں حصول شہرت کی تمنا بیجا اور بے معنی ہے۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نعت کے تعلق سے کہتے ہیں۔

'' نعت میں وہی ذکر ہونا چاہیے جو خدا کے لیے شایاں ہے اور جس کو پڑھنے اور سنانے سے لوگوں پر روحانی اور اخلاقی اثر پڑے''۔

حضرت علیم صبانویدی کو یہ قدرت کی طرف سے دین ہے کہ انہوں نے نعتوں میں بڑی احتیاط سے خوبصورت اور موزوں لفظیات کے ساتھ ساتھ عقیدت واحترام کا احساسی، فکری اور نورانی خزانہ عطا کیا ہے۔

حضرت علیم صبانویدی کی نعتوں میں درودِ شریف کا بارہا ذکر آیا ہے۔ مجھے موصوف کے درود کی مہک سے لبریز اشعار پڑھ کر ریاض مجید کا ایک شعر یاد آ گیا ۔

ہو کر درِ رسولؐ پہ حاضر درود پڑھ ہو کر خود اس کے نور کا ناظر درود پڑھ

حضرت داغ دہلوی نے بھرپور نعتیں کہی ہیں۔ موصوف کی ایک نعتِ شریف کا مطلع نعتیہ شاعری میں نور علیٰ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے

اسی طرح الطاف حسین حالی کا یہ نعتیہ شعر بھی ہمارے ذہنوں میں نقش فشاں ہے۔

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

حضرت علیم صبانویدی کے نعتیہ اشعار میں بارہا 'نور' کا ذکر آیا ہے۔ موصوف کے 'نور' سے تعلق رکھنے والے اشعار کے مطالعے کے بعد راقمہ کے ذہن میں میر انیس کا یہ شعر گونجتا ہے۔

ساطع ہر اک مکاں میں تجلیٰ طور ہے نورِ محمدی کا ہر اک شئے میں نور ہے

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا بیان ہے '' آں حضرت کی مدح سے متعلق نثر و نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا'' ''اس میں نثر و نظم کی قید نہیں۔ اگر نثر بھی اس معیار پر پوری اترے تو اسے نعت ہی کہنا چاہئے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے اس بیان کی روشنی میں حضرت علیم صبانویدی نے نثر و نظم دونوں اصناف میں بے شمار نعتیں لکھی ہیں۔ موصوف کی نثری نعتوں کا مجموعہ ''نعتِ نبیؐ میں نئی جہتیں'' (مرتب ڈاکٹر کرامت علی کرامت مطبوعہ ۲۰۱۴) نعتِ نبیؐ کے عاشقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ علیم صبانویدی نے فرانسیسی صنف سانیٹ میں ایک نعتیہ مجموعہ ''نور السمٰوات'' (مطبوعہ ۱۹۸۹) اردو ادب کو دیا ہے۔ پیشِ نظر کتاب ''علیم صبانویدی کی نعتیہ شاعری'' میں ہندو پاک کے اکابرینِ ادب نے حضرتِ موصوف کی ہائیکو نعتوں، دوسطری نعتوں اور تین سطری نعتوں کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔

مجھے امیدِ قوی ہے کہ حضرت علیم صبانویدی نے اپنے صالح اور پاکیزہ جذبوں اور خیالات کی خوشبوئیں جو نعتِ نبیؐ کی بارگاہ میں پیش کی ہیں وہ ان کی بخشش کی سبیل بنیں گی۔

ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری پر ایک طائرانہ نظر

علیم صبا نویدی ہمہ جہت شخصیت کے حامل ہیں۔ ادبی دنیا میں نثر اور شاعری دونوں میدانوں میں اپنے اشہب قلم کو دوڑاتے رہے۔ افسانہ نگاری میں نام پیدا کیا۔ 'تذکرۂ شعرائے ٹملناڈو' تحریر کیا (جو ترقی اردو بورڈ دہلی سے شائع ہو چکا ہے)۔ اس سے قطعِ نظر بھی تھوڑی بہت سہی تحقیق اور تنقید کی طرف توجہ دی۔ شاعری میں تقریباً ہر صنف میں جادو جگایا۔ نئی غزل کو ایک عرصے تک تب و تاب دیتے رہے۔ نظم نگاری میں بھی سرخ رو رہے اور پھر جو کروٹ لی تو آزاد غزل ہائیکو اور سانیٹ ہر صنف کا مقدر چکا چوند کر دیا۔

آزاد غزل سب سے پہلے مظہر امام نے لکھی لیکن علیم صبا نویدی نے نہ صرف آزاد غزلوں کا پہلا مجموعہ (ردِ کفر) شائع کر دیا بلکہ آزاد غزلوں کا پہلا اور نمائندہ انتخاب (قید شکن) اور آزاد غزلوں پر تنقیدی مضامین کا پہلا انتخاب (آزاد غزل، شناخت کی حدوں میں) بھی۔ ہائیکو کی سمت توجہ دی اور ایسی بھرپور کہ اردو میں یکے بعد دیگرے انہی کے ہائیکو کے تین مجموعے منظرِ عام پر آئے۔ 'ترسیلے'، شعاعِ شرق اور تشدید۔

علیم صبا نویدی نے اور اصناف میں بھی نعت گوئی کی سعادت حاصل کی ہے۔ چنانچہ ان کے دیگر مجموعوں میں ایسی نعتیں موجود ہیں لیکن 'مراۃ النور' ان کی نعتوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ نعت گوئی یوں بھی بڑے ظرف کی بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت شرطِ اولین ہے۔ لیکن اس عقیدت میں احتیاط اور اعتدال کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ بات ذرا بھی ادھر سے ادھر یا ادھر سے ادھر ہو جائے تو دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ و نیز زبان و بیان اور فن پر قابو کہ ادبی اور فنی زاویوں سے بھی معیار برقرار رہے۔ اس امر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ صبا نویدی نے نعت گوئی میں عقیدت اور احترام کو برقرار رکھتے ہوئے جدت پسندی اور عصری میلانات کا حق ادا کیا ہے۔ چنانچہ سانیٹ جیسی صنف میں انہوں نے نہ صرف نعتِ شریف کہی بلکہ اردو میں نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ 'ن' شائع کر دیا ہے۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ علیم صبا نویدی کے فن پر ناقدوں نے بروقت اور سیر حاصل انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ بہت کم فن کار ہوں گے جن پر ان ہی کے دور میں تنقید نے ایسی توجہ دی ہو جیسی کہ علیم صبا نویدی کی شاعری پر۔ سچ پوچھئے تو ناقدین کے ان مضامین کا ٹھیک سے حساب ہے اور نہ شمار۔ تاہم ان کے فن پر شائع شدہ مضامین کے جو منتخب مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ ان میں 'لہجہ تراش' 'آسمانِ فن کا سفیر' 'نقش بند' اور تشدید ہیں۔ اور اب ان کی نعتیہ شاعری پر تنقیدی مضامین کو مرتب کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ میں اس دور کے بیشتر نامور اصحابِ قلم شامل ہیں۔ جن میں سے بعض نے 'مراۃ النور' کی روشنی میں بعض نے نور السمٰوات کے جائزے کے بعد اور چند نے 'ن' کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بعض مضامین ایسے بھی ہیں جن میں مجموعی طور پر علیم صبا کی نعتیہ شاعری کو موضوعِ گفتگو بنایا گیا ہے۔ مسرت یوں ہوتی ہے کہ ان مضامین میں کسی خاطر داری کے بغیر غیر جانبدارانہ انداز میں علیم صبا نویدی کے فن کا احاطہ کیا گیا ہے کہ اس طرح ان کی شاعری کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ نعتیہ شاعری کا تعلق سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے عقیدت، بے پناہ اور والہانہ عقیدت سے ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے صبا اکرام نے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ 'علیم صبا نویدی نے صرف شاعری کے لئے نہیں بلکہ حبِ رسولؐ سے سرشار ہو کر اپنے اندر کی پکار پر یہ نعتیں کہی ہیں اور مولانا راہی فدائی کو 'صبا نویدی کی نعتوں میں بوئے مصطفےٰؐ کی مہک ورق ورق محسوس ہوتی ہے۔ ان اشعار کی عطر بیزی سے ہر عاشقِ رسولؐ اپنے مشامِ جاں کو معطر کرتا رہتا ہے۔ مولانا فدوی باقوی نے خاص طور پر 'مراۃ النور کی نعتوں' کا حوالہ دیتے ہوئے صبا نویدی کی دلی کیفیات کی یوں ترجمانی کی ہے۔ ان کے نزدیک مراۃ النور کی نعتیں اپنے رنگ کی خاص جدت وندرت کی حامل ہیں جن میں ایک تڑپتے اور محبت والفت کے سوز وگداز سے تپتے ہوئے دل کو اچھی طرح محسوس کیا جا سکتا ہے۔ زبان وبیان، روایت وقیود سے قطعِ نظر والہانہ اندازِ بیان ایک کیف وجذب میں ڈوبے ہوئے عالم کا اظہار اپنی نمایاں کیفیت لئے ہوئے ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی عقیدت کا نتیجہ ہے کہ ڈاکٹر نجم الہدیٰ کو علیم صبا کی نعتوں میں ندرتِ فکر اور آمد ہی آمد محسوس ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں 'علیم صبا جدت پسند ہیں۔ اس لئے نعت شریف میں تازہ مضمون اور ندرتِ فکر پیدا کرتے ہیں۔ اس عمل میں بیشتر آمد ہی آمد کی صورت ہے۔ آورد اور تصنع یا سعی بیجا کا دخل نہیں۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ سرورِ کونینؐ سے ان کی محبت میں کسی بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے'۔

علیم صبا نویدی جدید شعری رجحانات سے متاثر ہیں۔ مغربی اور جدید اصنافِ سخن سے ان کی دلچسپی کے

باعث ممکن ہے۔ یہ تاثر قائم ہوتا ہو کہ وہ روایات کا استرداد کرتے ہیں۔ لیکن ایسی بات نہیں ہے۔قطعِ نظر اس کے کہ انہوں نے موضوع اور ہیت ہر دو اعتبارات سے نعتِ شریف جیسی صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے ہاں ماضی کے ہمارے ادبی ورثے کی پاسداری بہت زیادہ ملتی ہے۔ روایات کا احترام اور کلاسیکی اقدار کا رچاؤ جیسا کہ علیم کے ہاں ملتا ہے۔ ان کے بہت کم ہم عصر اس دولتِ بیدار کے حامل ہیں۔ کیا موضوعات کیا الفاظ کا انتخاب اور استعمال اور کیا ہئیت ،انہوں نے جدید رجحانات سے ہم آہنگی کے باوصف روایت سے اپنے رشتے کو استوار رکھا ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر اعجاز علی ارشد نے لکھا ہے۔'میں انہیں بنیادی طور پر ایک ایسا فن کار مانتا ہوں جس نے روایت سے بھرپور استفادہ کے باوجود اپنے مزاج کی جدت کا ثبوت دیا ہے۔' اور ڈاکٹر مظفر شہ میری کے نزدیک 'مراۃ النور میں عشق کی جلوہ سامانیاں بھی ہیں اور فکر کی کارفرمائیاں بھی۔ ایک طرف یہ رواجی نعتیہ شاعری کے حسن سے منور ہے تو دوسری جانب جدتِ ادا اور ندرتِ بیان سے بھی مزین ہے'۔اور حامد حسین نے اسی بات کو یوں کہا کہ 'آزاد غزل' نثری نظم ، ہائیکو اور دوسرے طرح طرح کے تجربات کرنے والا یہ شاعر روایت کی مستحکم چٹان پر اپنے قدم جمائے ہوئے ہے اور تجربہ اسے ٹوٹ کر سیلاب کے ساتھ بہہ نکلنے پر آمادہ نہیں کرتا بلکہ شجر کے ساتھ پیوستہ رہ کر امیدِ بہار رکھنے کے جذبے کو اپنے تخلیقی عمل کا بنیادی اصول سمجھنے پر مائل کرتا ہے

یہی سبب ہے کہ علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری عقیدت کے بلند میناروں سے پاکیزگی کے اعلیٰ حدود کو چھوتی ہے ۔ وہ کیف وکم کی دنیا آپ بساتے ہیں اور قاری کو اپنے ہمراہ کہیں اور لئے چلتے ہیں۔ چنانچہ بقولِ حسن فیاض 'علیم صبا نویدی لاہوتی فضاؤں کے دلدادہ ہیں' اور ڈاکٹر غیاث اقبال کے الفاظ میں 'صبا نویدی نے بہ حیثیتِ شاعر انکشافِ ذات اور عرفانِ ذات کی جو تمنا کی ہے اس حقیقت پر دال ہے کہ اس کا شعور بیدار ہے' ۔ اسی کے ساتھ فن پر بے پناہ قدرت زبان و بیان پر بے اندازہ قابو، ریاضت، مسلسل ریاضت اسلوب کی طرفگی اور لہجے کی ندرت نے علیم صبا کی نعتوں کے ادبی حسن کو مزید نکھار دیا ہے۔ ڈاکٹر ابوالفیض سحر نے صحیح نتیجہ اخذ کیا ہے کہ علیم صبا نویدی کی شاعری کی خصوصیت محض تجربوں کی جرأت سے نہیں بلکہ تازہ کار اسلوب و آہنگ سے بھی متصف ہے تو ڈاکٹر علیم اللہ حالی کے نزدیک 'علیم صبا نویدی کے لہجے کی تازگی اور جدتِ بیان ان کی نعتیہ شاعری میں اسی آن بان کے ساتھ موجود ہے جو ان کے تخلیقی تشخص کی پہچان ہے '۔کوئی عجب نہیں علیم کی شاعری کی ایسی ہی خصوصیات کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے حکیم محمد یعقوب اسلم نے پر وقار انداز میں لکھا ہے ' ٹملناڈو کی ادبی فضاؤں سے ابھرنے والا نرگسیت سے بھرپور یہ نام جس کی گونج آج سارے برِ صغیر ہند و پاک میں سنائی دیتی ہے، اپنے اندر ایک عجیب سی وارفتگی اور بانکپن رکھتا ہے جو خالص جرأتِ اظہار اور فکری ریاضت کا نتیجہ ہے اور اس دور

میں یہ سب سے بڑی بات ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بڑی بات ہے کہ بقولِ بدر اورنگ آبادی 'علیم صبانویدی کے نعتیہ کلام میں ندرتِ فکر، فنی پیکر اور لطیف ایمائی پیرائے کی بہتات ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ استعارے اور علامات ابہام پیدا ہونے نہیں دیتے'۔ میں نے اس امر کا تذکرہ اس لئے بھی کیا کہ ابہام نے جدید شاعری میں اپنی بہت زیادہ جگہ بنالی ہے اور یہی جدید شاعری کا ایک منفی پہلو بھی ہے۔ لیکن علیم ان شاعروں میں ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کو خواہ وہ نعتیہ ہو یا اور، ابہام سے محفوظ رکھا ہے۔

نورالسمٰوات کا مطالعہ اس لحاظ سے بھی توجہ چاہتا ہے کہ علیم صبانویدی نے سانیٹ جیسی مغربی صنفِ سخن کو نعت گوئی جیسے مشرقی اور مذہبی موضوع سے ہم آہنگ کر دیا۔ وہ ایسی قدرت، روانی اور ملکہ کے ساتھ سانیٹ کہتے ہیں کہ اس موضوع کے لئے یہ صنف اجنبی نہیں لگتی اور کوئی شبہ نہیں اس میں اس ذاتِ اقدس کا کرم شامل ہو جس کی مدحت میں نعت کہی جارہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ڈاکٹر انصاراللہ کے الفاظ میں ''علیم صبانویدی نے انگریزی سانیٹ کی ہیت کی آنکھ بند کر کے اتباع نہیں کی بلکہ اس ہیت میں اپنے طور پر تصرف اور تبدیل بھی کیا ہے۔'' سچ پوچھیے تو علیم صبا نے سانیٹ کو مشرقی صنف بنا دیا اور اس تغزل سے آشنا کر دیا۔ کاوش بدری کا تجزیہ ملاحظہ ہو ''علیم صبانویدی نے سانیٹ کو نئی غزل کا نیا مزاج اور نیا آہنگ ہی نہیں بخشا ہے بلکہ شروع سے آخر تک ہر سانیٹ میں ایک ایسی وجدانی کیفیت بھر دی ہے کہ قاری کے ذہن میں نہ چودہ مصرعوں کی گنتی رہتی ہے نہ سانیٹ کی مکمل صنف۔ قاری اس نئی صنف کو ایک نئی غزل یا نئی نظم کی طرح محسوس کرتا ہے۔'' یہ علیم کی شاعری اور اصنافِ شاعری پر فنکارانہ قدرت کی دلیل ہے۔ ڈاکٹر کلیم سہرامی، ڈاکٹر رفیع الدین، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر محمد علی اثر کے مضامین ہیں جن سے علیم صبانویدی کے فن کے کئی گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ علیم صبانویدی کی نعتیہ شاعری پر تنقیدی مضامین کے اس مجموعے کی اشاعت عمل میں آرہی ہے۔ یہ مجموعہ نہ صرف علیم صبانویدی کے فکر و فن اور ان کی نعتیہ شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالے گا، بلکہ اس سے مجموعی طور پر نعتیہ شاعری کے تقدس، اس کے ادبی حسن اور اس کی فنی خوبیوں سے بھی قارئین کو آگاہی ہوگی۔

صبا اکرام

علیم صبا نویدی کی نعت گوئی

علیم صبا نویدی کی نظموں کے مجموعے ''لمسِ اول'' پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی نے خاص طور پر صبا کی مشاقی اور زبان پر قدرت کا ذکر کیا ہے اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس کی یہی خوبیاں ہیں جو بڑی کامیابی کے ساتھ کبھی اس سے غزلیں، کبھی نظمیں، کبھی آزاد غزلیں اور کبھی ہائیکو کہلواتی رہتی ہیں اور اب اس کی نعتوں کا مجموعہ ''ن'' کو سامنے دیکھا تو اس بات کو اور بھی تقویت ملتی ہے۔ کیوں کہ جب تک خلوص حبِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ فن شعر پر ملکہ ودسترس نہ ہو کوئی اتنی کامیاب نعتیں ہرگز نہیں کہہ سکتا۔

نعت گوئی کی راہ میں شاعر کو ہر ہر قدم پر شعری تقاضوں کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد اور اللہ اور رسولؐ کے اپنے اپنے مقام اور مرتبے کا بھی خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ ذرا سی لغزش سے نعت کے کسی شعر کو قصیدے یا غزل کے شعر کا رنگ اختیار کرتے دیر نہیں لگتی۔ اور پھر کسی ایک شعر کا رنگ بدل جائے تو پوری نعت کا حسن اور مزاج متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ صبا نویدی نے اس مجموعے میں شامل تمام نعتیہ غزلوں میں اس بات کا خیال رکھا ہے۔ مثال کے لئے اس کی ایک نعت پیش کررہا ہوں۔

- نگہہ مصطفیٰؐ سے روشن ہم — عاشق کبریاؐ سے روشن ہم
- ہر گھڑی ہر نفس خدا کے گھر — سرورِ انبیاؐ سے روشن ہم
- شانِ خیر الوریٰ کی ہم پہچان — ذکرِ نور الہدیٰؐ سے ہم روشن
- نقشِ پائے حبیبؐ کا صدقہ — صحبتِ رہنماؐ سے روشن ہم
- ہے نویدی بہ فیضِ شاہِ اممؐ — مرشدوں کی دعا سے روشن ہم

چوں کہ نعتیں کہنے کا رواج زیادہ تر غزل کے فارم میں ہے لہٰذا کچھ نعت کہنے والے شعراء نے رسول اللہؐ کو اپنی نعتوں میں غزل کے محبوب کے طور پر بھی پیش کیا ہے اور بھی اس طرح پیش کر رہے ہیں۔ مگر صبا نویدی کو یہ معلوم ہے کہ۔

باخدا دیوانہ باشد، با محمدؐ ہوشیار

اس لیے وہ محبوبؐ حقیقی کے عشق میں دیوانہ ہوکر ''آپ'' کی حد سے نکل کر ''تم'' اور پھر ''تم'' کی فصیل عبور کرکے ''تو'' کی حدوں میں داخل ہو جائے تو جائز سمجھتا ہے، مگر عشقِ رسولؐ میں وہ اس قدر دیوانگی کا قائل نہیں جو ہوش کا دامن ہی ہاتھ سے چھڑا دے اور پھر توحید خالص کی نفی اور رسول اللہ کی توہین کے ارتکاب کا احتمال پیدا ہو جائے۔ چند اشعار اس کی نعتوں سے پیش کر رہا ہوں۔ دیکھئے کہ اس نے شعری سلاست، روانی اور زبان کی چاشنی کے ساتھ ساتھ اوپر بیان کی گئی باتوں کا بھی کس طرح خیال رکھا ہے۔

- وہ تو موجود تھا ہر شئے میں ہر اک ذرے میں
  آپ کی ذات سے اللہ کا عرفان ہوا
- نقشِ پائے رسولؐ آنکھوں میں
  میں مقاماتِ آگہی میں ہوں
- یہ آپؐ ہی کا فیض ہے اور چشمِ التفات
  سوکھے ہوئے نصیب کے صحرا میں نور ہے
- آنکھوں میں دل میں دولتِ یادِ حبیبؐ ہے
  مانا کہ اس جہانِ فنا میں غریب ہے
- عکس نورِ حبیب کا صدقہ
  قابلِ دید صورتِ دنیا
- ایک عالم کو نویدی تھی مرے گھر کی تلاش
  دلِ احمدؐ میں مگر میرا ٹھکانہ نکلا

حضورِ اکرمؐ کی ذات کے حوالے سے بیک وقت دو اصناف سامنے آئی ہیں۔ ان میں ایک سیرت نگاری اور دوسری نعت گوئی ہے۔ یعنی ایک نثری اور دوسری شعری صنف۔ حضورؐ کی سیرت کو نثر میں بیان کرنے کا چلن عام ہے۔ مگر بعض نعت گو نے رسولِ پاک کی سیرت کے مختلف زاویوں کو اپنی نعتوں کے اشعار میں اس طرح پیش کیا ہے کہ سیرت کی روشنی میں حضور کی صورت چمکتی نظر آتی ہے۔ صبا نویدی کے یہاں بھی اس کی کامیاب کوشش نظر آتی ہیں۔ مثال

کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں۔

- ہر دور کی پہچان ہے، ہر دور کا معیار

  اللہ رے کردار رسولِ عربیؐ کا

- روشن ضمیر آپؐ سا کوئی نہیں ہے آج

  جلوہ فشاں ہمارے دلوں کی زمیں ہے آج

- کیا فکرِ تخت و تاج، کیا شاہانہ طمطراق

  یہ بزمِ شاہِ دینؐ ہے سب بھول جایئے

''ن'' میں شامل نعتوں کو پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ علیم صبا نویدی نے صرف شاعری کرنے کے لیے نہیں بلکہ حبِ رسولؐ سے سرشار ہو کر اپنے اندر کی پکار پر یہ نعتیں کہی ہیں۔

162|17 A فیڈرل 'بی' ایریا کراچی (پاکستان)

ڈاکٹر نجم الہدیٰ

علیم صبا نویدی اور مراۃ النور

نعت گوئی دقیق فن ہے۔ اس کے لئے جس عشقِ رسول کی ضرورت ہے اگر اس سے شاعری کا دل خالی ہے تو نعت روکھی پھیکی ہوگی۔ عشق ہی نہیں عشق میں سرشاری چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ عقل وفہم اور علم و آگہی بھی مطلوب ہے تاکہ حدودِ ادب بھی ملحوظ رہیں۔ اور ہر طرح کی احتیاط کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ یہی سبب ہے کہ عرفی شیرازی جیسے فارسی قصیدہ نگار نے نعتِ شہِ کونینؐ لکھی تو نعت دنیاوی بادشاہوں کی مدح گوئی کے فرق کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو متنبہ کیا اور نعت کہنے کے فن کو تلوار کی دھار پر چلنے سے تعبیر کیا۔

عرفی شتاب ایں رہِ نعت ست نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ ست قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہِ کونینؐ و مدیحِ کے وجم را

مراۃ النور برادرم علیم صبا نویدی کی لکھی ہوئی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ میں نے اپنی تالیف 'آسمانِ فن کا سفیر' کے مقدمے میں علیم صبا نویدی کا ایک شعر۔

- صبا جن سے خوابوں میں ملتے رہے
  لحد تک انھیں کا وسیلہ گیا

نقل کرتے ہوئے لکھا ہے 'اگر یہ سچ ہے تو علیم صبا نویدی بڑے خوش نصیب ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ میری یہ تحریر علیم کے دل کو چھوگئی اور وہ اور زیادہ انہماک اور یکسوئی کے ساتھ نعتیں کہنے لگے۔ پہلے تو چند نعتیں کہی تھیں اور صرف چسکا لگا تھا۔ او یہ چسکا نشہ بن گیا اور مجموعہ تیار ہوگیا۔ جس میں علیم کے والہانہ عشقِ رسولؐ اور عشق میں سرشاری کا منظر دیکھا جاسکتا ہے۔

میرا یہ خیال ہے کہ میری مندرجۂ بالاتحریر نے علیم کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ یہ صرف قیاس نہیں ہے 'مراۃ النور' کا ایک شعر میرے اس خیال کی تصدیق کرتا ہے۔ جس میں انہوں نے میرے تاثر پر کہ 'علیم صبانویدی بڑے خوش نصیب ہیں' اس کے مضمون کی بنیاد رکھی۔ یہ شعر آپ بھی پڑھیے، وہ میری تائید کرتے نظر آتے ہیں۔

• سچ مچ صبانویدی وہ خوش بخت ہیں بہت

خوابوں میں جن کے روشنی دل ہے آپ کی

سرورِ کونینؐ کی محبت میرے نزدیک دو جہاں کی نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے۔ یہ جسے مل جائے وہ ساری کائناتِ خلق سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ حبیبِ کبریاؐ سے محبت ذاتِ کبریا تک پہنچا دیتی ہے۔ پھر تیسری کوئی ہستی، کوئی شئے عاشقِ رسولؐ کی محبت کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔ بقول اقبالؔ

• پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

تو خدا کے رسولؐ کا کافی ہونا ہی ان سے محبت کی کسوٹی ہے۔ علیم صبانویدی اس منزل تک بڑی پر پیچ راہوں سے ہو کر پہنچے ہیں اور اب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی تخلیقی استعداد کے محرکات اب تک چاہے جو بھی رہے ہوں ان کی قوتِ تخلیق فیضانِ مصطفےٰؐ کی رہین کرم ہے۔

• فیضانِ مصطفائی کی یہ شان دیکھئے

شاعر کہیں ہیں اور کہیں ہم ادیب ہیں

علیم صبانویدی صرف شاعری ہی نہیں، زندگی کرنے کا سلیقہ بھی سرورِ انبیاء، افضل البشرؐ محبوبِ داورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتے ہیں کہ انہیں کی ذاتِ اقدسؐ ہر طرح کے اکتساب کا واحد روشن ترین اور آخری منارۂ نور ہے۔

• آپؐ کی یادِ مبارک سے ہے سینہ بھرپور

آپؐ کی ذات نے سکھلایا ہے جینا بھرپور

اور یہ نور جو سرکارِ کائناتؐ کی ذاتِ محترم سے ملتا ہے صرف شاعر تک محدود نہیں ہے، شش جہات کائنات میں پھیلا ہوا ہے اور ہر سلیم الطبع شخص کے دل میں موجود ہے۔ اس نور کے تقدس کا نتیجہ یہ ہے کہ دل میں تمنائیں بھی پاکیزہ ہوتی ہیں۔

• سرکارِ کائنات سے دنیا میں نور ہے

ہر دل میں روشنی ہے تمنا میں نور ہے

• محوِ ذکرِ محمدیؐ دنیا

نگہ شش جہاتِ نورانی

علیم جدت پسند ہیں۔اس لیے نعتِ شریف میں تازہ مضمون اور ندرتِ فکر پیدا کرتے ہیں۔ اس عمل میں بیشتر آمد ہی آمد کی صورت ہے۔ آورد اور تصنع یا سعی بیجا کا دخل نہیں۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ سرورِ کونینؐ سے ان کی محبت میں کسی بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ جب عشق صادق ہو تو تازہ کار و تازہ خیال بنا ہی دیتا ہے۔ کیوں کہ اس کے انداز اور اس کے روپ ہزاروں ہیں۔ جب یہ دل میں گھر کرلے تو حبیبؐ کے جلوے طرح طرح سے آنکھوں میں سماتے ہیں اور اس کا خیال ہر لمحہ ایک نئی تڑپ اور ایک نئی آرزو پیدا کرتا ہے۔

• شہنشاہِ کون و مکاںؐ ہر طرف — منور زمیں آسماں ہر طرف
• ہر سو رخِ انوارِ رسولِ عربی کا — کیا جلوہ ہے ضو بار رسولؐ عربی کا
• کیسا اٹوٹ آپؐ سے رشتہ ہے چاہ کا — روشن نصیب ہو گیا اپنی نگاہ کا
• دستِ نبیؐ سے پھول ملے یا خوشی کا نور — دامن بچھا دیا ہے صبا رسم و راہ کا
• سردارِ کائناتؐ مرے گھر میں آئیے — سویا ہوا نصیب ہے میرا جگائیے
• عطر افشانیِ دنیا سے ہمیں کیا لینا — ہم معطر ہیں محمدؐ کی پناہوں میں ابھی
• میرے سرکارؐ مرے پاس اجل کیوں آئے — سانس ہے محوِ سفر آپ کی چاہوں میں ابھی

• تمھاری ذات نے بخشا ہے زندگی کا شعور

کہ ذرے ذرے میں اب قوتِ نمو ت تمؐ ہو

• نہ ہوتے تمؐ تو بدن اپنا خشک ہو جاتا

لہو کے پھول میں صد رنگ آرزو تمؐ ہو

• آپؐ کا دامن میرے آنسو گلشن گلشن پھول

اس منظر سے تنہا ہو کر دل بہلائے کون

- وہ جن کی تھی تلاش نویدی تمہیں بہت

  وہ سامنے کھڑے ہیں نگاہیں اٹھایئے

- جلوہ ہائے رب عالم دیکھنا

  آنکھ میں منظر بہ منظر ہیں نبیؐ

- ہے دربارِ محمدؐ تیرے آگے

  جھکادے سر کو اپنے، سوچتا کیوں

- ہے جنت بداماں خیالِ نبیؐ

  ہے یادِ نبیؐ دو جہاں کا سفر

- عرش سے فرش تلک آپؐ کے جلوؤں کا سماں

  سر بہ سجدہ مہ و انجم ہوئے سجدوں کا سماں

- آپؐ کی ذاتِ مبارک کا ہے ہر شب کو طواف

  آپؐ کے روئے مبارک سے ہے صبحوں کا سماں

ایسے اشعار مراۃ النور میں سینکڑوں ہیں۔ یہاں برسبیلِ تذکرہ نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔

علیم کے یہاں فکر و خیال اور فنی پیکر اور شعری لوازمات سب میں تازگی پائی جاتی ہے۔ وہ قافیوں سے مضمون آفرینی نہیں کرتے۔ مضمون آفرینی کے لئے نئے نئے قافیے لاتے ہیں۔شعر کی پوری زمین (بحر و قافیہ و ردیف سمیت) علیم کی دریافت ہوا کرتی ہے۔ وہ پامال راستوں پر نہیں چلتے۔ مروج و معروف قافیوں ردیفوں اور بحروں میں بھی علیم استعاروں، تشبیہوں اور پیکروں میں تازگی کا رس بھر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ پیکر اور استعارے بھی شناسا محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن علیم کا اندازِ فکر ایسا منفرد اور جداگانہ ہوا کرتا ہے جو اس کو نئی جہت عطا کرتا ہے۔ علیم کے جو اشعار اس سے پہلے درج کئے گئے وہ تقریباً سارے کے سارے میرے اس بیان کی توثیق کرتے ہیں۔ یہاں پہلے انہیں اشعار سے بعض میں پنہاں فنی تازگی کی جانب اشارہ کرتا چلوں۔

’ہر طرف‘ کی ردیف ممکن ہے پہلے بھی مستعمل ہو۔ یہ تحقیق اور چھان بین کا محل نہیں شعری جمالیات میں تازگی کے احساس کی بات ہے۔ بہر طور یہ اگر مستعمل اور معروف ہے تو جس طرح اپنے محبوب شہنشاہِ کون و مکاں صلی

اللہ علیہ وسلم کو ہر سو جلوہ بار دیکھا جا رہا ہے اور جس طرح ان کی ذاتِ پر نور سے زمین و آسمان کو منور پایا جا رہا ہے وہ عشق و عاشق کی تازگیٔ اسلوب پر دلالت کرتا ہے۔ فکر کی حد تک جیسا میں نے اسی مضمون میں پہلے بھی عرض کیا عشق خود ہی نئے اسالیبِ فکر پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ دو عاشقوں کی کیفیات میں اشتراکِ فکر و نظر ممکن ہے۔ پھر بھی علیم صبا نویدی کا اسلوب خالصتاً ان کا ہے۔ فکری و فنی تجزیہ کے لیے بہت زیادہ مبسوط مقالہ کی ضرورت ہے۔ یہ تعارفی یا تمہیدی مقدمہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا چند مجمل باتیں اور چند اشارے کافی ہوں گے۔

''نگاہ کا نصیب روشن ہونا اور رسم وراہ کا دامن بچانا، محمدؐ کی پناہوں میں معطر ہونا، آپؐ کی چاہوں میں سانسوں کا گرمِ سفر ہونا اور اس لیے اجل پاس کیوں آئے کا تصور، ذاتِ محمدیؐ کا شعورِ زندگی بخشنا اور ذرے ذرے میں اس کی قوتِ نمو کو کارفرما دیکھنا، محبوب کا لہو کے پھول میں صد رنگ آرزو ہونا اور اگر وہ نہ ہو تو بدن کے خشک ہو جانے کا احتمال ہونا، آپؐ کے دامنِ مبارک میں اپنے آنسوؤں کو پھول کھلاتے دیکھنا۔ ان کے سامنے آجانا اور اپنی نگاہوں کا جھک جانا۔ ان کے دربار میں سر کو جھکا دینا، منظر بہ منظر جلوہ ہائے نبیؐ سے جلوہ ہائے ربِ عالم کا مشاہدہ کرنا، خیالِ نبی کو جنت بداماں دیکھنا، یا نبی کو دو جہاں کے سفر سے تعبیر کرنا، ذاتِ مبارک رسول کا طواف کرنا، رسولؐ کی بارگاہ میں مہ و انجم کے سجدۂ تعظیمی سے سجدوں کا سماں بندھتے دیکھنا، ان جواہر پاروں میں چند ہیں جن کی کثرت و وقعت سے مراۃ النور کے اشعار انتہائی گراں پایہ و گراں مایہ ہو گئے ہیں۔

مندرجۂ بالا استعاروں اور پیکروں کے علاوہ متعدد دیگر استعارے اور پیکر بھی ہیں جن کی فہرست مرتب کرنا خاکسار کا مقصود نہیں اور جن سے شاعر کی بے پایاں قوتِ تخلیق اور اپنے موضوع سے انتہائی مخلصانہ تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ یہاں پر اور مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

- ذرے ذرے پہ تھا نیندوں کا تسلط ہی صبا
  وہ جو آئے تو زمیں جاگی، سمندر جاگے
- لکھا ہے یقیناً نویدی ترے
  مقدر میں نوری مکاں کا سفر
- ان کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے
  نکہت و نور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے

- عکسِ نورِ حبیبؐ کے صدقے

قابلِ دید صورتِ دنیا

- محمدؐ کے دستِ مبارک کا فیض

ملی انگلیوں کو زباں ہر طرف

- پاؤں پھیلائے ہوئے وحشی سیاہی تھی یہاں

نور ہی نور ہوا نوری نسب کا صدقہ

- شہِ اممؐ کی نوازش ہے، شاہِ دیں کا کرم

صبا نویدی کی ہے عمرِ مختصر روشن

- طوافِ نورِ مدینہؐ کی بات کیا نکلی

قدم قدم سے ہوئی خواہشِ سفر روشن

- کلی پھول پھل کے سروں پر صبا

نوازش کا ہے سائباں ہر طرف

- آپؐ سے نورِ زندگی کو ملا

فکر و احساس آدمی کو ملا

- لفظ و معنی کی بادشاہی میں

اک نیا تاج آگہی کو ملا

- موجودگی میں آپؐ کی انوار کی پھوار

اور آپؐ کے بغیر اجالا سیاہ ہے

- ہر دور کی پہچان ہے، ہر دور کا معیار

اللہ رے کردارِ رسولِ عربی کا

- بے خانماں کو اور وسیلہ ہو کیا نصیب

رحمت کی اک نگاہ جو حاصل ہے آپؐ کی

- میری زباں سے آپ مرا جھوٹ چھین لیں

میں آئینوں میں آئینہ سچا بنا رہوں

- ان کے میرے درمیاں کا فاصلہ

ہے مکاں اور لامکاں کا فاصلہ

- جب محمدؐ کا نظارہ ہو گیا

آسماں والا ہمارا ہو گیا

ان اشعار میں جو خوبیاں ہیں وہ اہلِ علم پر روشن ہیں۔ وضاحت کے لیے جو وقت اور دفتر چاہیے وہ مجھے سرِ دست نصیب نہیں۔ علیم کی جدت طرازی ویسے تو ان کے فن کی مختلف صورتوں میں عیاں ہیں۔ ابھی حال ہی میں وہ جاپانی صنفِ سخن 'ہائیکو' کی طرف متوجہ ہوئے تو پے در پے ایک دو سال میں ترسیلے، شعاعِ شرق اور تشدید چھپوا کر لوگوں کو دعوتِ اظہارِ خیال دے ڈالی۔ لیکن نعتِ شریف میں ان کی جدت طرازیاں حدود حزم واحتیاط کے اندر ہی ہیں۔ میں بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ 'مراۃ النور' میں علیم صبا نویدی کی شاعرانہ شخصیت کا عکس ابھرا ہے۔ وہ ان کی اب تک کی شاعرانہ کاوشوں کے مقابلے میں ہزار درجہ بلند و بالا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ علیم کی فن کارانہ پرواز بہت اونچی ہے۔ انہوں نے جس منبعِ فیض سے رشتہ جوڑ لیا ہے، وہی اس کی ضامن ہے کہ ان کی شہرت ابھی اور عالمِ شعر و ادب میں پھیلے گی، گونجے گی۔

یہ سب کچھ لکھتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ علیم ایک نہ ایک دن خالص نعت کے شاعر ہو کر وہ شہرت اور مقام حاصل کر لیں گے جو محسن کاکوروی جیسے قصیدہ نگار نعت گو کو حاصل ہے۔

برادرم علیم صبا نویدی کے لیے میرا مشورہ بھی ہے کہ وہ ہر طرح کی شاعری کو چھوڑ کر اس طرز و رنگِ شعر کو جس میں شہرتِ دوام اور دونوں جہاں میں کامیابی کا راز مضمر ہے، اپنا لیں۔

اخیر میں علیم ہی کے ایک شعر کو میں اپنے لیے بھی وسیلۂ نجات سمجھتے ہوئے آپ کے اور شاعر کے درمیان سے ہٹ جانا ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ مدحتِ رسولؐ، یہ ذکرِ شہِ اممؐ بس اے صبا نویدی یہی زادِ راہ ہے

مولانا فدوی باقوی

فطری نعت گوئی کا ثبوت

علیم صبا نویدی اور ان کا کلام محتاجِ تعارف نہیں۔ان کی اس سلسلے میں قد آوری اپنی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ موصوف کی مختلف اصنافِ سخن پر مشتمل آٹھ دس تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں اور جنوب وشمال میں قبولیتِ عامہ کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کے کلام، فن اور شخصیت کا منفرد جائزہ لیتے ہوئے آپ کے ایک مخلص ساتھی عزیزی کاظم نائطی نے ایک مستقل مجموعہ 'لہجہ تراش' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ موصوف نے لہجہ تراش میں لہجے سے زیادہ علیم صبا نویدی کا بڑا اچھا مجسمہ تراشا ہے۔ جس میں ان کے تعارف وتبصرے کے علاوہ عزیزم کاوش بدری صاحب اور عزیزم عابد صفی صاحب کے وقیع تبصرے بھی شامل ہیں۔ جس سے بڑی حد تک علیم صبا نویدی کے شاعرانہ سفر کی مختلف منزلیں اور مراحل ومقامات سامنے آتے ہیں۔ نیز ان کے مختلف مجموعۂ کلام پر مختلف مشاہیر نے بھی ان کے کمال کی داد دی ہے۔ مجموعی طور پر ان کی جدت طرازی، ندرتِ کلام، مختصر سے وقفے میں اچھا خاصا سرمایۂ فکر ونظر اور اس کی اشاعت کے بارے میں عزیزی کاوش بدری صاحب کی طرح یہ تو نہیں کہوں گا کہ 'انہوں نے اشاعتِ کلام میں ہمیشہ جلد بازی سے کام لیا ہے۔' لیکن یہ مسلم ہے کہ علیم صبا نے وقت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے اور ضائع ہونے نہیں دیا۔ یہ بڑی قابل قدر بات ہونے کے علاوہ نئی پود اور ابھرتے ہوئے نوجوانوں کے لئے قابلِ تقلید ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے بھرپور کام لیں۔ خیر یہ تو تھیں ضمنی باتیں۔ مجھے یہاں علیم صبا نویدی کے تازہ مجموعہ اور نعت گوئی پر چند کلمات کہنے ہیں۔ لہٰذا تمہیداً نعت اور اردو میں نعت گوئی سے متعلق کچھ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔ پھر ان کے کلام پر مختصر تبصرہ پیش کروں گا۔

لفظِ نعت سے متعلق اردو کے اساتذۂ سخن میں حضرتِ طیش صدیقی نے جس مختصر اور بہترین طریقے پر تشریح فرمائی ہے، اسے یہاں پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔فرماتے ہیں۔

''نعت عربی زبان کا لفظ ہے۔جس کا استعمال لغوی اور اصطلاحی دونوں معنوں میں صرف آقائے دو عالمؐ، فخرِ بنی آدم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف، مدحت وستائش اور ان کے حسن وجمال، جاہ وجلال، جود وعطا اور فضل وکمال کے اظہار بیان کے لیے ہوتا ہے۔چاہے یہ اظہار وبیان تقریر کی صورت میں ہو یا تحریر کی شکل میں، نثر کے جامہ زیب میں ہو یا نظم کے پیراہنِ رنگین میں۔''

بہرحال نعت گوئی کی تعریف کے بعد نعتِ شریف کی ابتدا سے متعلق غور کیجئے تو سب سے پہلے مدحِ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ارشادِ باری تعالیٰ شانہ سے ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اس کے لیے آیاتِ قرآنِ مجید ورفعنا لک ذکرک، وما

ارسلنک الا رحمتہ للعالمین، انک لعلی خلق عظیم وغیرہ وغیرہ بطورِ شواہد سامنے آتے ہیں۔ عربی میں اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن زبیرؓ اول اول نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد قصیدۂ بردہ شریف کے بارے میں تو کچھ کہنے سے اس عاجز کا قلم عاجز ہے۔

فارسی شاعری میں نعت کا آغاز حضرت فخر الدین اسعد گرگانی سے لے کر حضرت جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ جن کا ایک نعتیہ قطعہ آج بھی عاشقانِ رسولِ اکرمؐ کے لیے حرزِ جاں وورد زباں بنا ہوا ہے

بلغ العلی بکمالہ　　　کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ　　　صلوعلیہ وآلہ

قصہ مختصر حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے تو (ہر چند نعتِ نبی کا معاملہ ایسا ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا) ایک حد تک اس کا حق ادا کر دیا ہے ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر　　　من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کے بعد فارسی شعراء کی مدح گوئی و نعت نگاری کا سلسلہ طویل ہے۔ ہندوستانی فارسی گو شعراء کی نعت گو سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اردو کے شعراء کی نعت نگاری کی طرف آتے ہیں تو ہمیں اردو میں نعت گوئی کی ابتدا کے بارے میں بڑی مسرت انگیز بات سامنے آتی ہے کہ جس طرح اردو کی پیدائش اور اس کی پرورش جنوب میں ہوئی ہے بالکل اسی طرح اردو میں سب سے پہلی نعت بھی جنوب کے ایک صاحبِ دل محمد قلی قطب شاہ معانی (وفات ۱۰۲۰ھ) کی ایک نو شعر والی نعت مانی جاتی ہے، جس کا مطلع ہے ؎

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور سے　　　آبِ کوثر کو شرف تھڈی کے پانی پور سے

آج اردو میں نعت نگاری ایک متبرک اور مقدس کاوش کے ساتھ ایک وسیع اور ایک مستقل فن کا درجہ رکھتی ہے۔ جس پر تبصرے کا یہاں موقع نہیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ جتنی متبرک اور مقدس چیز ہے، اتنی ہی حزم واحتیاط کی حامل بھی ہے۔

عرفی شتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است

آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

حاصلِ کلام جب ہم علیم صبا نویدی کی نعت نگاری پر نظر کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان کی

شاعرانہ آزادمزاجی اس باب میں ہمیشہ صالح اقدار و کردار کی حامل رہی ہے۔ لہٰذا ان کی نعت گوئی سے وابستگی فطری ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ یوں تو ان کا دل حبِ نبیؐ اور عشقِ رسولؐ سے ہمیشہ ہی معمور نظر آتا ہے، لیکن اب ان کی رشد و ہدایت کی طرف پوری سپردگی کے بعد یہ رنگ چوکھا ہو گیا ہے۔ بعض موقعوں پر تو ان پر ایک عجیب والہانہ کیفیت اور جذب کا عالم طاری دکھائی دیتا ہے۔ جہاں وہ 'با محمدؐ ہوشیار' کی حدوں کو بھی پار کر جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر ان کی نعت نگاری میں جدت طرازی کی پوری پوری چھاپ ہے اور اس میں ان کا اپنا ایک رنگ اور مزاج برابر نمایاں ہے۔

وہ کسی بھی صنفِ سخن میں طبع آزما ہوں، نعت گوئی کو مقدم رکھتے ہیں۔ ہائیکو نظمیں کہنے کی باری آئی تو اس میں بھی انہوں نے اس مقدس جذبے کو آگے رکھا اور نعت سے اس صنفِ سخن کو قدر و منزلت بخشی۔ اس بارے میں پروفیسر کرامت علی کرامت نے 'ترسیلے' ہائیکو نظموں کے مجموعے کو پوری کی پوری ایک مربوط نعتیہ طویل نظم قرار دے دیا ہے۔ یہ ان کی اپنی رائے سہی مگر مذکورہ مجموعے کی پوری نظمیں نعتیہ نہ سہی اکثر نظمیں نعتیہ کہلائی جاسکتی ہیں۔ بطورِ مثال چند نظمیں پیش ہیں

- دل نادیدہ وہ نگینہ ہے
  گوشے گوشے میں جس کے عکس فشاں
  بارگاہِ شہِ مدینہؐ ہے

- ذہن مائلِ پرواز
  دل اپنی وسعتوں میں گم
  آنکھ نورِ محمدی کا ظہور

- دل میں ہیں نقش اے نورِ مبیںؐ
  فیضِ سردارِ انبیاء گھر گھر
  منظرِ آیت سکوں آگیں

- وہ صدف آشنا گہر واقف
  سرورِ کائنات شاہِ دیںؐ
  جوہرِ شیوۂ نظر واقف

- نورِ ارض و سماءِ کامل
  واقفِ رازِ جوہرِ کونینؐ
  شاہِ کون و مکاں عرب کا دل

- وہ نبوت کے تاج کے حق دار
  آدمیت کی اولیں تصویر
  وہ ہیں خیر الامم، شہِ ابرارؐ

- آپؐ ہی آپؐ اول و آخر
  آپؐ کا فیض روزِ محشر تک

- آپؐ کے ذکر میں قلم کا سر
  جھک گیا ہے بصد عقیدت سے

آپ کا نور سارے عالم پر اور الفاظ ہو گئے ہیں گہر

ان کا تازہ مجموعۂ نعت 'مراۃ النور' پورے کا پورا نعتیہ کلام ہے۔ جس میں ایک حمد کے علاوہ چھیالیس نعتیں ہیں۔ اور اپنے رنگ کی خاص جدت وندرت کی حامل ہیں۔۔ جس میں ایک تڑپتے اور محبت والفت سے سوز وگداز میں تپتے ہوئے دل کو اچھی طرح محسوس کیا جاسکتا ہے۔ زبان وبیان، روایت وقیود سے قطعِ نظر، والہانہ اندازِ بیاں ایک کیف و جذب میں ڈوبے ہوئے عالم کا اظہار اپنی نمایاں کیفیت لیے ہوئے ہے۔ علیم صبا نے اس موقع پر بھی اپنی پہچان اور چھاپ کس طرح برقرار رکھی ہے۔ ملاحظہ ہو

- دیوار و در بھی فرش بھی محوِ نظارہ ہیں

  وہ آگئے، نصیب کی چادر بچھایئے

- یادِ شہِ لولاکؐ سے معمور ہے سینہ

  اللہ رے قسمت مری، پرنور ہے سینہ

- ہر سو رخِ انوار، رسولِ عربیؐ کا

  کیا جلوہ ہے ضو بار، رسولِ عربیؐ کا

- تاریکیاں نصیب کو چھولیں مجال کیا

  جلوہ فگن ہیں قلب ونظر پر رسولِ پاکؐ

اس عالم میں بھی صباؔ اپنی پہچان کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ہیں۔

- میں صباؔ اک قطرۂ ناچیز ہوں

  علم وعرفاں کا سمندر ہیں نبیؐ

فوراً ہی رحمۃ للعالمین کی رحمت سامنے آجاتی ہے اور وہ پوری بے تابی کے ساتھ اس کے سائے میں پہنچ جاتے ہیں۔

- کیا کہوں میں رحمتِ شاہِ اممؐ گھر کا گھر روشن ستارہ ہو گیا
- دامنِ نور میں جگہ لے لوں جب محمدؐ کا آسرا لے لوں
- اپنی سانسوں کا زخم بھرنے کو ذکرِ محبوبؐ کبریا لے لوں

  پھر ان کی یادوں کا سفر جو رکتا نہیں۔

- ہے جنت بداماں خیالِ نبیؐ — ہے یادِ نبیؐ دو جہاں کا سفر

میرا ہر ایک سفر آپؐ تلک جا کے رکا — آپؐ کے لطف و کرم ذہن منور میں رہے

جدید سے جدید تر رنگ میں بھی ان کا اپنا طرز بیان ایک انوکھی ندرت کا حامل ہے۔جس میں شعور و عرفاں کی آنکھیں جاگتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

- چشمِ انوارِ مبارکؐ سے کھلا رازِ حیات — اور کونین کے سوئے ہوئے گوہر جاگے
- ذرے ذرے پہ تھا نیندوں کا تسلط ہی صبؔا — وہ جو آئے تو زمیں جاگی، سمندر جاگے
- دل ہے نورِ محمدیؐ کا گھر — حق کی پہچان ہے نبیؐ کا گھر

دل نورِ محمدیؐ کا گھر کیا بنا، نبیؐ کا گھر بن گیا۔ پھر معرفتِ ذاتِ حق کا مخزن ہوتے ہیں، کیا شبہ رہ جاتا ہے۔
غرض ایک مختصر سے مختصر مجموعۂ نعتِ نبیؐ جو صبا نویدی نے مختصر مدت میں ترتیب دیا ہے، ان کے اپنے بقول۔

- شہِ امم کی نوازش ہے، شاہِ دیں کا کرم

صبا نویدی کی ہے عمرِ مختصر روشن

عمرِ مختصر ایک عمرِ طویل کو محیط ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ اللہ کرے کہ ان کی عمر طویل ہو اور ان کی خدمت نعت و منقبت طویل سے طویل ہو۔مگر میں اپنے کلمات کو اس موقع پر ضرور ہی مختصر کر لیتا ہوں کہ کہیں میرا اپنا اظہار، کہانی مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی نہ بن جائے

آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے صبا نویدی کے سلام کا ایک شعر پیش کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں۔

- جھک گئی ہیں مری سانسیں بھی نویدی بہ ادب

شاہِ مکہؐ پہ مدینے کے پیمبرؐ پہ سلام

باقیات صالحات عربک کالج
ویلور (ٹملناڈو)

پروفیسر محبوب باشاہ محبوب

علیم صبا نویدی اور نعت گوئی

علیم صبا نویدی ٹمل ناڈو کے واحد فن کار ہیں جنھوں نے بڑی لگن اور محنت سے ہند و پاک کی ادبی تاریخ میں ایک ممتاز مقام و مرتبہ حاصل کیا ہے۔ علیم صبا جدید ادب کے نمائندہ فن کار ہیں۔ اور ان کی شاعری کی عمر زیادہ سے زیادہ تیس ۳۰ سال کی ہوگی اور اس عرصہ میں انھوں نے جدید اصناف سخن خصوصاً سانیٹ، ہائیکو، بلانک ورس وغیرہ میں نہ صرف بھر پور دسترس حاصل کی بلکہ ان اصناف میں بہت ہی کامیاب ترین تجربے کئے اور اپنے ان کارناموں سے ٹمل ناڈو کی علمی و ادبی سرزمین کو ہند و پاک سے متعارف کرایا ہے۔ ٹمل ناڈو میں سانیٹ کی صنف کو اردو ادب میں روشناس کرانے میں ڈاکٹر عزیز تمنائی کو جہاں اولیت حاصل ہے وہاں سانیٹ کو مستقل نعت کی شکل دینے میں علیم صبا نویدی کو بھی امتیازی مقام حاصل ہے۔ ان کی یہ خدمت اردو ادب کی تاریخ میں آفاق گیر شہرت کی حامل ہے۔

نعت گوئی سہل نہیں ہے اور ہر کسی کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ جب تک عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ سینے میں نہ لگی ہو اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت نے دل میں اپنی جگہ متعین نہ کی ہو نعت میں اثر پزیری ناممکن ہے۔ مگر علیم صبا نویدی کی نعتوں میں یہ دونوں صفات اپنی بھر پور وسعت اور گہرائی کے ساتھ موجود ہیں۔ علیم صبا نویدی آرکاٹ کے ایک عارفانہ خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا سلسلہ دادہیال و ناہیال دونوں طرف سے روحانیت سے معمور ہے۔۔ میرے خیال میں یہی روحانیت بہ صورتِ شعر و ادب ان کو ورثے میں ملی ہے۔ ان کا دادہیال ٹمل ناڈو کے مشہور و معروف سادات حسینی سے تعلق رکھتا ہے اور ان کے نانا مدراس کے مشہور عارف پیر و مرشد شاہ محمد امین الدین قادری شطاری فاروقی (المتوفی ۱۹۳۸ء) تھے۔ وہ اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے اور میرے

والد بزرگوار حضرت نواب مولانا مولوی شاہ تجمل حسین قادری ایمان گو پاموی قدس سرہ (خلیفۂ حضرت شمس العلماء شاہ عبالوہاب قادری، بانی مدرسۂ باقیات صالحات، ویلور) کے قدیم رفقاء میں سے تھے۔ جن سے راقم الحروف کو بھی نیاز حاصل ہے۔

میں نے اپنے طویل ادبی سفر میں بہت سے نعت گو شعراء کا کلام پڑھا ہے اور وقتاً فوقتاً اس کا گہرا تاثر بھی قبول کیا ہے۔ مگر علیم صبا نویدی کے جدید لب ولہجہ میں کہی گئی نعتیں مجھ پر بہت ہی اثر اندوز ہوئیں۔ دل کی گہرائیوں میں اتر کر خون دل کے ساتھ رگوں میں پھیلنے والی ان نعتوں کی تاثیر اور قلب ونظر کو معطر کرنے والی اس کی خوشبو نے مجھے علیم صبا نویدی کے نعتیہ کلام کو مرتب کرنے کی طرف مائل کیا۔ بالخصوص ان کی نعتوں میں لفظ 'نور' کا ہمہ جہت استعمال اور اس کی لامحدود نورانیت نے مجھے ایک نئی بصیرت سے مالا مال کیا ہے۔

زیر نظر مجموعہ ''ن'' ''نور السموات'' سے بہت پہلے مرتب ہوا تھا مگر اس کی پیش کش میں تاخیر چند ناگزیر حالات کی وجہ سے ہوئی تھی۔ الحمد اللہ اب یہ انتخاب مکمل طور پر ترتیب پا چکا ہے۔ اسمیں میں نے ہندو پاک کے مشہور و معروف ناقدین کے چند مضامین بھی افادیتِ عامہ کے پیشِ نظر شامل کر لئے ہیں۔ مجھے امید ہیکہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس انتخاب سے خوب مستفیذ ہونگے اور شاعر و مرتب کے حق میں دعائے خیر کرینگے (مطبوعہ نعتیہ مجموعہ'ن ۱۹۹۵ء)'

علاّمہ ناوک حمزہ پوری

علیم صبا نویدی کی نورانی نعت گوئی

(بحوالہ نورِ اعظم)

راہِ سلوک میں سالک پر عبادت میں انہماک اور ریاضت میں استقامت واستمرار کی بدولت وہ کیفیت بھی طاری ہوتی ہے۔ جب وہ اللہ کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اللہ کی کان سے سنتا ہے اور اللہ کے ہاتھ سے عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہ ایک تمثیلی بیان ہے۔ ورنہ ہم آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ ذاتِ پاکِ الٰہی ان اعضاء وجوارح کی علت سے پاک ہے۔ مقصود مطلب یہ ہے کہ سالک جملہ امورتائیدِ غیبی سے انجام دیتا ہے۔ یہ حدیثِ شریف اس پر شاہد عادل ہے

لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احبتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا

تاریخِ ادبِ اردو میں دو اساتذہ بڑے نامور اور ذی شان گذرے ہیں۔ اول تو حضرت داغؔ دہلوی ہیں جو بجا طور پر فرما گئے ہیں کہ ''اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ'' لیکن داغ کی دنیا دوسری تھی۔ انھیں کے ہم عصر دوسرے استاذِ فن تھے حضرت امیر مینائی۔ انھیں بھی بجا طور پر ملکِ سخن کا آخری تاج دار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ان کی دنیا ہی دوسری تھی غزل یہ بھی کہنا چاہتے تھے اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ داغؔ کے رنگ کی غزل کہنا چاہتے تھے۔ لیکن ان کی شعوری کوشش پر ان کا تحت الشعور حاوی ہو جاتا تھا۔ اور غزل کی بجائے نزول ہونے لگتا تھا، نعتیہ اشعار کا۔ یہ نتیجہ تھا افتادِ طبع کا۔ یہ کرشمہ تھا الطاف واکرام الٰہیہ کا۔ میں حلول کا قابل ہوتا تو عرض کرتا کہ شاید حضرت امیر مینائی کی روح حضرت علیم الدین علیم صبا نویدی میں حلول کر گئی ہے۔ علمی وادبی تخلیق بھی عبادت ہی کا درجہ رکھتی ہے۔ بقولِ کے

بالفعل ہے عارف کی عبادت تخلیق

لاریب ہے صوفی کی ریاضت تخلیق

مرتاض کا انہماک حاصل ہو اگر

بن جاتی ہے لازوال دولت تخلیق

علمی وادبی تخلیقات میں حضرت علیم صبا نویدی نے جس اشتغال وانہماک کا مظاہرہ کیا ہے اور

تصنیفات وتالیفات کے میدان میں وہ جوہر دکھائے ہیں کہ دنیائے ادب کے عظیم مصنفین میں باوقار مقام پیدا کرلیا ہے اور نظم ونثر کی بیشتر اصناف میں مجاہد و مجتہد وموجد کی حیثیت سے اپنا نام روشن کرایا ہے۔

نعت گوئی کی طرف علیم صبا کی فطری مناسبت نے امیر مینائی سے ان کی مماثلت کی طرف مجھے مائل کیا۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اپنی کثیر الجہات ادبی خدمات کے شانہ بہ شانہ علیم صبا نویدی نعت گوئی سے بطورِ خاص شغف رکھتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ شعوری طور پر خواہ ان کی مشغولیت کسی بھی نوعیت کی رہی ہو لیکن تائیدِ غیبی ونصرتِ الٰہی سے وہ از خود رفتہ ہو کر نعت گوئی کی طرف لپک پڑتے ہیں اور میرے خیال میں

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

'مراۃ النور' 'نور السمٰوات' 'ن' اور نورِ اعظم' جیسے خالص نعتیہ شاعری کے مجموعوں کے دوش بدوش ان کی دوسری اصناف کی تخلیقات بھی ان کی طبعی سلاست روی وفکری پاکیزگی اور جمالیاتی تطہیر کے نور سے اکثر منور نظر آتی ہیں۔'نور السمٰوات' 'تو خلاصتاً سانیٹ پر مشتمل نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔ اور میرے علم میں سانیٹ کی ہیئت میں یہ نعتِ شریف کا اولین مجموعہ بھی ہے۔

میں نے حضرت علیم صبا نویدی کی نعتوں کو 'نورانی نعتیں' کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری کے مجموعوں کے نام میں یہ لفظ کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی اکثر نعتوں میں یہ لفظ ضرور آیا ہے۔ اگر اتفاقی طور پر کوئی نعت اس لفظ سے خالی بھی ہے تو پھر اس کی جگہ اجالا، روشنی، چراغ، سراج وغیرہ جیسے الفاظ ضرور آئے ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ لگے ہاتھوں زیر نظر مجموعے کی نعتوں سے چند اشعار پیش کرتا ہوں ؎

- میرے ہاتھوں کی لکیروں کو بھی نورانی کر

فکرِ دل گیر سہی، فکر کو لاثانی کر

- انہیں نصیب ہے نعتِ محمدی کا سفر

وہ جن کے ذکر میں رہتی ہیں انگلیاں روشن

- پتلیوں کے لب پہ ہے جب سے درود

ہر طرف ہر شئے نئی پیشِ نظر

- وردِ درودِ شاہِ امم کا یہ سلسلہ

سانسوں کی رہگذر کو بھی پرنور کر گیا

- مصطفائی نکہتوں سے ہر فضا

رحمتوں کی راج دھانی ہو گئی

- چومنے پاؤں شاہِ طیبہؐ کے

چاندنی کا جلوس اترا ہے

ایسی نئی معنویت سے بھرپور اشعار کے شانہ بہ شانہ مجھے وہ اشعار بھی پسند آئے جو ہر مسلمان صاحبِ ایمان سے تقاضا کرتے ہیں کہ ان نوری کرنوں کو دوسروں تک پہنچائیں۔ پھیلائیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم میں ایسی جماعت، ایسے لوگ ہونے چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف ترغیب دیں اور شر سے روکیں۔ آپؐ نے بھی حجتہ الوداع کے موقعے پر اسلامی تعلیمات کا ذکر بالاجمال کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں یہ بات، یہ احکامات پہنچادیں۔ چنانچہ علیم فرماتے ہیں۔

- ہے داغ دار ہوش اسے پھینک دو یہیں

احساس لے چلا ہے چلو سوئے مصطفےٰؐ

- دامنِ مصطفےٰؐ صباؔ تھامو

ہے عبث فکرِ دولتِ دنیا

- ظرف جتنا ہو جس کا اٹھائے وہ فیض

فہم و ادراک کا ہیں سمندر نبیؐ

- ہے نویدی بخت ور کہ خانۂ ادراک پر

ہر نفس ہیں نور افشاں رحمۃ اللعالمینؐ

- ذکرِ خیر الوریٰؐ سے ہٹ کے صباؔ

دل میں ہو جائے نور، ناممکن

- مکاں میں نور رہوا اور لا مکاں روشن

ہوئے ہیں شاہِ مدینہؐ سے دو جہاں روشن

یہ مثالیں مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ہیں۔ تلاش کی ضرورت نہیں۔ بس اوراق الٹتے جایئے اور ہر ہر نعت میں ایسے نورانی اشعار کی تجلیات سے ذہن و دل منور کرتے جایئے۔ یہ کیوں کر ہوا؟ بفضلِ الٰہی حب رسولؐ کی بدولت فکر و جذبے کی یہ تطہیر نصیب ہوتی ہے۔ آپؐ اللہ کے محبوب ہیں اور بہ مصداق اول ما خلق اللہ نوری اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے سب سے پہلے آں حضورؐ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے پوری کائنات بنائی۔ یہی نہیں کئی آیات میں آپؐ کو سراج منیر اور نورِ مبین فرمایا۔ (وانزلنا الیکم نورا مبینا)۔ ظاہر ہے کہ اس نورِ مبین سے تو دو جہان روشن ہیں۔ پھر شاعر اور وہ بھی بہ فضلِ تعالیٰ ایک مومن شاعر اس نورِ اعظم سے ربطِ خاص کیوں کر نہ رکھے۔ اس لیے دیکھتا ہوں کہ محبتِ رسولؐ کا یہ بڑا شدید جذبہ علیم کے دل میں موجزن ہے اور اس کی نورانی برکت سے شاعر کی ذات اور شاعر کی ہر بات نوری ہو گئی ہے۔

- عشقِ احمدؐ میں ہماری ذات نور آور ہوئی

جب کہی، جو بھی کہی وہ بات نور آور ہوئی

ظاہر ہے کہ جس کی محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے اس کا ذکر بھی زباں پر جاری رہتا ہے۔ آپؐ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نہ صرف یہ کہ اپنے محبوب پر درود و سلام بھیجتا ہے بلکہ فرشتوں سے بھی درود و سلام بھیجنے کو کہتا ہے۔ اور اس حکم کو عام کرتے ہوئے تمام اہلِ ایمان کو بھی درود و سلام کا نذرانہ بھیجنے کی تاکید کرتا ہے۔ علیم صبا نویدی خوش بخت ہیں کہ اس کارِ خیر و برکت سے وہ بھی بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔

- اس شہنشاہِ عربؐ دین کے رہبرؐ پہ سلام

سرورِ کون و کاںؐ نور کے پیکرؐ پہ سلام

ترویج و تشہیر شعر و ادب میں علیم صبا نویدی اپنی اجتہادی کوششوں کے لیے بھی مشہور ہیں۔ نت نئی راہیں تلاش کی ہیں۔ اسلوب و ادا میں تازہ کاری کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ اور ایسے تازہ کار اشعار اپنی معنویت اور تاثیر ہر دو لحاظ سے مرکزِ نظر بن جاتے ہیں۔

- ذکرِ شاہِ دیںؐ کرنا شیوۂ نویدی ہے

نعتِ مصطفےٰ کہنا شیوۂ نویدی ہے

- آنکھوں کی کائنات منور ہے اس لیے
پیشِ نظر ہے ہر گھڑی فرمانِ مصطفےٰ

یہ اشعار احکامِ الٰہی کی پیروی اور سنتِ رسولؐ پر کاربند رہنے کی ترغیب لوگوں کو دیں گے۔ انشاء اللہ

بعض اشعار سے دو بزرگوں کی یاد آئی۔ متوازی خطوط کی طرح چلنے والے یہ دو بزرگ تھے۔ حضرت مولانا اشرف تھانوی اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ ہوا یہ کہ جب آخر الذکر کے انتقال کی خبر مولانا تھانوی کو ملی تو وہ زار وقطار رونے لگے۔ دیکھنے والے محوِ حیرت تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ ایک قدرے شوخ دیدہ مرید سے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟' زندگی بھر تو آپ انھیں گمراہ بدعتی کہتے رہے اور اب ان کی موت کا غم منا رہے ہیں۔ مولانا تھانوی خفا ہوئے۔ فرمایا' تمھیں کیا معلوم کہ وہ کس مقام پر تھا۔ عشقِ رسولؐ نے اسے از خود رفتہ کر رکھا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ایسے میں بعض اشعار علیم صبا نویدی کی نوکِ قلم سے جو اس نوعیت کے ٹپک پڑے ہیں۔

- محوِ سجدہ ہے صباؔ آج درِ اقدس پر
جذبۂ عشقِ نبیؐ سے ہے منور چہرہ

تو گمان گذرتا ہے کہ یہ بھی غلبۂ جذبۂ عشق کے غلو کے سبب ہی ہے۔

میرؔ نے کہا — سہل ہے میرؔ کو سمجھانا کیا — ہر سخن اس کا اک مقام سے ہے

اب یہ ہے کہ یہ مقام ہو یا پھر تسلیم ورضا، قیام وقعود، رکوع وسجود وغیرہ لغت کے معنی پر نہ جایئے۔ یہ اصطلاحاتِ صوفیہ بھی ہیں اور ان کے معنی ان کے ذاتی تجربات ومشاہدات کے تابع ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ یہ شعر قدرے ردو بدل کے ساتھ علیم صبا نویدی کی نذر کروں

- سہل کب ہے سمجھنا تجھ کو صباؔ — ہر سخن تیرا اک مقام سے ہے

اب چوں کہ یہ مجموعہ مطبوعہ ہے اور عوام وخواص ہر دو کی نظروں سے گذرے گا، اس لیے بطورِ حفظ ماتقدم کہنا پڑتا ہے کہ علیم صبا نویدی کی قد آور شخصیت اپنی جگہ مسلم لیکن جی چاہتا ہے کہ فنی ولسانی سطح پر بھی وہ قدرے احتیاط سے کام لیتے تو ان کا شمار اساتذۂ سخن کی صف میں بھی ہوتا۔

پروفیسر بی شیخ علی

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری

رسالت کا اہم فریضہ ہے شانِ رحمانی، فطرت رحمانی، فطرت ربانی و ذات کبریائی کی ترجمانی کرنا اور نعتیہ شاعری کا اہم فریضہ ہے۔ رسالت کے روشن ضمیر کو تقدس کے ہاتھوں آب زر سے نکھارنا، یہاں حق آئینہ حسن کا چرچہ ہوگا اور حسن آئینۂ دل کا بھی۔ یہاں کون و مکان کے نور کا بھی ذکر آئے گا اور ذاتِ اقدس کے جمال و کمال کا بھی۔ یہاں عقیدت کے پھول بھی نچھاور کئے جائیں گے۔ اور حقیقت کے موتی بھی رولے جائیں گے۔ یہاں رحمتِ عالمؐ کے لطف و کرم کا نظارہ بھی پیشِ نظر ہوگا اور بشریت کی درماندگی و وارفتگی کا بھی۔ یہاں حب رسولؐ سے سرشار مومن تزکیۂ نفس کے بھی متلاشی ہوں گے اور صمیمِ قلب کے بھی خواہاں۔ یہاں سرمستیٔ عشقِ رسولؐ کا جام خود بھی پیا جائے گا۔ اور دوسروں کو بھی پلایا جائے گا۔ یہاں فکر کی بلندی اور تخیل کی پرواز کا بھی پتہ چلے گا اور فن کی عظمت و وقار کا بھی۔ غرض نعتیہ شاعری میں وہ جلال ہوگا جو مظہرِ ربانی کے اس آئینہ کو پیش کرے گا جو بعثتِ رسولؐ کی وجہ منظر عام پر آیا تھا۔

مسرت کی بات ہے کہ یہ ساری باتیں علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری میں پائی جاتی ہیں۔ جب تک رسولِ اکرمؐ سے والہانہ عشق نہ ہو، نعتیہ شاعری میں روح کارفرما نہ ہوگی۔ اس عشق کا آغاز اس وقت تک نہ ہوگا، جب تک کہ شاعر کا دل نورِ معرفت سے معمور نہ ہو جائے۔ جب یہ چنگاری بھڑک اٹھے گی تو دماغ میں ایک شورش برپا ہوگی اور عقیدت کے پھول بکھرنے لگیں گے۔ وجدانی کیفیت سے خیالات کا ایک طوفان اٹھے گا تخیل کی پرواز آسمانوں کو چیر کر حقیقت کے پردے فاش کرے گی۔ اور کائنات کے اسرار و رموز کی پہچان میں لگے رہے گی۔ یہ سب نتیجہ ہوگا عشق رسولؐ کا جو روح میں پیوست ہو کر شاعر کو اس مقام پر پہنچا دے گا، جہاں وہ کہے گا۔

• بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے   ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

آپ کا نور سارے عالم پر اور الفاظ ہو گئے ہیں گہر

ان کا تازہ مجموعۂ نعت 'مراۃ النور' پورے کا پورا نعتیہ کلام ہے۔ جس میں ایک حمد کے علاوہ چھیالیس نعتیں ہیں۔ اور اپنے رنگ کی خاص جدت وندرت کی حامل ہیں۔۔ جس میں ایک تڑپتے اور محبت والفت سے سوز وگداز میں تپتے ہوئے دل کو اچھی طرح محسوس کیا جاسکتا ہے۔ زبان وبیان، روایت وقیود سے قطعِ نظر، والہانہ اندازِ بیاں ایک کیف و جذب میں ڈوبے ہوئے عالم کا اظہار اپنی نمایاں کیفیت لیے ہوئے ہے۔ علیم صبا نے اس موقع پر بھی اپنی پہچان اور چھاپ کس طرح برقرار رکھی ہے۔ ملاحظہ ہو

- دیوار و در بھی فرش بھی محوِ نظارہ ہیں
  وہ آگئے، نصیب کی چادر بچھایئے
- یادِ شہِ لولاکؐ سے معمور ہے سینہ
  اللہ رے قسمت مری، پر نور ہے سینہ
- ہر سو رخِ انوار، رسولؐ عربی کا
  کیا جلوہ ہے ضو بار، رسولِ عربی کا
- تاریکیاں نصیب کو چھولیں مجال کیا
  جلوہ فگن ہیں قلب ونظر پر رسولِ پاکؐ

اس عالم میں بھی صبا اپنی پہچان کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ہیں۔

- میں صبا اک قطرۂ ناچیز ہوں
  علم وعرفاں کا سمندر ہیں نبیؐ

فوراً ہی رحمۃ للعالمین کی رحمت سامنے آجاتی ہے اور وہ پوری بے تابی کے ساتھ اس کے سائے میں پہنچ جاتے ہیں۔

- کیا کہوں میں رحمتِ شاہِ اممؐ گھر کا گھر روشن ستارہ ہو گیا
- دامنِ نور میں جگہ لے لوں جب محمدؐ کا آسرا لے لوں
- اپنی سانسوں کا زخم بھرنے کو ذکرِ محبوبِؐ کبریا لے لوں
  پھر ان کی یادوں کا سفر جورکتا نہیں ۔

- ہے جنت بداماں خیالِ نبیؐ ہے یادِ نبیؐ دو جہاں کا سفر

میرا ہر ایک سفر آپ تلک جا کے رکا آپؐ کے لطف و کرم ذہن منور میں رہے

جدید سے جدید تر رنگ میں بھی ان کا اپنا طرزِ بیان ایک انوکھی ندرت کا حامل ہے۔ جس میں شعور و عرفاں کی آنکھیں جاگتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

- چشمِ انوارِ مبارکؐ سے کھلا رازِ حیات اور کونین کے سوئے ہوئے گوہر جاگے
- ذرے ذرے پہ تھانیندوں کا تسلط ہی صبا وہ جو آئے تو زمیں جاگی، سمندر جاگے
- دل ہے نورِ محمدیؐ کا گھر حق کی پہچان ہے نبیؐ کا گھر

دل نورِ محمدیؐ کا گھر کیا بنا، نبی کا گھر بن گیا۔ پھر معرفتِ ذاتِ حق کا مخزن ہوتے ہیں، کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

غرض ایک مختصر سے مختصر مجموعۂ نعتِ نبیؐ جو صبا نویدی نے مختصر مدت میں ترتیب دیا ہے، ان کے اپنے بقول۔

- شہِ امم کی نوازش ہے، شاہِ دیں کا کرم

صبا نویدی کی ہے عمرِ مختصر روشن

عمرِ مختصر ایک عمرِ طویل کو محیط ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ اللہ کرے کہ ان کی عمر طویل ہو اور ان کی خدمت نعت و منقبت طویل سے طویل ہو۔ مگر میں اپنے کلمات کو اس موقع پر ضرور ہی مختصر کر لیتا ہوں کہ کہیں میرا اپنا اظہار، کہانی مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی نہ بن جائے

آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے صبا نویدی کے سلام کا ایک شعر پیش کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں۔

- جھک گئی ہیں مری سانسیں بھی نویدی بہ ادب

شاہِ مکہؐ پہ مدینے کے پیمبرؐ پہ سلام

باقیات صالحات عربک کالج

ویلور (ٹملناڈو)

علامہ ماجد الباقری

نعت گوئی میں ذکرِ رسولؐ کی معراج

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اور نعت گوئی کا سلسلہ عہدِ رسالت ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جو فتحِ ایران کے بعد فارسی شاعری کی روایات میں بھی شامل ہو گیا۔ جب ہندوستان میں ہندی یا اردو شاعری فارسی سے متاثر ہوئی تو عربی اور فارسی کے وسیلے سے اردو میں بھی نعت گوئی ابتدا ہی سے شامل ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت سے جب کہ چھاپے خانے قائم بھی نہیں ہوئے تھے، ہندی بھجن اور پرارتھناؤں کے دوش بہ دوش اردو شاعری کا آغاز ہی حمد و نعت جیسی مقدس صنف سخن سے ہوا تھا۔ اسی سلسلے میں صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے مقامی بولیوں کی ملاوٹ سے سندھ (ہند) دوآبہ، دکن، پنجاب اور دیگر علاقوں میں اردو میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول کا اظہار نعت کے ذریعے کیا۔

اردو زبان کا شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس نے نعت نہ کہی ہو۔ یہاں تک کہ سرورِ عالمؐ سے عقیدت اور احترام کا رشتہ غیر مسلم شعرائے کرام نے بھی قائم رکھا ہے۔

علیم صبا نویدی عصرِ حاضر کے مصروف ترین افسانہ نگار، شاعر اور نقاد ہیں۔ انہوں نے قریب قریب تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آزاد غزل کے میدان میں بھی وہ پیش پیش ہیں۔ ان کے کلام اور نظم و نثر کے متعدد مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ جنھیں اربابِ نقد و نظر نے دل سے پسند کیا۔ 'مراۃ النور' انکی نعتوں کا پہلا مجموعہ ہے۔

اردو شاعری میں نعت گوئی کا رواج روایتی انداز میں رہا ہے۔ اور اکثر شعراء نے حسن و عشق اور محبوب کے سراپا کی روایتی شاعری کی طرح نعت کو بھی محسوس کئے بغیر قصیدے کے بیانیہ انداز میں کہا ہے۔ علیم صبا نویدی

چوں کہ جدید (نئی) غزل کے مشاق شاعر ہیں۔ انھوں نے نعتیں غزل کے اسلوب میں کہی ہیں۔ قاعدہ ہے کہ جو جتنی اچھی غزل کہے گا وہ نعت بھی اتنی ہی اچھی کہہ سکتا ہے۔ یعنی ضروری نہیں ہے کہ ایک اچھا نعت گو اچھی غزل بھی کہہ سکے۔ لیکن ایک اچھا غزل گو اچھی نعت کہہ سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ علیم صبا نویدی کی نعت غزل کی طرح نئے زاویوں میں لپٹی ہوئی ہے اور دل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔

علیم صبا نویدی اپنی نعتوں میں ایک ایسے اہلِ دل اور اہلِ ایمان و عاشقِ رسول نظر آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اتباع کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اپنا ایک ایک لمحہ ذکرِ رسول صلعم کے لیے وقف کر دیا۔

- ہر گھڑی ہر نفس خدا کے گھر — سرورِ انبیاءؐ سے روشن ہم
- میری آنکھوں کے سامنے ہر دم — نقشِ پائے رسولؐ ہوتا ہے
- ہر نفس ہے صبا نویدی اب — عکسِ یادِ رسولؐ سینے میں

ان کے تمام اعضاء دل، دماغ، آنکھ، ہاتھ، پیر کا رخ نورِ محمدیؐ کی جانب مڑا ہوا ہے۔ وہ انتہائی وارفتگی، خود سپردگی اور شیفتگی سے رسالت مآبؐ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ وہ ذاتِ رسولِ پاکؐ میں اتنا مدغم ہیں کہ خود بھی اس نور کا حصہ بن گئے ہیں۔ یہ مدارج کس طرح طئے ہوئے اور کس طرح نوران کی ذات کا حصہ بن گیا۔ کچھ کچھ ان کے اشعار سے جھلکتا ہے۔

- نورِ کلامِ پاک کے دامن کو تھام کر — کوئے حبیبؐ پہنچا خیالات کا سفر
- نورِ احمدؐ چھپا ہے سینے میں — آ گیا لطف اور جینے میں
- دو جہانوں کا نور آپؐ ہوئے — یا ربِ غفور آپؐ ہوئے

علیم صبا نویدی پر عشقِ رسولؐ کا اتنا غلبہ ہے کہ عالمِ محویت میں اس نوع کے اشعار وارد ہوئے ہیں۔

- اپنے باطن کی تھام کر انگلی — میں مدینے کی ہر گلی میں ہوں
- عمر بھر کرتا رہا یادِ محمدؐ کا سفر — بعد مردن مرے اعمال کا دفتر مہکا
- جسم ہندوستاں کی نذر رہا — آنکھ پہنچی مری مدینے میں

حال و قال کی منزلوں میں گزر بسر کے باوجود ایک مومن کی حیثیت سے عرفانِ ذاتِ باری کے لیے

قرآن اور سنت کی روشنی میں خدا کے رسولؐ ہی کو وسیلہ بناتے ہیں۔

- جب محمدؐ کا نظارہ ہو گیا　　　آسماں والا ہمارا ہو گیا

وہ تو موجود تھا ہر شئے میں ہر اک ذرے میں　　　آپؐ کی ذات سے اللہ کا عرفان ہوا

'ن' میں علیم صبا نویدی کی زبان سادہ، اسلوب فکر انگیز اور تشبیہ و استعارات کا استعمال متنوع ہے۔ ہر مصرعے سے قرآن و احادیث اور اسلامی تعلیمات کا وسیع مطالعہ روشنی پھیلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے فکر و فن پر رسولِ اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سایہ افگن ہیں۔ یہ ان اشعار سے بڑی حد تک ظاہر ہو جاتا ہے۔

فیضانِ مصطفائی کی یہ شان دیکھئے　　　شاعر کہیں ہیں اور کہیں ہم ادیب ہیں

- فیضِ شاہِ دینؐ سے فکرِ صبا　　　آسمانِ فن پہ روشن ہے یہاں
- قلم پر سایہ افگن ہوں محمدؐ　　　صبا کی بس یہی اک آرزو ہے

ڈاکٹر سید حامد حسین

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری

ایک عرصہ سے مدحتِ رسولؐ علیم صبا نویدی کی شعری کاوشوں میں ایک زرین رو کی حیثیت سے ابھر کر آ رہی تھی اور ان کی غزلوں، نظموں اور ہائیکو جیسے پیانوں میں پیش کی جانے والی تخلیقات میں براہِ راست یا لطیف ایمائی پیرائے میں نعتیہ مضامین کی جھلک دیکھنے کو مل رہی تھی۔ اب مراۃ النور میں اس حقیقتِ رسولؐ نے بھرپور تخلیقی اظہار پایا ہے۔

نعتیہ شاعری کی ایک لمبی روایت ہے۔ یہ روایت صرف اظہار کے پیرائے اور پیانے کی نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان آداب و احتیاطات سے بھی ہے جو مضامین مدحت کو تخیلی پیکر دینے اور برتنے میں بھی نزاکتیں پیدا کرتے ہیں۔ اس بارگاہ میں نہ تو بے باکیوں کو یارا ہے اور نہ غیر معتدل مبالغے کی پذیرائی۔ اس میدان میں شاعر نہ تو اپنی فکر کو بے لگام چھوڑ سکتا ہے اور نہ ہی موضوعِ سخن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس لیے اچھی نعتیہ شاعری غزل کی روایتی شاعری سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اچھے غزل گو شعراء کی ایک لمبی فہرست ہے جب کہ اچھے نعت گو شعراء کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔

ان پابندیوں اور احتیاطوں کے باوجود نعتیہ شاعری کو کلیتہً رسمی شاعری کے تحت نہیں رکھا جا سکتا۔ اچھی نعتیہ شاعری گہری ارادت و عقیدت کے تاثرات سے تحریک پاتی ہے اور اس قسم کے تاثرات بسا اوقات اس محسوساتی ڈسپلین اور جذباتی محویت کا نتیجہ ہوتا ہے جسے اکثر صوفیانہ تخیل کا نام دیا جاتا ہے۔

علیم صبا نویدی کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ ان پر غالب کی بادہ خواری اور صوفی منش کے فارمولے کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن ان کی شاعری نے عقیدتِ رسول کا جو یہ واضح رنگ اختیار کیا ہے، اس سے ان کے اندر متصوفانہ محرکات کی توانائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

علیم صبا نویدی جدید دور کے شاعر ہیں اور انھوں نے فکری و ہیئتی تجربات کو قبول بھی کیا ہے اور برتا بھی ہے۔ لیکن اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ اپنی توانائی سیلاب کے ساتھ بہہ کر نہیں حاصل کرتے ہیں۔ اس کا منبع خود ان کا ذوقِ شناوری ہے۔ بلکہ مجھے تو اکثر ایسا لگتا ہے کہ آزاد غزل، نثری نظم، ہائیکو اور دوسرے طرح طرح کے تجربے کرنے

والا یہ شاعر روایت کی مستحکم چٹان پر اپنے قدم جمائے ہوئے ہے اور تجربہ اسے ٹوٹ کر سیلاب کے ساتھ بہہ نکلنے پر آمادہ نہیں کرتا، بلکہ شجر کے ساتھ پیوست رہ کر امیدِ بہار رکھنے کے جذبے کو اپنے تخلیقی عمل کا بنیادی اصول سمجھنے پر مائل کرتا ہے۔

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری اپنی بیکراں وارفتگی اور گہری محویت کی بنا پر امتیاز حاصل کرتی ہے۔ وہ محض رسمیت کی پروردہ نہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے نعت کو بہت جگہ ایک نئے دور کے انسان کی حسیات کے ساتھ جوڑ کر اور جدید شاعری کی لفظیات سے فائدہ اٹھا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً صبا کی نعتیہ شاعری میں 'نور' ایک غالب اشارے کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے۔

- جامِ عرفاں، جامِ وحدت اب چھلکائے کون
  نورِ خدا کا اپنے دل تک اب لے آئے کون
- سرکارؐ کائنات سے دنیا میں نور ہے
  ہر دل میں روشنی ہے تمنا میں نور ہے
- پاؤں پھیلائے ہوئے وحشی سیاہی تھی یہاں
  نور ہی نور ہوا، نوری نسب کا صدقہ
- ان کے ہی نور نے دھارے ہیں کئی روپ یہاں
  آئینہ جاگتے ہی بختِ سکندر جاگے
- دامنِ نور میں جگہ لے لوں
  جب محمدؐ کا آسرا لے لوں
- یادِ شہ لولاکؐ سے معمور ہے سینہ
  اللہ رے قسمت مری پرنور ہے سینہ
- دستِ نبیؐ سے پھول ملے یا خوشی کا نور
  دامن بچھا دیا ہے صبا رسم و راہ کا

اس مجموعے میں جابجا ایسے اشعار بھی بکھرے پڑے ہیں جن میں صبا نویدی نے اپنے عہد کے پیرایۂ اظہار کو نعتیہ مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔

- سبز موسم کی دھڑکنوں کا صبؔا

نور آور ظہور آپؐ ہوئے

- نہ ہوتے تم تو بدن خشک اپنا ہو جاتا

لہو کے پھول میں صد رنگِ آرزو تم ہو

- ہر ایک سمت اندھیرا تھا جسم کے باہر

چراغ خانۂ دل میرا تھا مگر روشن

- اٹھا سر تو سر پہ نہ تھا آسماں

جھکا سر تو تھا آستاں ہر طرف

- وقت بے چین تھا دیدار کی حسرت میں صبؔا

آپؐ تو جلوہ فشاں ہر پسِ منظر میں رہے

- سوچوں میں چند نیکیاں بھر دیجئے حضورؐ

لفظوں کی قسمتوں کے سفر میں گناہ ہے

- مل گئی ہے مری سوچوں کے بدن کو وسعت

آپؐ کا نقشِ قدم سانس سے جب چوما ہوں

نعت کے مروجہ مضامین پر بھی اکثر صبؔا کے منفرد پیرایۂ اظہار کی چھاپ نظر آتی ہے۔

- آنکھوں کے حوصلوں کا مقدر بھی دیکھئے

لذت کشانِ جلوۂ نورِ حبیبؐ ہیں

- آپؐ کی چشمِ کرم سے کامیاب

آرزو کے دل کی دھڑکن ہے یہاں

- اپنے باطن کی تھام کر انگلی

میں مدینے کی ہر گلی میں ہوں

- نصیبِ صبحِ بہاراں کا رنگ و بو تم ہو

صبائے گلشنِ ہستی کی جستجو تمؐ ہو

- آپؐ کا دامن میرے آنسو گلشن گلشن پھول

اس منظر سے تنہا ہو کر دل بہلائے کون

- زخمِ دل پر مرہم رکھ کر کون دلاسا دے

میرا اندر مجھ سے چھین کے یوں لے جائے کون

صبانویدی ابھی تک اپنے ذوقِ جمال کی آسودگی کی خاطر خوب سے خوب تر پیرایہ ہائے ترسیل کی تلاش میں سرگرداں رہے ہیں۔ لیکن اس مجموعے کے ساتھ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب جذبۂ شوق ان کا دامنِ دل کھینچ رہا کہ وہ شعور و احساس کی پراسرار پہنائیوں کو اپنے تخلیقی سفر کی آماجگاہ بنائیں۔ صبانویدی کی مہم جو فطرت سے یہ توقع ہے کہ وہ فکر و احساس کے اس گہرے سمندر میں غواصی کے نتیجے میں خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے۔

ڈاکٹر سید حامد حسین

ای 2 |186 پروفیسرز کالونی

بھوپال (مدھیہ پردیش)

مولانا راہی فدائی

علیم صبا نویدی کی نعتوں میں خوشبوئے مصطفےؐ

اردو شاعری کی اصناف جیسے قصیدہ، غزل، رباعی وغیرہ میں سے صنفِ قصیدہ کی ایک معنوی قسم 'نعت' ہے۔ اصطلاح میں نعت ایسے موزوں کلام کا نام ہے جس میں آقائے نام دار سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف با اخلاصِ نیت کی گئی ہو۔ راقم الحروف کے نزدیک اخلاص کی شرط اس لیے اہم ہے کہ اخلاصِ نیت ہی سے عشقِ صادق جنم لیتا ہے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قلب میں جاگزیں کئے بغیر صحیح معنوں میں نعتِ شریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ نعتِ شریف کی اثر آفرینی کا مکمل دار و مدار سچی عقیدت اور کامل محبت پر ہے۔ شمع محبت کی لو جس قدر تیز ہوگی، اس کی ضیا پاشی بھی اسی مقدار اپنی جولانی دکھائے گی۔ عشقِ رسولؐ کی خوشبو بشری کثافتوں میں گھل کر لطافتِ ملکوتی سے آدم زاد کو ہمکنار کر دیتی ہے۔ حبِ رسولؐ کی اہمیت کے پیشِ نظر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اس کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ ولدہ ولناس اجمعین (تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان ہو نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کی جان اور اس کے ماں باپ بچے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اس کا محبوب نہ بن جاؤں)

آپؐ پر قربان ہیں سب، جان و مال و والدین

اصل ایماں ہے محبت سرورِ کونینؐ کی

یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ خدائے تعالی اپنے محبوب کو محمدؐ، احمدؐ، مزمل، مدثرؐ وغیرہ والہانہ خطابات سے سر فراز فرما کر بنی نوعِ انسان کو نعت گوئی کا سلیقہ عطا کیا ہے۔ تاریخِ ادب میں اولین نعت گو ہونے کا شرف حضرت ابو طالب کو حاصل ہے۔ کیوں کہ حضرت ابو طالب ہی نے سب سے پہلے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ کہا تھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وابیض یستقی الغمام بوجھہ ثمال الیتمٰی عصمۃ للا رامل

(آپؐ کا پرنور چہرہ کہ جس کے وسیلے سے بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے اور آپ یتیموں کے لیے سہارا اور بیواؤں کے نگہباں ہیں)

اردو ادب میں سب سے پہلے مربوط انداز میں نعتِ شریف کہنے کی سعادت قلی قطب شاہ معانی والئی گولکنڈہ (۱۶۱۱ تا ۱۷۸۰) کے حصے میں آئی ہے۔ اس نے غزل کے رنگ میں بہت سی نعتیں کہی ہیں۔ کلیاتِ قلی قطب شاہ (مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر) کا یہ شعر کس قدر خوب صورت ہے۔

• چاند سورج روشنی پایا تمھارے نور تھے

آبِ کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے

نعتِ شریف کا میدان ان معنوں میں بے حد وسیع ہے کہ حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل و شمائل لامحدود ہیں۔ سرسبز و شاداب نورانی رہ گذر ہر عاشق کے لیے اور قیامت تک کے لیے کھلی ہوئی ہے مگر یہاں صد دیوانگی کے باوجود ایک گونہ فرزانگی ہمیشہ درکار ہے۔ اس راہ کا راہی ہر دم، قدم قدم سنبھل سنبھل کر چلتا ہے۔ بقولِ عرفیؔ۔

• عرفی شتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است

آہستہ کہ رہ ہر دم تیغ است قدم را

جناب علیم صبانویدی کا پیشِ نظر مجموعہ ''ن'' ہے جو دراصل قرآنِ شریف کے حروفِ مقطعات میں سے ایک ہے ۔ جس کی صحیح مراد بقولِ جمہور مفسرین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ مگر بعض صوفیا کے نزدیک یہ حرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ نورانی کی علامت ہے۔ گویا 'ن' لفظ نور کا مخفف ہے۔ اس حیثیت سے 'ن' نعتیہ مجموعے کے لیے بہت ہی خوبصورت اور موزوں نام ہے۔

یوں تو ہر طرح کی شاعری الہامی ہوتی ہے۔ بالخصوص نعتیہ شاعری کے لیے جب تک فضلِ خدا اور لطفِ حبیبِؐ خدا نہ ہو، نعت کا ایک شعر تو کجا آدھ مصرعہ بھی کہنے کی مجال کسی میں نہ ہوگی۔ اسی لیے بہت سارے شعرائے کرام کے دیوانوں میں غزلوں، نظموں کی کثرت و بہتات ہوتی ہے۔ مگر ان کے ہاں نعتیہ کلام کی قلت بری طرح کھٹکتی ہے۔

جناب علیم صبانویدی اس اعتبار سے بہت ہی خوش قسمت و نیک بخت ہیں کہ ان کا یہ نعتیہ مجموعہ 'ن'، مراۃ النور اور نور السمٰوٰت کے بعد تیسرا ہے۔ ڈاکٹر عبدالمغنی (پٹنہ) کا یہ دعویٰ کہ اس دور میں سب سے زیادہ نعتیں کہنے کا سہرا عبدالعزیز خالد (پاکستان) کے سر ہے۔ علیم صبانویدی کے نعتیہ کلام سے کماحقہ ناواقفیت کی دلیل ہے۔ جناب خالد کا نعتیہ کلام ''فارقلیط'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مگر علیم صبا کے تین مجامع کہ جس میں سانیٹ کے فارم میں نعتِ شریف کا اولین مجموعہ ''نور السمٰوات'' بھی شامل ہے۔ جس کی پذیرائی اہلِ علم کے درمیان بڑے وسیع پیمانے پر ہوئی ہے۔ اس بات

کے شاہد ہیں کہ قلب صبؔا پر بارانِ فضل خدا اور فیضانِ حبیبؐ خدا خصوصی طور پر ہوتا رہتا ہے۔

- ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جناب علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا کلیدی لفظ 'نور' ہے جس سے نعت میں ان کی انفرادیت روشن ہوتی ہے۔ اور اسی کلیدِ نورانی سے مقامِ صبؔا کے تشخص وتعین کے وقت درپیش بعض مغلق ابواب بھی کھلتے ہیں۔ ان کی تمام نعتیہ شاعری کی اصل واساس وہ احادیثِ شریفہ ہیں جن سے حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مبداءِ نورانی منبعِ تجلیاتِ رحمانی ہونے کا ادراک وعرفان ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ واجب ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری (۲) انا من نور اللہ وکل شئی من نوری۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کی تخلیق کی۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے۔

مذکورہ احادیث کے پیشِ نظر بعض عرفائے محققین کی رائے ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہرِ تخلیق نور ہے۔ البتہ بشریت آپؐ کی صفت ہے جو آپؐ سے بعض خاص حالات میں جدا ہوسکتی ہے۔ اس کے برعکس ہماری اصل و اساس بشریت ہے مگر نورانیت ہمارے لیے صفت کا درجہ رکھتی ہے۔ اصل جوہر کے ختم ہوجانے سے ذات بھی ختم ہوجاتی ہے۔ مگر صفت کے کالعدم قرار پانے سے ذات معدوم نہیں ہوتی۔ غالباً انھیں نکات کے پیشِ نظر جناب علیم صبا نے لفظ نور کا ہمہ جہتی استعمال بڑی خوب صورتی کے ساتھ کیا ہے۔ چند اشعار نمونے کے طور پر پیشِ خدمت ہیں۔

- وہ نورِ حق کا مصحف ہیں سراپا نظر آیاتِ قرآنی ہے دیکھو
- نظر ڈالو تو روئے مصطفیٰؐ پر جمالِ نور یزدانی ہے دیکھو
- سر بہ سجدہ ہوگئے ہیں ماہ وانجم، کہکشاں

سرورِ کونینؐ کے نوری سفر میں دیکھنا

- آپ آئے کیا مبارک ہے گھڑی دامنِ دل نور سے بھرپور ہے
- ہر طرف ڈستی سیاہی کے سوا کچھ بھی نہ تھا

آپؐ نے نور کا فوآرہ اُچھالا دل میں

- دیکھنا دیکھنا آگئے ہیں صبؔا نور کے پیرہن میں معطر نبیؐ
- نورِ اوّل ہیں نورِ آخر آپؐ شمعِ نورِ ھدیٰ سلام علیک

جناب صبانویدی کی نعتوں میں خوش بوئے مصطفویؐ کی مہک ورق ورق محسوس ہوتی ہے۔ ان اشعار کی عطر بیزی سے ہر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشامِ جاں کو معطر کرتا رہتا ہے۔ چند اشعار جن سے نہ صرف لفظاً بلکہ حقیقتاً بوئے مصطفیٰؐ آتی ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

- ہر دل میں ہر دماغ میں خوش بوئے مصطفیٰؐ
  ارض وسما کا نور بنا روئے مصطفیٰؐ
- جس روز ختم ہوگا مری زیست کا سفر
  نکلے گی میری سانسوں سے خوشبوئے مصطفیٰؐ
- جلوۂ نورِ محمدؐ ہی سے روشن ہے جہاں
  پھول میں پھل میں ہر اک ذرے میں خوشبو ہے رواں
- ذکرِ سلطانِ زمنؐ کے فیض سے
  خوشبوؤں کا پاک ڈیرا دل میں ہے
- شہرِ نبیؐ کی سمت اٹھے ہیں مرے قدم
  بھرپور خوشبوؤں سے مرا راستہ ہے آج

نعتِ رسولؐ کے اظہار کی قدیم اور مانوس ڈگر سے ہٹ کر علیم صبا صاحب نے اپنی ایک نئی راہ بنائی ہے۔ جس پر چلتے ہوئے خود علیم صاحب کو کہیں لڑکھڑاہٹ کا احساس ہوا ہوگا۔ مگر وہ بالآخر اس راستے کو مانندِ صبا عبور کرتے ہوئے منزلِ مقصود پر کامیابی کے ساتھ پہنچ گئے ہیں۔ اس جدید راہ پر منور نقوش صبا کے بعض نمونے چشمِ دل کو منور کر دینے کے لیے کافی ہیں۔

- اظہار کا احساں ہے نہ لفظوں کا کرم ہے
  جذبات کو گہرائی محمدؐ سے ملی ہے
- دعا مانگی نہ منت کی نہ دامن کو پسارا ہے
  درِ اقدس پہ سر رکھ کر ہمیشہ رویا میرا دل
- مجھ سے پہلے میری اپنی پتلیاں

کر چکی ہیں نورِ احمدؐ کا طواف

- خشک بادل کو میسر کب ہوا

مصطفائی نوری برگد کا طواف

- کیا درودِ مصطفےؐ کا ہے کمال

ہر کنواں اب شربتی ہونے لگا

- کیا مبارک ہر قدم ہے آپ کا

ذرہ ذرہ پربتی ہونے لگا

- سینے میں جب سے رکھا چراغِ محمدیؐ

پوشیدہ جو تھا مجھ میں وہ کافر ہی مر گیا

- جسموں میں سفیدی کیا رہے جب

لہو میں مصطفائی خوشبوئیں ہیں

جنابِ علیم صبا کے ہاں بعض مقامات پر خیالات کی تکرار کھٹکتی ہے۔ مگر اس کو قندِ مکرر کے طور پر قبول کرنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ یہ اس لیے کہ اشعار کی ظاہری مشابہت کے باوجود باطنی طور پر ان کا ذائقہ عقیدت کے کام ودہن کو بے مزہ نہیں کرتا۔ ملاحظہ ہو۔

- چار سو نورِ درودِ مصطفےٰؐ

پھیلا یوں محفل سہانی ہوگئی

- درودِ مصطفےؐ کا نور پھیلا

فضا میں لطفِ رحمانی ہے دیکھو

- ہر پھول کی قسمت ہے محمدؐ سے معطر

ہر باغ کو رعنائی محمدؐ سے ملی ہے

- محوِ ذکرِ احمدیؐ ہیں پھول پھل

ذرہ ذرہ باغ کا مسرور ہے

- پھول پتوں کو تلاوت کی مہک دے کے صبا

جو کرے ذکرِ محمدؐ وہ شجر افضل ہے

- نکہت و نور کا بے کراں آسماں

حسنِ قرآں کے بے شک ہیں مظہر نبیؐ

- آپ کی ذاتِ مبارک کی ہو کیا حمد و ثنا

جسم نورانی ہے سینہ ہے سراپا قرآں

بہر حال جناب علیم صبا نویدی کا پیش نظر نعتیہ انتخابِ کلامِ جدید نعتیہ شاعری میں سنگِ میل ہے۔ جس کی وقعت و اہمیت اصحابِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر علیم اللہ حالیؔ

علیم صبا نویدی کی تخلیقی نعتیں

شاعری کی مملکت پر جذبوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔ شاعری خواہ کسی موضوع سے متعلق ہو اگر اس کی پیش کش میں شاعر کا جذبہ موجزن نہ ہو تو ہر بات پھیکی پھیکی نظر آتی ہے۔ فردوسیؔ نے شاہنامہ لکھا تو بظاہر یہ ایک سیاسی موضوع کو پیش کرتا ہے۔ مگر اس طویل کارنامے میں بھی فنکارانہ وقعت انہیں مقامات پر پیدا ہوتی ہے جہاں شاعر کا جذبۂ بے اختیار ابل ابل کر سامنے آتا ہے۔ یہ بات اور ہے کہ فردوسیؔ نے یہ جذبات اپنے کرداروں میں منتقل کر کے objective corelation کی ایک ڈرامائی اور فنی خوبی پیدا کر دی ہے۔ تاریخی واقعات پر مبنی اس قومی مثنوی میں جہاں عرب و عجم کی ایک بات آتی ہے اور ایرانی کردار کسی غیر ایرانی کردار کے خلاف اپنے جذبۂ نفرت کا اظہار کرتا ہے تو اصل میں یہاں بھی فنکار کا جذبہ ہی ٹھاٹیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خواہ کتنا ہی اپنے فن پارہ سے باہر رکھنے کی کوشش کرے سارے کارنامے میں اسی کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ قیس ہزار تصویر کے پردے میں ہو مگر ہر حال میں رقیب سر وساماں ہوتا ہے۔ گویا ہر صورت سے فن میں جذبوں کی جلوہ گری ہوتی ہے۔

یہ جذبے ہی ہیں جو حروف والفاظ کے مردہ تنوں میں جان ڈالتے ہیں۔ انہی جذبوں کے طفیل سینۂ نے سے لب نے نواز کی صدا سنائی دیتی ہے۔ جذبے ہی خشت وسنگ میں آہنگ، آہن میں نور اور بیان میں جاذبیت پیدا کرتے ہیں۔ غرض جملہ علوم وفنون کی آفرینش میں جذبہ ایک بنیادی اور اساسی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔

ورڈز ورتھ نے شاعری کو توانا اور بے اختیار جذبوں کے اظہار کے مماثل قرار دیا ہے۔ اس کا مشہور قول ہے

" poetry is the sponteneousexpression of powerful feelings"

انسانی ذہن ودل میں جذبات کی آفرینش کے لاتعداد محرکات ہیں۔ انسانی حواسِ خمسہ مختلف جہتوں سے محسوسات، جذبات اور تاثرات کو اخذ کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ وسائل بھی ہیں جو ماورائے مادہ ہیں اور اپنی غایتِ لطافت کی وجہ سے کسی کثافت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ احساسات ان غیر مساوی، ماورائی اور مابعد الطبیاتی سرچشموں سے بھی سیراب ہوتے ہیں۔ عشقِ حقیقی کے جذبۂ طوفان خیز کو اسی درجہ میں رکھا جا سکتا ہے۔

اب جب یہ طے ہے کہ ادبی تخلیق کی توانائی جذبوں کی مرہون منت ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ جذبے کی لطافت تخلیق کو بھی لطیف تر بنا دیتی ہے۔ چوں کہ شاعری اور خاص طور پر نعتِ شریف

خشک بادل کو میسر کب ہوا
مصطفائی نوری برگد کا طواف

یہاں ان اشعار میں آپ کو نویدی کا وہ اندازِ سخن ملے گا جو جانا پہچانا ہے اور جس سے ان کے فن کا اختصاص متعین ہوتا ہے۔ علیم صبانویدی کی طبع رواں پتھر کو بھی پانی کر دیتی ہے۔ وہ مشکل زمینوں اور دشوار قوافی و ردیف نیز جدید تر ترکیبوں اور فقروں کو بھی اس طرح رام کر لیتے ہیں کہ ان سے اپنا مافی الضمیر بظاہر بڑی آسانی سے ادا کر دیتے ہیں۔ ان کی اس قدرت کا اظہار ان کی نعتیہ شاعری میں کچھ زیادہ نمایاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جذبے کی بے ساختگی اور محویت الفاظ و بیان کے وسیلے سے بغاوت کر کے از خود سرحدِ اظہار میں آنے کے لیے بے تاب رہتی ہے۔ مستی و سرشاری کی راہ میں کوئی شئے حائل نہیں ہوتی اور سچ تو یہ ہے کہ اس جذبۂ بے اختیارِ شوق کے درمیان جو الفاظ و تراکیب آتے ہیں وہ بھی اسی جذبے میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور تب شاعر کا یہ محسوس کرنا فطری بات ہے کہ

سرورِ کون و مکاںؐ جب سے ہیں سایہ افگن　　　محوِ گفتار ہے احساس کی خاموش زباں

علیم صبانویدی کی نعتیہ شاعری میں اظہار کی وہی نرمی، لطافت وطمانیت و بشاشت ہے جو احساس کی زبان خاموش کے محوِ گفتار ہونے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ شاعر کو بار بار یہ احساس ہے کہ ذکرِ محبوب نے اسے اظہار و بیان کی توانائی بخش دی ہے۔ اسے لگتا ہے کہ اس کے فیض سے گویا گنگ زبان یکا یک افشائی گفتار کرنے لگی ہو۔ ایک جگہ نویدی کہتے ہیں۔

- سکوتِ بیکراں کی گود میں لپٹا رہا برسوں　　　درودِ مصطفےٰؐ کی روشنی میں آج مہکا دل

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں۔

- کرے ہے سانس جب ذکرِ محمدؐ　　　مٹے ہیں نقش ہائے بے زبانی

علیم صبانویدی کی نعتیہ شاعری میں ایک مخصوص ترنگ ہے۔ لہجے میں اعتماد ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ موضوع سے ان کا روحانی رشتہ ہے۔ اور یہ رشتہ اٹوٹ ہے۔ ان کے کلام کا مخصوص اور منفرد رنگ اردو میں نعتیہ شاعری کی ایک نئی آہٹ ہے۔ ہمیں اس آواز کا استعمال کرنا چاہیے کہ یہ دل کی آواز ہے۔ جو اپنی سچائی کا اعلان نامہ ہے۔

پروفیسر شعبۂ اردو
مگدھ یونیورسٹی، گیا (بہار)

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

علیم صبا نویدی اور نعتِ رسولِ اکرمؐ

نعتِ رسولِ اکرمؐ ایک صنفِ سخن ہے اور راہ سعادت بھی ہے اور اس کی ان دونوں حیثیتوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ایک طرف مدحِ رسولؐ کے شاعر کے پاس اس قدر جذبات ہوتے ہیں اور نہ الفاظ کہ موضوع کا احاطہ کر سکیں۔ دوسری طرف یہ صنفِ سخن شاعری کی جملہ اصناف پر چھائی ہوئی ہے۔ نعت کا اظہار قصیدہ، مثنوی، غزل، نظم، قطعہ ان سب میں ہوا ہے۔ اور شاعر نے اپنے پیرایۂ بیان کے لیے ان اصناف میں راستے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اگر چہ خلوص شاعری کے لیے لازم ہے مگر نعت کے لیے اس کے بغیر ایک قدم آگے چلنا ممکن نہیں ہے۔

علیم صبا نویدی ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے دوسرے موضوعات کے ساتھ نعت کو اپنی شاعری کا مزاج بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس سے قبل ان کا مجموعۂ نور السموات اور تشدید شائع ہو چکے ہیں۔ اب یہ نیا مجموعہ اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے پریس کی سمت اپنا راستہ طے کر رہا ہے۔ صبا نویدی نے غزل کو اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور اس میں نعتیہ فکر و فن کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔

نعت گوئی کے مبارک شہر میں چار سو فکرِ صباؔ مشہور ہے

میرا عقیدہ رہا ہے کہ بین الاقوامی یک جہتی کا پہلا اور آخری منشور قرآنِ حکیم ہے۔ اور قرآن کی عملی شکل رسول اکرمؐ کی ذاتِ مبارک ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت 'عالم' سے نہیں بلکہ 'عالمین' سے قائم کر کے محدودیت کی دیواریں گرا دیں۔ صباؔ نے اسی تصور کو عام کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس مجموعے کی ابتدا میں 'حمد' ہے۔ اس کے لیے بھی صباؔ نے غزل کا سانچہ اختیار کیا ہے۔ ہماری اردو شاعری میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ نعتیہ سرمایہ تو بہت ہے۔ مگر حمد کی طرف کم توجہ دی گئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حمد کا سرمایہ بھی اس قدر ہو کہ تنگیٔ داماں کی شکایت نہ رہے۔ صباؔ کے ہاں بڑے خوبصورت الفاظ میں جذبات حمد کا اظہار ملتا ہے۔

• توہرایک دل کا مجیب ہے، توہراک نظر کا حسیب ہے

تجھے پھر بھی ڈھونڈے ہے ہر بشر تری شان جلِ جلالہ

• توہرایک شئے سے عیاں بھی ہے، توہرایک شئے میں نہاں بھی ہے

تجھے دیکھ سکتی ہے کب نظر، تری شان جلِ جلالہ

صؔبا کے یہاں نعت کے موضوعات میں تنوع کے ساتھ ساتھ جذباتِ خلوص کی فراوانی ہے۔ شاعر رسول خداؐ کے وسیلے سے اپنی رہنمائی کی دعا کرتا ہے۔ کائنات کے وجود میں آنے کا سبب رسولؐ کی ذات کو قرار دیتا ہے۔ سینے میں جو روشنی ہے وہ نتیجہ ہے حُبِ رسول کا۔ ہم خواہ اس کو سمجھ نہ سکیں، مگر ذرہ ذرہ حمد کے ساتھ نعتِ رسول کا ورد کر رہا ہے۔ پورے مجموعے میں علیم صبانویدی کی عقیدت کے پھول نذرانے کے لیے بکھرے ہوئے ہیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ جذباتِ عقیدت میں غلو یا مبالغے سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ انہوں نے حدوں کو ملحوظ رکھا ہے جو عبد و معبود کے درمیان ہیں۔ صبانویدی نے جس خلوص اور سادگی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، امید ہے کہ یہ جذبات دربارِ نبیؐ میں خلعتِ خوش نودی حاصل کریں گے اور اس سے بڑھ کر کیا معراج ہو سکتی ہے۔

پروفیسر شعبۂ اردو

دہلی یونیورسٹی

ڈاکٹر کلیم سہسرامی

علیم صبا نویدی اور درودِ شریف

کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ اردو زبان کی مقبولیت پر یہ کچھ اس طرح سے صادق آتا ہے۔ جس سے اس زبان کی عوامی حیثیت اور اہمیت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ ہندوستان کے جس گوشے کی طرف نظر اٹھا کے دیکھئے وہاں اردو کا چراغ روشن نظر آتا ہے۔ اس سے قطعِ نظر کہ وہاں کی مقامی زبان کیا ہے؟ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اردو وہاں بھی بولی جاتی ہے اور سمجھی بھی جاتی ہے۔ جب کسی زبان کی مقبولیت کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے دیوانوں کا کیا حال ہوگا؟ ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اس پر جان چھڑکتے ہیں اور مال بھی نثار کرتے ہیں۔ اس کے لیے مصیبتیں بھی جھیلتے ہیں اور اس کی بدولت کارہائے نمایاں بھی انجام دیتے ہیں۔ ان تمام باتوں کی روشنی میں اگر ہندوستان کے دور دراز علاقے مدراس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھئے تو یہ سب کچھ آپ کو سچ نظر آئے گا اور اس میں قدرت کے کرشمے بھی۔ لیکن یہ سعادت سبھی کو حاصل نہیں ہوتی۔ البتہ جس کے نصیبوں میں لکھی ہو۔ اللہ کا بندہ جہاں بھی رہتا ہے وہ اپنے زورِ بازو کی قوت سے اردو کا چراغ آندھیوں کے تھپیڑوں میں بھی روشن کئے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ذوق و جستجو بھی شرط ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر مقصود و مدعا کی تکمیل ممکن نہیں۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں　　　وہی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

جناب علیم صبا نویدی جو اردو کے پرستار تو ہیں ہی لیکن مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی تعلیم و تربیت نے ان کے ذوقِ شعر و ادب کو کچھ ایسی جلا بخشی کہ وہ اس کے ہو کر رہ گئے۔ لیکن ذرا یہ اندازہ لگائیے کہ یہ کتنے بڑے حوصلے اور کیسی بے پناہ ہمت کا کام ہے کہ جنوبی ہند جیسی دور دراز زمین میں جہاں صرف سمندر ہی موجیں مارتا ہے اور اس کی ریت سے موتی نکلتے ہیں، علیم صبا نویدی صاحب شعر و ادب کے گہر آبدار رولتے ہیں۔ ہر کام کے لیے ایک ادارے اور چند رفیقِ کار کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لیکن نویدی صاحب اس شرط سے بے نیاز ہو کر اور اپنے ذوق کی جنوں سامانی سے مجبور ہو کر

شاعری کی دنیا میں بلاتکلف اب تک مختلف صنفِ شعر میں دادِ سخن دے چکے ہیں۔ مثلاً موصوف نے غزلیں بھی کہی ہیں اور نظمیں بھی، سانیٹ بھی کہی اور ہائیکو بھی۔ اب وہ نعت گوئی کی طرف رجوع ہوئے ہیں۔ یہ صرف شاعری ہی نہیں بلکہ ایک کارِ خیر بھی ہے اور دین و دنیا کے لیے باعثِ عزت و رحمت بھی۔ شاعری تو بہت سارے لوگ کرتے ہیں لیکن نعتِ شریف میں طبع آزمائی کی سعادت سبھی کو میسر نہیں ہوتی۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

گذشتہ چند برسوں سے ہندوستان و پاکستان میں نعت کے بہت سارے مجموعے مختلف اصنافِ سخن میں شائع ہوئے ہیں۔ بنگلہ دیش میں بھی سمندر کے ساحلی علاقے یعنی چاٹگام کے علاقۂ حالی شہر سے جناب بقا نظامی عظیم آبادی کی نعتوں کے دو مجموعے 'نوائے حمد' اور 'صہبائے بقا' اشاعت پذیر ہو چکے ہیں اور حال ہی میں عزیز و محترم دوست جناب علقمہ شبلی نے کلکتہ سے اپنی نعتوں کا مجموعہ 'زادِ سفر' شائع کیا ہے۔ لیکن اس کی یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ پورے مجموعے میں صرف رباعی میں نعت کہی گئی ہے اور یہی شاعر کے کمالِ فن اور جدت کی دلیل ہے۔

نویدی صاحب نے نعت کے لیے صنفِ غزل کی اور بڑی سادگی اور صفائی سے اپنے خیالات اور جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں شعر گوئی پر اتنی قدرت ہے کہ بلاتکلف شعر کہنا شروع کرتے ہیں تو مسلسل کئی نعتیں کہہ ڈالتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلنا غلط نہ ہوگا کہ ان کے شعری ادب میں مذہبی عناصر بھی شامل ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ وہ ایک بزرگ و محترم شخصیت کے دستِ مبارک پر بیعت بھی ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ پیر و مرشد کی توجہ اور فیض کا اثر ہو، جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

- نقشِ پا جب سے تمہارا مل گیا منزلوں کے راز مجھ پر کھل گئے
- رہبری کو اک ستارا مل گیا شاہِ دیں کا یہ نویدی فیض ہے

مجھے یہ معلوم نہیں کہ نویدی کی مادری زبان کیا ہے۔ لیکن مدراس جیسی سرزمینِ ریگ زار میں جہاں شمالی ہند کے چراغ کی لو تک بھی پہنچتی ہے کہ نہیں، نویدی صاحب اردو کا دم بھر رہے ہیں اور اس کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں گویا

نرغے میں کافروں کے اکیلا حسین ہے

نعت سے پہلے جیسا کہ دستور ہے نویدی صاحب نے حمد کے روپ میں شانِ خداوندی اور جلوۂ یزدانی کی عالمگیر اہمیت کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے اور الفاظ و تراکیب کے استعمال پر بھی توجہ کی ہے۔ تا کہ قاری حمد کے مندرجات اور موضوع سے متاثر ہو سکے۔ اس سلسلے میں حمد کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

- تو ہر ایک سمت ہے جلوہ گر، تری شان جلِ جلالہ

تو نفس نفس، تو نظر نظر، تری شان جل جلِ جلالہ

- تو ہر ایک شئے سے عیاں بھی ہے، تو ہر ایک شئے میں نہاں بھی ہے

تجھے دیکھ سکتی ہے کب نظر، تری شان جلِ جلالہ

- ترے ہاتھ موت وحیات ہے، ترے بس میں قید ونجات ہے

تجھے ذرے ذرے کی ہے خبر، تری شان جلِ جلالہ

نویدی صاحب کی نعت کا تیور ذرا دیکھئے، کس سادگی اور صفائی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم اور فیض کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کے حسن کی ضوفشانی چاندنی بن کر شاعر کے مسکن میں جلوہ فگن ہے۔ اس سے زیادہ شاعر کی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے، بقولِ جگر مرادآبادی ''اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں''۔ لیجئے میرے خیال کی تائید میں اب نعت کے چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

- نگاہِ شاہِ عرب کی نوازشیں دیکھو بجھا بجھا سا چراغِ نظر ہوا روشن
- سہارا دامنِ خیر البشر کا جب سے ملا صباؔ کا نام یہاں سر بہ سر ہوا روشن
- اک سفر ایسا ہے قرباں جس پہ ہوں لاکھوں سفر

ضوفشاں ہے حسنِ احمدؐ رہ گذر میں دیکھنا

- آسماں پہ چاند بھی ہے محوِ حیرت اے صباؔ

کیا مبارک چاندنی ہے میرے گھر میں دیکھنا

نعتیہ شاعری ایسی صنفِ سخن ہے جس میں رنگ وآہنگ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب شاعر پیغمبرِ اسلام کی شان میں نہایت خلوص وعقیدت کے ساتھ اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار کرے۔ ورنہ عام شاعری اور نعتیہ شاعری میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیم صبا نویدی کی عقیدت باعثِ رشک ہے کہ وہ نعت گوئی کو اپنے مقدر کے سنور جانے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ درودِ شریف کے ورد کا فیض تمام وکمال ان میں اس

طرح سرایت کر گیا ہے کہ سانسوں کی رہ گذر بھی پر نور ہوگئی ہے۔ شاعر کی اس عقیدت کا اظہار اس طرح ہوا ہے ۔

- گھر گھر میں میرے فن کا اجالا بکھر گیا

نعت نبیؐ سے میرا مقدر سنور گیا

- وردِ درود شاہِ امم کا یہ سلسلہ

سانسوں کی رہگذر کو بھی پر نور کر گیا

اس میں شک نہیں کہ مدینہ منورہ مدراس سے کوسوں ہے اور عام نقطۂ نظر بھی یہی ہے کہ ہندوستان سے اس کی دوری اچھی خاصی ہے۔ کیوں کہ یہ سرزمین دوسرے ملک کا حصہ ہے، لیکن انسانی ذہن وتصور کی کوئی چیز دور نہیں بشرطیکہ خلوصِ نیت سے اس پر عمل کیا جائے۔ ثبوت کے لیے موضوعِ زیرِ بحث کی مثال لے لیجئے۔ یعنی اس کی آنکھوں میں مدینے کی گلیاں کچھ اس طرح سما گئی ہیں کہ اس کے پیشِ نظر ہر وقت مدینۂ طیبہ ہی رہتا ہے۔ اسے شاعری کی انتہائی عقیدت سے تعبیر کیجئے یا جذب وکیف کے عالم سے منسوب کیجئے۔ کیوں کہ وہ عوام کی طرح سرزمینِ مدینہ کو دور نہیں سمجھتا۔ یہی وجہ ہے کہ مدینے میں بھی اس کی شاعری کو مقبولیت وشہرت حاصل ہے۔ مثلاً شاعر کہتا ہے۔

- میری آنکھوں میں سمایا ہے مگر لوگ کہتے ہیں مدینہ دور ہے
- نعت گوئی کے مبارک شہر میں چار سو فکرِ صباؔ مشہور ہے

شاعر نے پیغمبر اسلامؐ سے اپنی نسبت اور عقیدت کا سلسلہ اس طرح جاری رکھا ہے کہ اس باب میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے خیال میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، فضا میں کعبے کی روشنی پھیل جاتی ہے اور ان کی قدم بوسی کے لیے چاندنی کا جلوس آسمان سے اُتر آتا ہے۔ اسی طرح شاعر کے ذہن میں شبِ معراج کا تقدس بھی ہے اور نبی کریمؐ کی عرشِ معلیٰ سے واپسی کا تذکرہ بھی۔ اس کی نظریں حضورِ اکرمؐ کو تمام تر نور کے پیرہن میں منور ومعطر دیکھتی ہیں اور جب ان کی یاد اس کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو وہ ایسا محسوس کرتا ہے گویا اس کے دل میں نورانی سویرا جاگزیں ہوگیا ہے۔ شاعر پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ پوری دنیا کو جلوۂ نورِ محمدؐ سے روشن سمجھتا ہے اور آں حضورؐ کے فیضِ قدم سے دنیا میں ایسا اجالا پھیل جاتا ہے کہ ظلمتِ کفر بکھر کر نیست ونابود ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک بات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ علیم صبا نویدی کے یہاں بار بار 'نور' یا اس کے ہم معنی الفاظ کی تکرار پائی جاتی ہے۔ مثلاً نورِ کعبہ، چاندنی کا جلوس، منور، نور کے پیرہن، نورانی سویرا، جلوۂ نورِ محمدؐ، جسم نورانی، اجالوں کا آسماں، نوری سفر، مبارک

چاندنی، فن کا اجالا، شاہِ زمن کا نور، وغیرہ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا نامناسب نہ ہوگا کہ شاعر کا محبوب موضوع پیغمبر اسلام کی شخصیت ہے اور وہ اس کو سراپا نور سے تعبیر کرتا ہے اور دنیا کے ذرے ذرے میں پھول میں، پھل میں انہیں کے نور کی خوشبو رواں دواں پائی جاتی ہے۔ حسبِ ذیل اشعار سے ان باتوں کی وضاحت ہو سکے گی۔

- جس طرف مصطفےٰؐ نے دیکھا ہے نورِ کعبہ فضا میں پھیلا ہے
- چومنے پاؤں شاہِ یثربؐ کے چاندنی کا جلوس اترا ہے
- میرے گھر شاہِ زمن کا نور ہے رحمتِ حق سے فضا معمور ہے

- دونوں عالم کے سلطان و سرور نبیؐ ذرے ذرے کا روشن مقدر نبیؐ
- کیا مقدس ہے معراج کی رات بھی رفعتِ عرش پر ہیں منور نبیؐ
- میری قسمت کی شادابیاں دیکھنا فہم وادراک کا ہے سمندر نبیؐ
- دیکھنا دیکھنا آ گئے ہیں صبا نور کے پیرہن میں معطر نبیؐ

- یادِ احمد کا بسیرا دل میں ہے گویا نورانی سویرا دل میں ہے
- میں یہ کہتا ہوں کہ دل ہے ضوفشاں لوگ کہتے ہیں اندھیرا دل میں ہے

- جلوۂ نورِ محمدؐ سے ہے روشن یہ جہاں پھول میں پھل میں ہر اک ذرے میں خوشبو ہے رواں
- کفر ٹوٹا ہے اندھیروں کا سفر ختم ہوا آپ کا فیضِ مبارک ہے اجالوں کا سماں
- آپ کی ذاتِ مبارک کی ہو کیا حمد وثنا جسم نورانی ہے سینہ ہے سراپا قرآں

یہاں حسبِ ذیل دو شعر کے حوالے سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نبیؐ اکرم کی ذاتِ پاک کا تذکرہ اور ان کی شخصیت سے وابستگی شاعر کے لیے سکونِ قلب کا باعث ہے۔ اور ان کا نام نامی لینے سے اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ نعت گوئی کے سلسلے میں حضورِ اقدسؐ کے ساتھ شاعر کی والہانہ عقیدت اور محسوسات کی دنیا میں ان کے ذکر وفکر سے اس کی شیفتگی قابلِ رشک بھی ہے اور لائقِ عمل بھی کہ اسے یہ دولت لازوال عطا ہوئی ہے۔ اس خوش نصیبی پر وہ جس قدر بھی

نازاں ہو کم ہے۔

آپؐ کے نام سے ہو جاتی ہے مشکل آساں　　آپؐ کے ذکر سے مل جاتی ہے راحت دل کو

محوِ گفتار ہے احساس کی خاموش زباں　　سرورِ کون و مکاں جب سے ہیں سایہ افگن

آخر میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ نویدی صاحب کا تمام تر کلام انتخاب نہیں اور نہ خامیوں سے عاری ہے۔ کیوں کہ انسانی کاوشوں میں فروگذاشت کا امکان ہے لیکن یہ امر بھی ملحوظِ خاطر ہے کہ نعت ایک تخلیقی عمل ہے اور اس کی طرف رغبت و عقیدت ایک حسنِ عمل۔ اس میں نہ مبالغہ آرائی سے کام لیا جا سکتا ہے اور نہ انسانی سطح سے کمتر کوئی بات کہی جا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی دو دھاری تلوار ہے جو پیغمبر اسلام کی شخصیت کے متعلق کلام کے توازن میں ذرا سی کمی و بیشی کو معیار سے خارج کر دیتی ہے۔ علیم صبا نویدی کی شخصیت اور فن کا مطالعہ کرتے وقت ان کی شاعری کے تخلیقی سفر کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ اس سفر میں مختلف اصنافِ سخن کی منزلوں سے گذرے ہیں، اس کے علاوہ نثر میں افسانے اور انشائیے کی سرحدیں بھی طے کی ہیں، لیکن زندگی کے واقعات و حادثات اور سنگینی و بے کیفی سے اُکتا کر دنیاوی دلچسپیوں اور رنگینیوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اور ایک بزرگ کے رشد و ہدایت کے وسیلے سے معرفت و حقیقت کی تلاش و جستجو میں ان کی شاعری کا کارواں نعت گوئی کی منزل پر آ کر رک گیا ہے۔ اور یہیں ان کے دکھ درد کا مداوا بھی ہوا۔ ان کے یہاں فنی روایات کا احترام ہی نہیں بلکہ افکار سے ہم آہنگی بھی ملتی ہے۔ نعت کے لیے جذبے کی صداقت اور گدازِ قلب لازم ہے، فکر و عمل میں تضاد کی بجائے مطابقت بھی ضروری ہے۔ ان کے یہاں لفظوں کے پیرہن میں صداقت کا اظہار ملتا ہے۔ ان کے ماحول، مذاق، معیار اور شاعری کے پس منظر کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نعت گوئی کے فن اور اس کی نزاکتوں اور تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں اور یہی ان کی نعتیہ شاعری کا کمال ہے۔

پروفیسر صدر شعبۂ اردو
راج شاہی یونیوسٹی، بنگلہ دیش
مطبوعہ نقشِ قلم ۱۹۹۲ء

کاوش بدری

علیم صبا نویدی کے جدید تر سانیٹ

پروردگارِ عالم نے ساری کائنات انسان کے لیے اور انسان کو صرف اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ انسانِ کامل کی جہاں بات ہے وہاں ذاتِ باری تعالیٰ خود اپنی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ شاعری حق الیقیں کا درجہ اختیار کرے تو 'قصیدۂ بردہ' بن جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس روزِ ازل سے منظوم ہے اس کو دوبارہ منظوم کرنے کا عمل عقدۂ لانیحل والی بات ہے۔ تاہم شعراء نے نعتِ شریف کی صنف کو بھی ہوشیاری کے ساتھ برتا ہے۔ دیوانگی خدا کے ساتھ روا ہے مگر حضورِ پرنور کی مجلس میں ہوشیاری اولین شرط ہے۔ پروردگارِ عالم کے ہاں 'المرفوق الادب' ہے تو حضورؐ کے ہاں ''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں''۔

شمال ہند میں حضرت محسن کاکوروی نے نعتیہ شاعری میں کافی نام پیدا کیا ہے۔ مگر وہ بھی جنوب کے بلکہ علی الخصوص ٹملناڈو کے عظیم شاعر و نقاد حضرت مولانا باقر آگاہ ویلوری کی نعتیہ شاعری 'ہشت بہشت' پر سبقت لے جا نہیں سکتے۔ نعتیہ شاعری کے سرمائے میں لفظی کھلنڈر پن کام نہیں دیتا۔ یہاں خشوع و خضوع، صدقِ دلی، طہارتِ نفس اور بلا کا عشق اور سوز و گداز درکار ہے۔ عام شاعری کائنات کی تعریف ہے مگر خاص شاعری دراصل 'انسانِ کامل' کی تعریف کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔ آپ چاہے اسے عشقِ مجازی کہیں یا عشقِ حقیقی مگر سلطان العاشقین تو حضورِ اقدسؐ

کی ذاتِ گرامی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہندوستانی فضا میں رکھ کر دیکھنے کا عمل بہت مستحسن ہے۔ حضورِ اقدسؐ کے پاک ذات کو منظوم کرنا معمولی بات نہیں ہے۔ عربی اور فارسی شاعری میں اس کے وافر نمونے ہیں۔ اردو اور دکنی زبانوں میں نعتیہ شاعری کا سرمایہ بہت ہے مگر قدیم دکنی شاعری میں صنفِ نعت کا معیار موجودہ ترقی یافتہ اردو زبان سے بھی اس لئے بلند ہے کہ اس میں آفاقی لب ولہجہ کی کھپت ہے۔ لفظیات میں سوچنے سے زیادہ ماورائی مابعدالطبیاتی اور لاشعوری سر چشموں سے نعتیہ شاعری زیادہ سیراب ہوتی ہے۔ نعت گوئی گویا 'مراقباتی شاعری' ہے۔ اردو کی مختلف اصنافِ سخن میں ہوئی ہے مگر اس کے ساتھ مغربی اصنافِ سخن جیسے ترائیلے، ہائیکو اور سانیٹ میں بھی نعتیہ شاعری کا آغاز آج سے تیس سال پیشتر ہوا۔ پوری اردو دنیا میں ریاستِ ٹملناڈو کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں سب سے پہلے فرحت کیفی مرحوم نے ترائیلوں کا شعری مجموعہ 'پتہ پتہ بوٹا بوٹا'، عزیز تمنائی نے سانیٹوں کا مجموعہ 'برگِ نوخیز' اور علیم صبا نویدی نے جدید تر اصنافِ سخن پر مشتمل کتابیں 'ترسیلے'، شعاعِ شرق، تشدید، (ہائیکو نظموں کا مجموعہ) اور نورالسمٰوات (نعتیہ سانیٹ کا مجموعہ) پیش کئے اور اردو ادب میں ممتاز مقام حاصل کیا۔

علیم صبا نویدی پوری اردو دنیا میں تنہا شاعر ہیں جن کے فکر و فن پر چار کتابیں منظرِ عام پر آئیں۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید نے علیم صبا نویدی پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ 'نقش بند' ڈاکٹر نجم الہدیٰ نے اس نوع کی ایک کتاب 'آسمانِ فن کا سفیر' اور مولانا کاظم نائطی نے لہجہ تراش (فن اور شخصیت کا منفرد جائزہ) اور ڈاکٹر اختر بستوی نے ہائیکو نظموں پر مضامین کا انتخاب 'تشدید' شائع کر کے اردو دنیا کو چونکایا۔ علیم صبا نویدی کو اردو دنیا کے دانشور حلقوں میں جتنی شہرت نصیب ہے اتنی شہرت کسی اور کو نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہی ہے کہ انہوں نے مشاعروں میں غزلیں یا نظمیں سنا کر یہ شہرت حاصل نہیں کی بلکہ مسلسل بیس پچیس سال سے ہر سال ایک یا دو علمی، ادبی اور مذہبی شعری فن پارے کتابی شکل میں شائع کر کے اپنی تخلیقی رفتار کا ثبوت دیا ہے۔

میرے نزدیک علیم صبا نویدی جدید تر نظم کے اہم ترین شاعر ہیں۔ میں ان کو نامور غزل گو شعراء سے کم بھی نہیں سمجھتا۔ موصوف وقت کے مایہ ناز محقق جدید ادیب و شاعر اور خضرِ طریقت و شریعت حضرت مولانا اسماعیل رفیعی صاحب دامت برکاتہم کے مرید بھی ہیں۔ علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری میں چند مقامات وجدانی کیفیت کے حامل ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ کوئی جدید شاعر مندرجۂ ذیل سانیٹ اس کلاسیکی انداز میں کہہ نہیں سکتا۔

• زمیں، چاند، سورج، فلک سجدہ ریز
ہواؤں کے دامن میں کیف وطرب
بہاروں کے سرمست ہیں روز وشب
گلستاں ہے جنت بداماں نصیب
درخشاں ہے ہر سو جمالِ حبیبؐ
حیات آفریں ذہن ودل کا جہاں
معطر مناظر، منور سماں
کہ رحمت ہے ہر چیز پر جلوہ ریز
شہنشاہِ دیں کا یہ فیضان ہے
یہ سانسوں کی دھڑکن، لہو کا سفر
یہ ہونٹوں کی جنبش، بیاں کے گہر
محمدؐ کا ہر شئے پہ احسان ہے
محمدؐ نہ ہوتے تو ہوتے نہ ہم
نہ اظہار ہوتا نہ نقشِ قلم

• چار سو ضوفشاں ہیں شاہِ امَمؐ
تاجدارِ نصیبِ ارض وسما
خود ہی منزل ہیں خود ہی راہ نما
حاصلِ دو جہاں ہیں شاہِ امَمؐ
دیدہ و دل ہیں ان سے نورانی
چاند، سورج میں ہے چمک انؐ سے
دونوں عالم میں ہے مہک انؐ سے
نقش ان کا ہے نقشِ لاثانی
انؐ کے آگے ہے سر بہ سجدہ حیات
ذکر میں انؐ کے ہیں محو سانسیں
جسم و جاں، دل، دماغ اور آنکھیں
دن منور ہے انؐ سے نوری رات
ذرے ذرے میں نور ہے ان کا
سارا عالم ظہور ہے ان کا

علیم صبا نویدی کا ذہنی امیج ایک محدود دائرے میں نہیں بلکہ ایک وسیع علمی پس منظر میں اُبھرتا ہے۔ موصوف کی موجودہ عمر سے زیادہ ان کی شاعری کی عمر طویل ہے۔ وہ شعر کہنے سے پہلے سوچتے ہیں۔ شعر کہنے کے بعد نہیں۔ موصوف نے اس کے علاوہ شعر وفن کو عصری آگہی اور نئی حسیت کے ذائقے سے روشناس کرانے میں دن رات محنت کی ہے۔ اوران کے قلم نے بچے تلے شعر کہے ہیں۔ خصوصاً صنفِ غزل کے دامن کو نئی لفظیات و اصطلاحات اور نئی علامات کی مہک سے معطر کر کے نہ صرف تامل ناڈو میں بلکہ اس سے آگے پورے جنوب میں اور اس سے بھی بڑھ کر ہند و پاک کے ادبی جغرافیہ میں اپنے نئے 'شہرِ غزل' کا نام لکھوا دیا ہے۔

ایک کامیاب غزل گو ہی کو کامیاب سانیٹ کہنے کا حق پہنچتا ہے۔ وہ اس لئے کہ سانیٹ اور غزل کی رفتار

طبع میں بڑی حد تک رومانی یکسانیت اور غنائیت کارفرما ہوتی ہے۔ خصوصاً نئی غزل اور نئی نظم کے قدم ۱۹۶۷ء کے بعد ہی کچھ سنبھلے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ۱۹۷۴ء کا ایک کامیاب جدید غزل گو جب سانیٹ کہے گا تو وہ پچھلے تمام سانیٹ نگاروں پر اس لیے فوقیت لے جائے گا کہ اس کے سانیٹ جدید تر ہوں گے اور ان سانیٹوں میں نئی بات بھی ہوگی اور نیا لہجہ بھی۔ علیم صبا نویدی نے سانیٹوں کو نئی غزل کا نیا مزاج اور نیا آہنگ ہی نہیں بخشا ہے بلکہ شروع سے آخر تک ہر سانیٹ میں ایک ایسی وجدانی کیفیت بھر دی ہے کہ قاری کے ذہن میں نہ چودہ مصرعوں کی گنتی رہتی ہے نہ سانیٹ کی مکمل صنف۔ قاری اس نئی سانیٹ کو ایک نئی غزل یا نئی نظم کی طرح محسوس کرتا ہے۔ ہر سانیٹ میں ایک اچھی اور بڑی شاعری کا نمونہ نظر آتا ہے۔ موصوف کی نئی غزل کے تین مجموعے 'طرحِ نو' 'فکر بز' اور 'نقش گیر' کے بعد جدید تر نعتیہ سانیٹوں کا مجموعہ 'نور السمٰوات' قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ جدید سانیٹ کے مزاج سے موصوف کا جدید تر مزاج کس قدر ہم آہنگ ہے۔ اس نعتیہ مجموعے سے پہلے علیم صبا نویدی نے تقریباً بیس سال کے دوران میں دو سو سے زیادہ سانیٹ کہے ہیں۔ جو مقامی اور شمالی ہند کے مقتدر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن 'نور السمٰوات' کے نعتیہ سانیٹ کی پرواز بڑی آفاق گیر ہے۔

ڈاکٹر ابوالفیض سحر

علیم صبا نویدی اور نور السمٰوات

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ الٰہیاتی نور سے منزّہ قرآن وحدیث کی درسیات جاودانی کی لافانی روشنی میں سب سے بہتر عمل پروردگار عالم اور سرورِ کائنات کی اطاعت ہے اور سب سے اعلیٰ وارفع ذکر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اردو ادب میں اللہ کے ذکر کو حمد اور رسولؐ کے ذکر کو نعت اور اولیائے کرام کے ذکر کو منقبت جیسے مبارک ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نعت اردو کی برگزیدہ اصنافِ سخن میں سے ہے جو عربی اور فارسی کے سرمایۂ سخن کی ایک وقیع دین ہے۔ لیکن اس کی پُر وقار تاریخی روایات ہیں جو توانا بھی ہیں اور تابناک بھی۔ نعت گوئی کی ابتداء اور اس کے ارتقاء کی ایک مفصل مگر خاص تاریخ ہے جس کی علمی، ادبی، تہذیبی اور ثقافتی دھنک میں ایمان وعشق کی رنگینیاں اور رعنائیاں اپنی تمام تر جمالیاتِ روح وجان کی ایمان افروزیوں اور عقیدت مندیوں کی کہکشاں کے ساتھ جلوہ ساماں ہوتی ہیں۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ نعت گوئی کی ابتداء از خود زبانِ ربانی اور کلامِ ربانی سے ہوتی ہے۔ خالقِ کائنات کے خود اپنے محبوب پر سلام ودرود بھیجنے کو بھی ہم بجا طور پر نعت گوئی کے زمرے میں شامل کر سکتے ہیں۔ نعت گوئی کی تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ اس صنف کا آغاز خود رسولِ عربیؐ کی حیاتِ طیبہ میں ہو چکا تھا اور صحابۂ کرام میں اس صنفِ ادب میں حضرت حسان بن ثابت کو صحنِ کعبہ میں اپنی چادر مبارک پر بٹھا کر نعتِ شریف سماعت فرمائی تھی۔ اسی طرح یہ بھی ایک اہم واقعہ ہے کہ حضرت کعب بن زبیر نے جوشِ عقیدت سے قصیدہ 'بانت سعادۃ' حضورِ اکرم کو سنایا تو فرطِ محبت میں حضورِ انورؐ نے انہیں اپنی چادر اوڑھا دی۔ اس وجہ سے اسے 'قصیدہ بردہ شریف اول' بھی کہا جاتا ہے۔

'نور السمٰوات'، علیم صبانویدی کی جدید طرز کی نعتوں کا تازہ مجموعہ ہے جو یقیناً 'مراۃ النور' کے بعد مشامِ جاں کو مہکانے والا ایک اور قیمتی تحفہ ہے۔ جس میں تبرک کی نئی لہر کا احساس ہوتا ہے تو تقدیس کی نئی کرن کا بھی ادراک ہوتا ہے۔

علیم صبانویدی ہمارے جدید ذہن، جدید مزاج اور جدید طرزِ نگارش کے خاصے جانے پہچانے اور بہت

معروف شاعر ہیں۔ جنہوں نے اپنے علمی و ادبی انہماک اور تخلیق کی جستجوئے مسلسل سے سارے برِ صغیر میں اپنا ایک خاص مقام بنالیا ہے۔ ان کی شاعری کی خصوصیت محض جدید تجربوں کی جرأت سے ہی مملو نہیں بلکہ تازہ کار اسلوب و آہنگ سے بھی متصف ہے۔ وسیلۂ اظہار اور پیرائے اظہار دونوں میں ان کی تازہ کاری کا عمل ایک خاص انداز سے قارئین کو متوجہ کرتا ہے اور متاثر بھی۔ اس طرح کی کامیاب تخلیقی کوششوں کے بعد جس میں دل آویز انداز میں برگ و بار بھی آئے ہیں۔ اب انہوں نے نعتوں کو سانیٹ کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ شاید اس خصوص میں بھی علیم صبانویدی کو جدید طرز کی تجربہ کاری میں اولیت کا سہرا نصیب ہو۔ اس میں رسول مقبولؐ، حبیبِ خداؐ سے عشق و محبت اور عقیدت کی بے مثل چاندنی ہے تو سمن زارِ شعر و سخن کی طرزِ نو سے لالہ کاری کی تشویق و تحریک بھی۔ انہیں بھی شاید اس بات کا احساس ہے۔

- میری قسمت ہے کتنی نورانی — مجھ میں اک روشنی ہے قرآنی
- گویا اوّل و آخر شاہِ دیں کا صدقہ ہے — نور آفریں منزل راہِ دیں کا صدقہ ہے

اس حقیقت کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں کہ نعت بہر صورت نعت ہوتی ہے۔ اس کی تخلیق کے دوران کارفرما عقیدت و محبت کو بلاشبہ عشقِ رسولؐ سے ہی تعبیر کیا جائے گا اور اس کی تقدیس و تکریم اپنی جگہ قائم رہے گی ہی۔ اسی لئے اس میں کسی طرح کی درجہ بندی یا زمرہ کاری، بالعموم قابلِ تحسین نہیں مگر سخن شناسی اور شعری محاسن کی قدر بندی کی کوششوں کو غلط فہمی یا غلط اندازِ فکر پر محمول کرنا بھی مناسب نہیں۔ اس نقطۂ نظر سے 'نورالسمٰوات' کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو رسالت مآبؐ کی خدمتِ اقدس میں عقیدت کے تازہ گلابوں کے نظر نواز رنگوں اور روح پرور نکہتوں کے ساتھ ساتھ اظہار و بیاں کے کچھ نئے جگنوؤں اور نئے چراغوں سے بھی تعارف ہوتا ہے۔ جیسے۔

- مقدس آیتوں کی روشنی جب دور تک پھیلی — فضاؤں میں مبارک خوشبوؤں کے سلسلے جاگے
- مناظر نور آور ہو گئے اور راستے جاگے — شہِ کون و مکاں کی چاندنی جب دور تک پھیلی

سانیٹ کے فارم میں بعض نعتیں تو ایسی ہیں کہ انہیں پوری کی پوری دوہرانے کو جی چاہتا ہے۔ تا کہ پورا سیاق و سباق بھی روشن ہو جائے۔ ملاحظہ ہوں یہ اشعار۔

- ہر طرف بے رنگ رشتوں کا ہجوم
  قتل گاہوں میں لہو کی بارشیں
  ظلمتوں میں سانس لیتی سازشیں

چار سو وحشت کی پھیلی راگنی
زندگی کے سر پہ میلی چاندنی
تیرگی کی سمت حسرت گامزن
خاک تھی پہنے ہوئے دکھ کا کفن
غمزدہ تھا منظرِ ماہ و نجوم
آخرش نورِ زماںؐ پیدا ہوئے
رشتے ناطوں میں تجلی آ گئی
دامنِ دل میں تسلی آ گئی
سرورِ کون و مکاںؐ پیدا ہوئے
زندگی روشن، معطر ہو گئی
نیک لمحوں کا مقدر ہو گئی

بہرحال ہر قلبِ مومن میں موجزن بحرِ عقیدت عشقِ رسولؐ کی طرح علیم صبا نویدی کو اس طرح عرضِ حال اور حالِ دل کو بہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنے کی جو سعادت حاصل ہوئی ہے وہ یقیناً مبارک و مسعود ہے۔

وجہ وجودِ کائنات اور سرورِ کون و مکاںؐ کی بارگاہِ اقدس میں علیم صبا نویدی کی جانب سے پیش کردہ اس ایمان افروز نذرانہ عقیدت کو تحسین آفریں نظروں سے دیکھتے ہوئے اس میں شریک ہونے کی میں خود بھی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

- جمال نگاہِ دو عالم محمدؐ زمین و فلک کا مقدر محمدؐ
- مکاں لامکاں میں منور محمد ہر اک شئے سے افضل مقدم محمدؐ

نورالسمٰوات جیسی پاکیزہ اور عشقِ رسولؐ سے بھرپور تخلیق پر علیم صبا نویدی کو میں خلوصِ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ عام پذیرائی کے علاوہ شاید یہ ان کے لیے نئی سرخروئی اور نئی اقبال مندی کا بھی پیش خیمہ ثابت ہو اور یہ نئی ڈگر بڑھتے بڑھتے ایک عظیم شاہراہ بن جائے جس کا جادہ بھی نورانی اور منزل بھی نورانی۔ غلامانِ احمدؐ کا سب سے بڑا مقصود بھی یہی ہوتا ہے اور مدعا بھی یہی۔

ڈاکٹر غیاث اقبال

علیم صبا نویدی اور نعتِ شریف

علیم صبا نویدی نے اپنے نعتوں کے مجموعے کو مراۃ النور جیسا دلکش علامتی عنوان عطا کر کے خود اپنے دل کے آئینے کو مقدس اور منور کرنے کی جو سعی کی ہے، حقیقت میں اپنے تخیل کی آنکھ کو اس نور کے لمس کا متحمل بنانے اور انکشاف ذات کی سبیلوں سے وابستہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

جمالِ محمدیؐ کی صحیح تعریف تو اس کا خالق کر سکتا ہے اور ہم جیسے بے بضاعت انسان جو اپنی اپنی امکانی قابلیتوں کے باوصف، بہر پہلو بے کنار نہیں ہیں۔ بلکہ فکر اور ادراک و احساس کے محدود ترین حلقہ میں محبوس رہ کر ایک عالمِ حیرت سے دوچار ہیں۔ نورِ ازل کے اس پہلو کو کس نوعیت کے اسمِ گرامی سے وابستہ کر سکتے ہیں۔ اظہر من الشمس ہے۔

چناں چہ 'مراۃ النور' ایک ایسا آئینہ ہے جو شکست و ریخت سے ماورا ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے موجود ہے اور ابد تک قائم رہے گا اور کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ اس لیے کہ جب آئینہ ٹوٹتا ہے تو وجود کی سالمیت باقی نہیں رہتی، بلکہ بکھر جاتی ہے۔ کائنات کے مظاہر کا لخت لخت بکھراؤ اور شکلوں کے تنوع کے عقب میں جو وحدت کی شہادت موجود ہے در اصل یہ خالقِ کائنات کا نور ہے جو زماں اور مکاں کی لامحدود وسعتوں سے بھی زیادہ وسیع تر ہے۔ خود صبا نے بھی کہا ہے۔

- وہ تو موجود تھا ہر شئے میں ہر اک ذرے میں — آپ کی ذات سے اللہ کا عرفان ہوا
- جس آئینے سے نور کی وسعت کا ہے ظہور — اس آئینے کے نور کا جوہر رسول پاکؐ

نور کے اس آئینہ کا دوسرا وصف مختص یہ ہے کہ اس کو گرد کی تہیں دھندلا نہیں سکتیں۔ کیوں کہ نورِ ازل جس آئینے کا جوہر ہو وہ گرد و غبار سے بھی ماورا ہوتا ہے۔ حقیقت میں سرکارِ دو عالمؐ کی ذاتِ گراں مایہ ایک ایسا آئینہ تھی جو پلک جھپکائے بغیر نورِ ازل کو اپنے اندر جذب کر رہی تھی۔

مزید برآں صبا نے بحیثیت شاعر انکشاف ذات اور عرفانِ ذات کی جو تمنا کی ہے۔ اس حقیقت پر دال ہے کہ اس کا شعور بیدار ہے۔ کیوں کہ شعور کی بیداری منتج ہوتی ہے شعورِ ذات پر۔ نیز ذات کا شعور علم و عرفان کی پیاس اور آشوبِ آگہی سے ہمکنار ہونے کا نام ہے یا اپنی ذات کے نہاں خانوں کو نورِ آگہی سے منور کرنے کی سبیل ہے۔

علم وعرفان تو بذاتِ خود نور ہے اور عشق رسول کو جزوِ ایماں باور کرنے والا اس حقیقت سے خوب واقف ہے کہ سارا علم وعرفاں ذات محمدیؐ کے توسط کا مرہونِ منت ہے۔ ایک مومن کے دل میں اپنے رسول صلعم کے لیے عشق کا ہونا لازم ہے۔ یہ عشق ایک ایسی آگ کے سمان ہے جو بصورتِ شرر اس کے دل میں موجود رہتی ہے۔ یہ شرر در اصل نورِ مطلق کی آنکھ کا تارا ہے جو فکروفن کے توسط سے نور کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ نور کا جب ذکرِ خیر آتا ہے تو لا محالہ ہماری فکر کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی ذات سے از خود وابستہ ہو جاتا ہے۔ علیم صبا نویدی نے جگہ جگہ اس کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

- نورِ احمدؐ جلوہ افگن ہے یہاں — دو جہاں کا حسن روشن ہے یہاں
- آنکھ ہے نورِ احمدی کا ظہور — رب کی شان نزول سینے میں
- کچھ اس طرح ہوئی یہ کائناتِ دل روشن — نگاہ دیکھ رہی ہے کہ روبرو تم ہو
- منزلِ نورِ اسمِ آعظم تک — جستجو کی لکیر ہم نکلے
- کتنا خوش بخت صباؔ اپنا نویدی نکلا — جس کی سوچوں کا سفر آپ کی پہچان ہوا
- محوِ ذکرِ محمدیؐ دنیا — نگہِ شش جہاتِ نورانی
- میرے قلب ونگاہ میں ہر دم — فکروخامہ کا نور آپؐ ہوئے
- عطر افشانیِ دنیا سے ہمیں کیا لینا — ہم معطر ہیں محمدؐ کی پناہوں میں ابھی

صبا نویدی ابتدا سے انتہا تک اس ازلی روشنی کو اپنے تصور کی آنکھ سے منہا کرنے پر رضامند نہیں ہے۔ کم لوگوں نے اس بات پر غور کیا ہے ہمارا یہ کرہ ارض اور اس کے ساتھ چپکی ہوئی زندگی ایک لامحدود اسرار میں ملفوف ہے۔ جسے صوفیا نے ہمیشہ اوست کہہ کر نشان زد کیا ہے۔ صوفیا نے اپنے اور اس اسرار کے درمیان حائل پردے کو تار تار کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے کہ وہ اس اسرار میں جذب ہو سکیں تا کہ قطرے اور سمندر کی تفریق ختم ہو جائے۔ صبا نے کائنات کے ان اسرار سے ٹکرانے کی کوشش تو ضرور کی ہے مگر یہ کہتے ہوئے کہ۔

- نقشِ پائے رسول آنکھوں میں — میں مقاماتِ آگہی میں ہوں

جس سے ہم یہ تصور کر سکتے ہے کہ متصوفانہ فکر کے ضمن میں صباؔ شہودی مکتبِ فکر سے وابستہ ہیں۔ اور ابھی مقاماتِ آگہی سے گذر رہے ہیں۔

ذات کے اس سفرنامے کے دو کردار ہیں۔ ایک کردار تو سفر کرنے والا خود ہے۔ اور دوسرا کردار وہ خطہ ہے جس کی سیاحت پر مسافر کمربستہ ہے۔ ظاہر ہے کہ صباؔ بحیثیتِ مسافر خود اپنی ذات کے بطون میں اترنے کی سعی کر رہا ہے۔ اور اپنے آئینہ (دل) میں اس روشن ترین نور کو دیکھنے کا آرزومند ہے۔ جس کی مدحت میں اس نے قلندری اپنائی ہے۔ بایں ہمہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے آئینہ پر گرد سی چھا گئی ہے۔ چنانچہ اس دھند سے آزاد ہونے کے لیے وہ دامنِ سرکارِ دوعالم کی ہواؤں کا متمنی ہے کہ آئینے پر جمی گرد صاف ہو تو کیا وہ سلوک و معرفت کی آخری منزل عرفانِ نفس پر متمکن ہونے کا آرزومند ہے۔

عرفانِ نفس کی منزل کو سمجھاتے ہوئے منطق الطیر میں فریدالدین عطار نے آئینہ کی تمثیل پیش فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں کہ ایک بار سارے پرندے ہُدہُد کو رہبر بنا کر اپنے بادشاہ سیمرغ کی تلاش میں چل پڑے۔ دورانِ سفر بہت سارے پرندوں نے تھک کر یا کسی اور وجہ سے مختلف مراحل پر اپنا سفر منقطع کرلیا۔ آخر میں صرف تیس پرندے باقی رہ گئے جو مستقل مزاج تھے اور سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے منزل پر پہنچ گئے تھے۔ ہُدہُد جب انہیں بادشاہ کے دیدار کے لیے اپنے ساتھ لے گیا اور کہا دیکھو وہ ہمارا بادشاہ ہے۔ تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے آئینہ ہے اور اس میں انہیں اپنا عکس نظر آرہا ہے۔ ایسی حالت میں شاہد و مشہود اور ناظر و منظور کا جو فرق رہتا ہے وہ مٹ جاتا ہے۔ مگر وہ لمحۂ حیرت باقی نہیں رہتا جو فن کار کو فکر و فن کی رفعتیں بخشتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ صبا نویدی بحیثیت ادیب اور شاعر نورِ محمدی کو مشعلِ راہ بنائے گا تو بہت جلد فکر و فن کی بلند منزلوں کو یقیناً چھولے گا۔

آنکھوں کے حوصلوں کا مقدر بھی دیکھئے　　　لذت کشانِ جلوۂ نورِ حبیبؐ ہیں

صدرِ شعبۂ اردو
مدراس پریسیڈنسی کالج
مدراس ۵

ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

علیم صبا نویدی اور نعتیہ سانیٹ

علیم صبا نویدی شاہراہِ ادب کے ایک تیز گام مسافر ہیں۔ انہوں نے پچھلے پندرہ برسوں کے اندر ایک درجن سے زائد شعری مجموعے اردو شاعری کو دیئے ہیں۔ نثری تخلیقات کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ ان کی شاعرانہ انفرادیت کے بارے میں بہت ساری باتیں اردو کے اہم ناقدوں نے کہی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کا ایک اخلاقی نقطۂ نظر ہے، وہ ایک سنجیدہ فکر اور اعلیٰ معیار کے مالک ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مجھے ان کی جس خوبی نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ کلاسکیت اور روایت پسندی کے خمیر سے اٹھنے والی جدیدیت ہے۔ میں انہیں بنیادی طور پر ایک ایسا فن کار مانتا ہوں جس نے روایت سے بھرپور استفادہ کے باوجود اپنے مزاج کی جدت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کا تخلیقی رویہ یہ احساس دلاتا ہے کہ ہمیشہ انہوں نے کوئی نہ کوئی نئی راہ نکالنے کی کوشش کی اور ان امکانات کی طرف قدم بڑھائے جن کی طرف دوسروں نے اشارہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس کی ایک نمایاں مثال ترسیلے، شعاعِ شرق اور تشدید کے نام سے ہائیکو نظموں کی اشاعت ہے۔ اردو میں اس صنفِ ادب کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ بلکہ لکھنے والوں نے جتنی نظمیں نہیں لکھیں اس سے زیادہ ناقدوں نے اس پر مضامین لکھے ہیں۔ مگر اردو میں اس طرح کی نظمیں لکھنے کا حق علیم صبا نویدی نے ادا کیا ہے۔

نور السمٰوات کی اشاعت بھی علیم صبا نویدی کے جدت پسند تخلیقی ذہن کا ایک ثبوت ہے۔ انہوں نے اپنے اس مجموعے کی ابتداء میں ہی یہ لکھ دیا ہے کہ اردو زبان وادب میں نعتیہ سانیٹ کا یہ پہلا مجموعہ ہے۔ اہلِ نظر سے یہ بات یوں بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔ مگر خیر اس مجموعے کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کے خیالات میں وسعت ہے۔ اور اسے اندازِ بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ شاعر نے نعتیہ شاعری کی روایتی فضا میں کچھ نئے گل بوٹے کھلانے کی کوشش کی ہے اور عام طور پر نعت کے اشعار رسولِ خداؐ کی بعثت کے مخصوص پس منظر میں ابھرتے ہیں۔ اس لئے ایک پورے عہد کی تاریخ بن جاتے ہیں۔ اس شعری مجموعے کے حسن کا اندازہ تو اسے پڑھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں بس ایک سانیٹ نقل کر دیتا ہوں۔

- قافلے سیاہی کے چار سو مسلط تھے
- دور تک تباہی کے نقش تھے زمانے میں

ظلمتوں کے سکے تھے زیست کے خزانے میں
کفر کے جواں منظر کو بہ کو مسلط تھے

زندگی کی آنکھوں میں قاتلانہ منظر تھے
تیرگی مقدر تھی وحشتیں تھیں آنکھوں میں
آرزو لہو بن کر بہہ گئی تھی شہروں میں
چاہتوں کے رشتوں میں مجرمانہ منظر تھے

نیم وحشی راہوں پر نور کی کرن پھیلی
زندگی نے کروٹ لی نیک ہو گئے نغمے
ہر طرف خدائی کے رونما ہوئے جلوے
بندگی ہوئی روشن دین کی لگن پھیلی

سید البشر کا یہ فیض رحمتی نکلا
آمدِ شہِ مرسلؐ کتنا برکتی نکلا

مطبوعہ 'نقشِ قلم' ۱۹۹۲ء

بدر اورنگ آبادی

علیم صبا نویدی کی نعتوں میں ندرت فکر

میلاد النبیؐ کی محفلوں میں پڑھی جانے والی نعتیں ایک خاص بندھے ٹکے اصول اور فکر کے تحت کہی جاتی تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ عقیدت مندوں نے نعت گوئی کو ایک صنف کا مقام دیا اور بالخصوص پاکستانی شعراء نے اسے نئے سلیقے اور نئے شعور کے ساتھ برتا اور اس میں وسعت و کشادگی پیدا کی جو آٹھ شعری اور دو افسانوی مجموعوں کے خالق علیم صبا نویدی نے نعتیہ کلام کا زیرِ نظر مجموعہ اس خیال کی تردید میں پیش کیا ہے کہ ''نئی قسم کی نعت جن وسعتوں اور گہرائیوں کی متقاضی ہے وہ وسعتیں، گہرائیاں ودیعت نہیں ہوئی ہیں۔'' علیم صبا نویدی جدت پسند شاعر ہیں جن کی شعری کاوشیں کسی ایک صنفِ شاعری تک محدود نہیں بلکہ ہر میدان میں ان کے رخشِ فکر نے کامیاب جست لگائی ہے۔ (بہ شمول ہائیکو نظمیں) اور یہی وجہ ہے کہ ان کے نعتیہ کلام میں بھی ندرتِ فکر، فنی پیکر اور لطیف ایمائی پیرائے کی بہتات ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ استعارے اور علامات ابہام پیدا نہیں ہونے دیتے۔

آپ کی بعثت نے ظلمتوں کا سینہ چاک کر کے روشنی کا سمندر موجزن کر دیا۔ اس حقیقت کو علیم صبا نویدی نے کس خوش نما پیراہن میں پیش کیا ہے، ملاحظہ ہو

- نبوت کا سورج ہوا جب طلوع　　شب کفر کی دھجیاں ہر طرف
- پاؤں پھیلائے ہوئے وحشی سیاہی تھی یہاں　　نور ہی نور ہوا نوری نسب کا صدقہ
- قتل باطل کا ہوا ڈھل گیا ظلمت کا غبار　　امن جاگا تھا کہ احساس کے جوہر جاگے

نبی آخرالزماں کی ذات بابرکات اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے لیے علیم صبا نویدی نے لفظ 'نور' کا بکثرت استعمال کیا ہے۔ جیسے۔

- ان کے ہی نور نے دھارے ہیں کئی روپ یہاں　　آئینہ جاگتے ہی بختِ سکندر جاگے
- دامنِ نور میں جگہ لے لوں　　جب محمدؐ کا آسرا لے لوں
- سرکارِ کائناتؐ سے دنیا میں نور ہے　　ہر دل میں روشنی ہے تمنا میں نور ہے

شاید اسی لیے ڈاکٹر سید حامد حسین نے لکھا ہے کہ صبا کی نعتیہ شاعری میں 'نور' ایک غالب اشارہ کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے'۔ لیکن میرا خیال ہے کہ صبا نویدی کے ذہن میں یہ آیتِ کریمہ رہی ہوگی۔ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ جس کے متعلق کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ اس میں لفظ 'نور' سے مراد خود رسول اللہ صلعم کی ذات ہے۔

علیم صبا نویدی کا نہ صرف اندازِ فکر منفرد اور جداگانہ ہے، بلکہ انہوں نے اس صنف میں نئے انداز سے سوچنے اور تجربہ کرنے کی کوشش کی ہے اور بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں اور یہ کامیابی صبا کے پاک جذبوں اور نیک عقیدوں پر صاد ہے۔ (مطبوعہ 'نقشِ قلم)

حسن فیاض

علیم صبا نویدی کی نعتوں پر ایک نظر

سب سے پہلے کچھ دوسروں کی نعت کے شعر پیش کروں گا اور ساتھ ساتھ صبا نویدی کے اشعار بھی تا کہ اس بات کا اندازہ ہو کہ نئی ہیئت اور ترسیل کے نئے ڈھانچوں کے شیدائی علیم کے ہاں کیا کیفیت دگر ہے۔

- فرش بھی زیرِ قدم اور عرش بھی زیرِ قدم
  آپؐ ناظر ہیں نظر ہیں یا ہیں منظر کیا ہیں آپؐ

(اوج یعقوبی)

- جس آنکھ کے وسعت میں ہیں کونین کے سب بھید
  س آنکھ کے جلوؤں میں بسر کرنے لگا ہوں

(صبا نویدی)

- چاند تاروں کو دیکھنے والے
  دیکھ نقشِ قدم محمدؐ کا

(راہی فدائی)

- ساتوں عالم میں شہنشاہِ عرب کا صدقہ
  صاحبِ کون و مکاں امی لقب کا صدقہ

(صبا نویدی)

- یہی کہتا جلالؔ آئے گا میدانِ قیامت میں
  نگاہِ لطف ادھر کو بھی خدا را یا رسول اللہؐ

(ضامن علی جلال)

- خاک مل مل کے اپنے زخموں پر
  کچھ مدینے کی بھی ہوا لے لوں

(صبا نویدی)

• اٹھادے آنکھ سے پردہ دوئی کا حسن مینائی
جدھر دیکھوں نظر آئے مجھے جلوہ محمدؐ کا
(امیر مینائی)

• شہنشاہِ کون ومکاںؐ ہر طرف
منور زمیں آسماں ہر طرف
(صبا نویدی)

• تمام شاہانِ بحروبر سے، ہر ایک خاقانِ نامور سے
حضورؐ کا ہر جلیس اعلیٰ، حضورؐ کا ہر غلام اعلیٰ
(حیرت القادری)

• عطر افشانیٔ دنیا سے ہمیں کیا لینا
ہم معطر ہیں محمد کی پناہوں میں ابھی
(صبا نویدی)

شعر کی عظمت کے تعلق سے حالیؔ یورپ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مشاغلِ دینوی میں انہماک کے سبب جو قوتیں سوجاتی ہیں شعر ان کو جگاتا ہے اور سارے بچپن کے ان خالص اور پاک جذبات کو جولوثِ غرض کے چراغوں سے مبرّا تھے، پھر سے تروتازہ کرتا ہے۔ حالیؔ نے شاعر کو شطرنج کا کھلاڑی بھی کہا ہے۔ شطرنج کے کھلاڑی کی طرح شاعری میں شاعر کو ایسا مزہ آتا ہے کہ وہ کھانا پینا اور سونا سب بھول جاتا ہے۔ مگر اس لگن کے ساتھ ساتھ استعداد کی بھی ضرورت ہے۔ قدماء کے کلام پر گہری نظر بھی درکار ہے اور جو حدود قائم ہیں ان کو اور وسیع کرنا چاہیے۔ ورنہ ادب تنزل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اختراع اور تنوع تازگی لائے، ادب میں نیا پن ضرور لائے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو زبان بن چکی ہو اس کو کسی طرح کا نقصان پہنچے۔

زندگی تضادات کا بھی نام ہے۔ اضداد سے بہت سے پیکر ابھرتے ہیں۔ کئی منظر جنم لیتے ہیں۔ ادیب یا شاعر ان کو استعمال کرتا ہے اور بالخصوص آج کا ادیب جو کہ اپنے گردوپیش سے اپنے پیشواؤں کی بہ نسبت زیادہ متاثر ہے۔ وہ ان پیکروں کو احتساب وانتخاب کی آنچ سے گذارتا ہے۔ لہٰذا جن اذہان نے روایت سے گریز کیا ہے وہ ترسیل کے تعلق سے بہت زیادہ مصروف اور فکر مند نظر آتے ہیں اور ان (بہ شمول علیم صبا نویدی) کے ہاں غزل اور نظم کی دوسری اصناف بشمول نعت بھی اس تبدیلی یا ترسیل کے تجربے سے مزین ہوتی ہیں۔ اور اصنافِ شعر کی طرح نعت کہنا بھی کچھ سہل کام نہیں۔ اور صنف کے لیے مزاج کا موزوں ہونا لازم ہے۔ ہر تخیل وترسیل کا رشتہ بھی مربوط ومستحکم اور سازگار ہو۔ شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ نعت کہنے کے بعد شاعر یہ محسوس کرے کہ گویا وہ پاک ہوگیا۔

رونے سے اور عشق میں بے باک ہوگئے دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہوگئے (غالب)

حضرت امیر مینائی کی نعت گوئی دوسروں کے لیے مشعل راہ بن سکتی ہے۔ اس بابرکت صنف کو تقریباً ہر جگہ

اساتذۂ کرام نے مالا مال کیا ہے۔ تامل ناڈو میں صادق الحسن شریف مدراسی ،عبد الغفار مسکین ،مولانا امانی پلی کنڈوی ،ایمان گوپاموی ،دانش فرازی اور یعقوب اسلم کے نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ علیم صبا نویدی کو نعتیہ شاعری میں جو نیک نامی اور شہرتیں ملیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئیں۔

احترام، تقدیس، ادراک اور جنون کی منزلوں میں شعری تخیل جب نعت کا روپ دھار لیتا ہے تو مادیت نور کی طرف ایک بچے کی طرح ہمکتی اور دنیا کی آرزو، دین کی تمنا میں ڈھل جاتی ہے۔ الوہی آفاقی اور نورانی منزلوں کا پر وردہ دنیا کے لیے مشعلِ راہ بنتا ہے اور اس منزل میں پہنچ جاتا ہے جس کا اشارہ اقبال کی اس رباعی میں ملتا ہے۔

- خود واقف نہیں ہے نیک و بد سے — بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
- خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے — خرد بیزار دل سے دل خرد سے

آگے پیش کئے گئے خیالات اگر بطور آئینہ مان لیں اور ان کے آگے علیم صبا نویدی کا کلام رکھیں تو از خود ان کے ہاں محاسن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ صبا کا یہ شعر جب ہم پڑھتے ہیں۔

- میرے قلب و نگاہ میں ہر دم — فکر و خامہ کا نور آپ ہوئے

تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کو دنیا اپنے شکنجے میں کس کر نہیں رکھ سکتی اور جب وہ یہ کہتے ہیں۔

- یہ شانِ احمدیؐ ہے یہ فیضِ حبیبؐ ہے — دل سے دماغ تک ہوا جذبات کا سفر

تو ایسا لگتا ہے کہ وہ لا ہوتی فضاؤں کے دلدادہ ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ جذبات کا سفر، ادراک کا سفر اور عرفان کے سفر میں تبدیل ہو جائے یعنی بہ قولِ اقبال۔

- ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا — حیاتِ ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

کیا علیم تقلید سے گریز کی بجائے نئے پن کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کیا وہ تقلید کے تعاقب یا سائے سے گریز پا ہونے میں کامیاب ہیں۔ مقدر، افسوس میں، ذات، افلاک وز میں، ان کی کائنات کا اہم حصہ ہیں۔ ان کے تصور کے تہہ خانہ کے مولود جو سایہ بھی ہیں اور جسم کے رہینِ منت بھی وہ زیادہ سے زیادہ رینگتے یا چھلانگ لگاتے ہیں۔ اس سبک خرابی میں ہمیں کیا تلاش کرتا ہے۔ زناٹے بھرتی اڑان یا دودھاری تلوار کی کاٹ جس سے ظلمت کا دل گھبرائے اور تشویش کا چہرہ اتر جائے۔ وہ کبھی یوں محسوس کراتے ہیں کہ وہ منزل کے پاس ہیں اور کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے

لفظوں کے خوابوں کو معنی کی تعبیر نہیں ملی۔ یہ یقینی اور بے یقینی کی فضا تاہم ان کی تخلیق کردہ ہے۔ جس میں ان کے اندر کا فن کار آہ بھرتا، آئینہ دکھاتا اور اپنی دنیا میں مگن نظر آتا ہے اور یہ سب باتیں ہمیں ان کے تجربوں کے لمبے سلسلے میں کہیں کم اور کہیں زیادہ ملیں گی۔

کیا علیم کی آواز intelligible ہے۔ کیا اس میں ambiguity ہیں۔ علیم کی آواز میں کیسا رس ہے۔ کیا یہ سبز ٹیلے پر کھڑے کسی نورزادے کی آواز کے مماثل ہے یا دہشت زدہ لوگوں کے خوف کے پردے میں چھپی ہوئی زیرِ لب سرگوشی ہے۔ کیا فنی، لسانی، فکری اور جمالیاتی سطحوت پر ان کی آواز محض بن سکتی ہے۔ کیا علیم کے ہاں اعماق ہیں، بلندیاں ہیں۔ اگر ہیں تو انہیں yard stick سے ناپا جائے۔ یہ ایسے سوالات ہیں جو کسی بھی سنجیدہ قاری کے ذہن میں ابھر سکتے ہیں اور منصفانہ تنقید لکھنے والے علیم کے شعوری، لاشعوری احساسی سوانحی، عملی، تخئیلی، عرفانی اور نفسیاتی گوشوں میں چھپے ہوئے مگر بولتے ہوئے لمحوں کو جب ڈھونڈ لیں گے تو تلاشِ حسن وحق کارگر ہوگی۔

ڈاکٹر انصار اللہ

علیم کی جدت پسندی نعت میں

ہماری زبان اردو ہندوستان کی بہت سی زبانوں کے مقابلے میں قدیم تر ہے۔ اب اس کی عمر ہزار برس ہوگئی ہے۔ ابتداء میں اس نے ہندوستانی (تمل وغیرہ) شاعری کی اصناف اوران کی ہئیت کو اختیار کیا تھا۔ ایک مدت کے بعد اس نے فارسی کے اوزان و بحور اور نظم ونثر کی مختلف اقسام کو اپنا کر ان کے اصولوں کی اتباع کی۔ انیسویں صدی کے اوائل سے اردو شعروادب پر انگریزی کے اثرات مرتب ہونے شروع ہو گئے تھے۔ حسنات کو اخذ کرتے رہنا اور ہر قسم کی خوبیوں سے اپنے دامن کو بھرتے رہنا اس زندہ اور ترقی پذیر، ترقی پسند زبان کے امتیازات میں سے ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہر قسم کے موانعات کے باوجود یہ زبان آہستہ آہستہ عالمگیر حیثیت حاصل کرتی جارہی ہے۔ اس کی ترقیوں نے یگانوں بے گانوں سب کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

انگریزی شاعری سے اردو میں جو شعری اصناف آئیں ان میں سے ایک سانیٹ بھی ہے۔ اردو میں ایک بیان کے مطابق سانیٹ کی عمر پچاس برس سے بھی زیادہ ہوئی لیکن عام خیال کے بموجب اردو میں پہلا سانیٹ پچھتر برس سے بھی پہلے لکھا گیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اردو میں ابتداء میں سانیٹ قطعہ یا مختصر نظم کے بدل کے طور پر آیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس میں ہر قسم کے مضامین عاشقانہ، اخلاقی، اصلاحی، قومی وغیرہ نظمیں لکھی جانے لگی تھیں۔ کچھ شبہ نہیں کہ اب سے کوئی تیس پینتیس برس پہلے اسلامی عقائد اور مسلمانوں کے مسائل سے متعلق بھی اردو میں سانیٹ لکھے گئے تھے۔ چنانچہ ایک سانیٹ کا آخری شعر مجھے یاد آتا ہے ۔

ڈھونڈتی ہے تجھے خود منزلِ دیرینہ تری　　　اے پرستارِ حرم سوئے کلیسا

چنانچہ بات تقریباً یقینی ہے کہ سانیٹ کی صورت میں نعتیں بھی لکھی گئی ہوں گی لیکن نعت گوئی کے لیے اس صنف کو خصوصیت کے ساتھ برتنے کا امتیاز جناب علیم صبا نویدی کے حصے میں آیا ہے۔

جناب علیم صبا نویدی کی شاعری کی عمر کوئی بیس برس کے قریب ہوگی لیکن اس مختصر سی مدت میں ان کی طبیعت کی ایجاد پسندی نے انہیں مختلف النوع امتیازوں کا مالک بنادیا۔ انہوں نے شعر گوئی کی ابتداء روایتی غزل گوئی سے کی تھی۔ پھر نظموں کی طرف متوجہ ہوئے۔ آزاد غزلیں لکھیں اور پھر جاپانی شاعری کی ایک صنف ہائیکو کہنے کے لیے شہرت پائی۔

اب نعتیہ شاعری کا شوق ہوا ہے۔ ان کی نعتوں کا پہلا مجموعہ 'مراۃ النور' کے نام سے شائع ہوا۔ دوسرا یہ نورالسمٰوات ہے اور ایک تیسرا مجموعہ 'نون' بھی منظرِ عام پر آچکا ہے۔ جناب علیم صبانویدی نثر میں بھی بند نہیں ہیں۔ ان کے افسانوں کے دو مجموعے چھپ چکے ہیں۔ اور تیسرا چھپ رہا ہے۔ انہوں نے ٹمل ناڈو کے اردو شاعروں کا ایک تذکرہ بھی مرتب کیا ہے۔ غرض ان کے قلم کی جولانگاہ بہت وسیع اور ان کی تصانیف نہایت متنوع ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علیم صبانویدی نے ماضی سے بغاوت کو اپنا جزوِ ایماں بنالیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جدید کی تلاش اور بغاوت میں بہت فرق ہے۔ علیم صبانویدی باغی شاعر نہیں ہیں۔ وہ زبان و شعر کے اصولوں کا پوری طرح احترام کرتے ہیں اور ماضی کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کا ہائیکو وغیرہ کہنے کے بعد نعتوں کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانا بھی اسی حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔

اردو میں نعت گوئی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ لیکن تیرھویں صدی ہجری سے پہلے کے ایسے شاعروں کا حال ہمارے علم میں نہیں ہے جنہوں نے نعت گوئی میں اختصاص پیدا کیا ہے۔ سب سے طویل نعت غالباً اقبال سہیل مرحوم نے کہی جو 'موجِ کوثر' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اور جس کی تقلید میں چھوٹی بڑی بکثرت نعتیں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے گیت کے انداز میں بہت کامیاب نعتیں لکھیں اور ان کے زیر اثر جدید دور کے اکثر نعت گویوں نے اسی روش کو اختیار کیا۔

نعت کسی ایک ہیئت کی پابند نہیں تھی، چنانچہ علیم صبانویدی کی جدت پسندی نے اس کے لیے سانیٹ کی صورت کو اختیار کیا۔ انہوں نے اس ہیئت میں سلام بھی لکھا ہے۔ کہا جاچکا ہے کہ اس کا تو امکان ہے کہ ان سے پہلے کسی نے سانیٹ کی صورت میں نعت لکھی ہو لیکن اس ہیئت میں نعتوں کا مجموعہ مرتب کرنے کے علاوہ اس صورت میں سلام کہنے کے لیے بھی بلاشبہ علیم صبانویدی کو اولیت حاصل ہے۔ چنانچہ 'نورالسمٰوات' کے اندرونی سرورق پر اس مجموعے کو اردو میں 'نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ' قرار دینا صحیح ہے۔

'نورالسمٰوات' کے پہلے تین سانیٹ دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ علیم صبانویدی نے انگریزی سانیٹ کی ہیئت کی آنکھ بند کر کے اتباع نہیں کی ہے بلکہ اس ہیئت میں اپنے طور پر تصرف اور تبدل بھی کیا ہے۔

آج اردو زبان و ادب طرح طرح کے ابتلاؤں سے دوچار ہے۔ ان حالات میں علیم صبانویدی کی یہ جدت آمیز شعری کاوشات نہایت حوصلہ افزا ہیں۔ خدا ان کو زبان و شعر کی خدمات کے بہتر سے بہتر مواقع عطا کرے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ڈاکٹر محمد علی اثر

''ن'' نعتیہ شاعری میں ایک خوبصورت اضافہ

نعت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ایسی نظم کے ہیں جس میں حضور سرورِ کائنات پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت وثنا کی جائے۔ نعت گوئی کے لیے سرورِ دو عالمؐ سے صرف رسمی عقیدت واحترام کا اظہار ہی کافی نہیں ہے بلکہ شاعر کا عشقِ محمدیؐ اور محبتِ رسولؐ میں سرشار ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ نعت کا لفظ عموماً وصف کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن معنی ومفہوم کے اعتبار سے دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف نہیں ہیں۔ وصف مدح وذم اور خوبی وخامی دونوں معنی میں مستعمل ہے جب کے نعت میں صرف ومحض مدح وثنا اور خوبیاں ہی بیان کی جاتی ہیں۔

نعت گوئی کے لیے کوئی صنفِ سخن مخصوص نہیں، ہر صنفِ شعر قصیدہ، غزل، مثنوی، مسدس، قطعہ، رباعی وغیرہ میں نعتیہ شاعری کا بیش بہا سرمایہ موجود ہے۔ طویل نظموں اور دواوین میں بالعموم حمد کے بعد نعتیہ اشعار شامل کئے جاتے ہیں۔

نعت گوئی کا آغاز عربی زبان میں ہوا۔ بعد کو عربی شاعری کی تقلید اور تتبع میں فارسی اور اردو زبان میں بھی نعتیہ شاعری کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ دیگر اصنافِ شاعری کی طرح اردو میں نعت گوئی کی ابتداء دکن میں ہوئی۔ دکنی دور میں مثنوی کی صنف تمام اصنافِ شعر پر چھائی رہی۔ اسی صنفِ سخن میں دکنی شاعروں نے اپنی بہترین تخلیقی اور فن کارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ دکنی کی تمام مثنویوں میں حمد کے بعد نعت گوئی ایک جزوِ لاینفک کے طور پر نظر آتی ہے۔ موجودہ معلومات کی روشنی میں اردو کی پہلی تصنیف فخر الدین نظامی بیدری کی مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' ہے۔ اور نظامی ہی کو اردو میں سب سے پہلے نعتیہ اشعار کہنے کا اعزاز حاصل ہے۔

موجودہ عرصے میں ادھر جدید شاعروں نے نعت گوئی پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے ادبی رسالوں میں نعتیہ شاعری کے اعلیٰ نمونے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ ان دنوں نعتیہ شاعری کے مجموعے بھی منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ جدید نعت گو شعراء میں علیم صبا نویدی کا نام بہ طور خاص اہمیت کا حامل ہے۔

علیم صبا نویدی ساتویں دہائی میں جنوبی ہند کی سرزمین تامل ناڈو سے نمودار ہونے والے ایک درخشاں اور روشن ستارے کا نام ہے۔ جس نے ایک مختصر عرصے میں اردو کے نئے شعری افق پر اپنی سب سے الگ پہچان بنائی ہے۔ صبؔا نے اپنی مخصوص تخلیقی اور فن کارانہ صلاحیتوں کے ذریعے اردو شاعری کو نئے تیور، نئے رنگ و آہنگ اور نئی فضا سے آشنا کیا ہے۔ ان کی ایک درجن سے زائد شعری اور افسانوی تصانیف شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔ علیم صبا ایک جدید تخلیقی فن کار ہیں۔ انہوں نے جدید اصنافِ شعر خصوصاً ہائیکو، سانیٹ بلانک ورس وغیرہ میں اپنے مخصوص آہنگ اور منفرد لب ولہجہ کے نقوش ثبت کر دئے ہیں۔ گذشتہ چند برسوں میں وہ نعت گوئی کی طرف خاص متوجہ ہوئے ہیں۔ اور شاعری کی مختلف ہستیوں میں ایک سچے عاشقِ رسولؐ کی حیثیت سے اپنے مخصوص لہجے میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گل ہائے عقیدت پیش کر کے نہ صرف اپنی بخشش کا سامان مہیا کر لیا ہے بلکہ اپنی قادرالکلامی اور فن کارانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔

جہاں تک علیم صبا کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے، اب تک ان کے تین شعری مجموعے 'مراۃ النور' 'نور السمٰوات' اور 'ن' منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ 'ن' علیم صبا نویدی کا تازہ مجموعۂ نعت ہے۔ جس میں ایک حمد دو سلام اور باون نعتیں ہیں۔ نعت گوئی کا فن بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ بہت ہی نازک فن ہے۔ جس سے عہدہ برآ ہونا بڑا مشکل کام ہے۔ علیم صبا نویدی نعت گوئی کی تمام باریکیوں سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے ان کا یہ کہنا درست ہے کہ ۔

- نعت گوئی کے مبارک شہر میں چار سو فکرِ صبؔا مشہور ہے
- تو نے نعتِ محمدیؐ میں صبؔا خود کو اونچا بہت اٹھایا ہے

بقولِ مولانا راہی فدائی علیم صبؔا کی نعتیہ شاعری کا کلیدی لفظ 'نور' ہے۔ انہوں نے اس لفظ کے متعلقات، مترادفات اور تلازموں کا بڑا دل کش، خوبصورت اور فن کارانہ استعمال کیا ہے۔

- موجودگی میں آپؐ کی انوار کی پھوار اور آپؐ کے بغیر اجالا سیاہ ہے
- خوشا نصیب کہ نورِ محمدیؐ کے طفیل مرے وجود کا ویراں کھنڈر ہوا روشن
- جلوۂ نورِ محمدیؐ ہی سے روشن ہے جہاں پھول میں پھل میں ہر اک ذرے میں خوشبو ہے رواں

علیم صبا کا نعتیہ کلام ''ن'' جذبۂ عشقِ محمدؐ کے اجالے کے ساتھ ساتھ شاہِ امم کی عطر فشانی، گیسوئے مصطفٰےؐ کی مہک اور خوشبوئے محمدؐ کے خزانے سے لبریز ہے۔

- کیوں کر نہ لیں نویدی معطر نصیب کو جب چار سو مہکتے ہیں گیسوئے مصطفٰےؐ

- جس میں خوشبوئے محمدؐ کا خزانہ ہے بھرا — عشق احمدؐ میں گرفتار وہ سرافضل ہے
- چار سو عکسِ تجلی کی مہک — وسعتِ دل میں معطر ہیں نبیؐ
- ہم کیا تصوراتِ محمدؐ میں کھو گئے — سایہ بھی عطر بیز ہے زلفِ سیاہ کا

پیشِ نظر تصنیف میں علیم صبا ابتداء سے آخر تک حبِ نبیؐ اور عشقِ محمدیؐ میں سرمست و سرشار اپنے جذبات اور محسوسات کی گل افشانی کرتے نظر آتے ہیں۔ غرض 'ن' نہ صرف علیم صبا نویدی کی نعتوں کا قابل قدر گل دستہ ہے بلکہ اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک خوبصورت اضافے کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

شعبۂ اردو
عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد۔

ڈاکٹر عبدالواسع

سرگذشتۂ خمارِ عشقِ رسولؐ

''ن'' علیم صبانویدی کی تازہ ترین نعتیہ غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں ان غزلوں کے علاوہ متعدد حضرات کے رشحاتِ قلم بھی شامل ہیں جن کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نویدی کے شاعرانہ کمالات کے سب معترف ہیں۔ ان میں ظہیر احمد صدیقی جیسے کہنہ مشق نقاد بھی شامل ہیں اور مولانا راہی فدائی جیسے تازہ واردانِ بساطِ ادب بھی۔ کوئی شاعر قدیم وجدید نسل کے ناقدوں میں یکساں مقبول ہو، کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

علیم صبانویدی کو یہ مقبولیت کیوں کر ملی؟ اس بات کی تہہ میں اتر آئیں تو محسوس ہوگا کہ وہ ایک ذی علم صبا رفتار ادیب وشاعر ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کو دعوتِ سخن دیتے رہتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی کم وبیش یہی معاملہ درپیش ہے۔ میں ایک ضرورت پر بنگلور کے سفر پر نکلا تھا۔ میرے ساتھ ڈاکٹر مناظر عاشق ہر گانوی بھی تھے۔ انہوں نے مدراس سے گذرنے کی خبر ان کو دی تھی۔ چناں چہ جب میں مدراس پہنچا تو علیم صبانویدی کا دیدار نصیب ہوا۔ ان کے خلوص ومحبت کی مئے سے سرشار ہوا۔ اور 'ن' کی رسمِ اجراء میں شریک ہونے کی دعوت پر بنگلور سے مدراس دوبارہ آیا۔ پھر تو دو دنوں تک ان کا ساتھ رہا۔ اخلاص ومحبت کے جام پر جام لنڈھائے اور شاعروں ادیبوں کی صحبت سے مستفیذ بھی ہوا۔

علیم صبانویدی کی شخصیت کی جن خوبیوں نے مجھے متاثر کیا وہ ہیں ان کی ادب نوازی، مہمان نوازی اور منکسر المزاجی۔ اردو ادب میں اپنی جگہ بنانے کے باوجود وہ شعر وادب سے تعلق رکھنے والے ہر کس وناکس سے جس خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ جس طرح دل داری کرتے ہیں اور مجسم پیکرِ اخلاص ومحبت بن جاتے ہیں کوئی بھی ان کا شیدا ہو سکتا ہے۔ نویدِ دنیا کو دعوت دینے کو کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عروسِ سخن نے ان کو دعوت دے کر اپنا گرویدہ کیا اور پھر وہ دوسروں کو دعوت دے کر اپنا گرویدہ بناتے ہیں، ورنہ پہلی ملاقات میں کوئی کیوں کر کسی کی شخصیت اور فن پر قلم اٹھانے کی جرأت کر سکتا ہے۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ علیم صبانویدی ایک ذی علم صبا رفتار شاعر وادیب ہیں۔ علیم خدا کا نام ہے ہر فن کار اپنی تخلیقات کا خدا ہوتا ہے اور جس تیزی سے نظموں، غزلوں، ہائیکو، آزاد غزلوں، سانیٹ، نعتیہ کلام اور افسانوں

کے مجموعے انہوں نے شائع کیے ہیں، وہ ان کی صبا رفتاری پر دال ہیں۔ نویدی کی معنویت میں نے اوپر واضح کی ہے۔ اس اعتبار سے علیم صبا نویدی اسم با مسمّیٰ ہیں۔

علیم صبا نویدی نے اپنی شاعری کا آغاز غزل نگاری سے کیا ہے۔ غزل کہنے کے لیے بڑی وارفتگی کی ضرورت ہے۔ جذبے جب جان و دل میں سماتے ہیں تو غزل ہوتی ہے۔ علیم صبا نویدی کے ناقدوں نے ان کی زندگی کے بعض گوشوں سے پردے اٹھائے ہیں جو ان کے دلِ مجروح کی داستان کہتے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کے دردِ دل نے جب ان کو بیقرار کیا تھا تو انہوں نے غزل کی وادی میں پناہ لی۔ تخلیق کا سرچشمہ پھوٹا تو اردو ادب کو ایک ایسا شاعر ملا جس نے اپنی تخلیقی قوت سے اس کے دامن کو گل ہائے رنگ رنگ سے بھر دیا۔ آزاد غزل، سانیٹ، ہائیکو کے کامیاب تجربوں کے بعد نویدی نے نعت گوئی شروع کی اور دو برسوں کی قلیل مدت میں تین مجموعے شائع کئے۔

نعت گوئی بھی عشق کی ایک شکل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تمام مسلمانوں کے لیے ذریعۂ نجات ہے۔ آپؐ فخرِ موجودات ہیں۔ وجہِ بنائے کائنات ہیں۔ محبوبِ داور ہیں شافعِ محشرؐ ہیں۔ جس نے آپؐ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی۔ اس منظر میں دیکھئے تو محسوس ہوگا کہ اردو اور فارسی کی تمام صوفیانہ شاعری عشقِ رسولِ اکرمؐ سے سرشار و شاداب ہے۔ تصوف کی ابتدا بھی اسی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ایران میں خانقاہیں قائم ہوئیں۔ عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کی پرپیچ راہوں سے خدا تک پہنچنے کی کوشش کی گئی۔

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری بھی انہی راہوں سے گذرتی ہے۔ پہلے انہوں نے عشقِ مجازی کے اظہار کے لیے عروسِ غزل کی مشاطگی کی اور جب یہ منزل سر ہوگئی تو عشقِ حقیقی کی وادی میں چل کھڑے ہوئے۔ میں نے جب کہا تھا کہ

• عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

تو اس کا مفہوم یہی ہے کہ ساری کائنات کی بنیاد عشق پر رکھی گئی ہے۔ اپنے مجموعۂ کلام 'ن' میں علیم صبا نویدی عشق کے اس راز کو پانے کے لیے بے قرار نظر آتے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعۂ کلام ''ن'' کو پڑھنے کے قبل نگاہ اس کے نام پر ٹھہرتی ہے۔ 'ن' قرآن کے ان الفاظ میں سے ایک ہے جس کی تفسیر آج تک کسی مفسر نے نہیں کی۔ بعض مفسرین نے اس کو حضورِ اکرمؐ کی ذات کہا ہے۔ مرتب نے بھی اس لفظ کا یہی مفہوم بتایا ہے۔ اس صورتِ حال میں نعتیہ غزلوں کے لیے اس سے بہتر کوئی نام نہیں ہوسکتا تھا۔ اس

نام کا انتخاب شاعر یا مرتب جس نے بھی کیا ہے اس کو میں قابل صد مبارکباد سمجھتا ہوں۔

'ن' میں ایک حمد اور ۵۳ نعتیں ہیں۔ نعتوں کے ساتھ حمد کی شمولیت دو باتیں ظاہر کرتی ہے۔ اول تو یہ ہے کہ شاعر نے روایت کا پاس رکھا ہے اور دوم اس نے نعت گوئی کی مشکل راہوں کا ادراک کیا ہے۔ نعت گوئی ایک بہت مشکل فن ہے۔ یہ تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ لفظوں کے انتخاب میں ذرا سی لغزش دین و دنیا دونوں میں رسوا کرنے کے لئے کافی ہے۔ کفر و شرک کی حدیں بہت قریب ہیں۔ رسول صلعم کے عشق میں نہ تو ایسی زیادتی ہونی چاہیے کہ شرک کا گمان ہو اور نہ ہی اسلام کے خلاف شان کسی لفظ کا استعمال ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ عرفی نے کہا۔

- عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

میرے نزدیک نعت گوئی کا صحیح معیار عرفی نے قائم کیا ہے۔ 'ن' میں شامل نعتیہ غزلوں کو پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ علیم صبا نویدی بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز اس پل صراط سے کامیاب و کامران گذرے ہیں۔ حضور صلعم کی عظمت کا سکہ جہاں دلوں میں بٹھایا ہے، وہاں محب اور محبوب کے مراتب کا لحاظ بھی رکھا ہے۔ حمد کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

جو جہانِ غیب و شہود ہیں ترے آگے سر بہ سجود ہیں ترے ذکر میں ہے ہر اک شجر تری شان جل جلالہ

نعت کے یہ اشعار بھی دیکھئے

- نگہ مصطفےٰ سے روشن ہم عاشق کبریاؑ سے روشن ہم
- ہر گھڑی ہر نفس خدا کے گھر سرور انبیاءؑ سے ہم روشن ہم
- جب محمدؐ کا نظارہ ہو گیا آسماں والا ہمارا ہو گیا

ان اشعار میں محبّ و محبوب، عبد و معبود کے رشتوں کے دائرے ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں اور الگ بھی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول صلعم کے رشتے بس ایسے ہی ہیں۔

رسول صلعم دنیا میں رحمت العالمین بن کر آئے۔ انہوں نے کایا کلپ کر دی جاہلیت کی تاریکی کو انوارِ الٰہی سے منور کر دیا، اس خیال کو کس خوبی سے علیم صبا نویدی نے مندرجۂ ذیل اشعار میں پیش کیا ہے۔

- سمندر غیر سنجیدہ تھا، موجیں جاہلانہ تھیں ہر اک شئے کی طبیعت میں سکون و دلکشی آئی
- ہر اک چہرے میں پوشیدہ گناہوں کا مقدر تھا سیاہی جسم کی ڈوبی تو ہر سو چاندنی آئی

- نقشِ قدم سے آپؐ کے ظلمت تباہ سے　　ہر سمت اطمینان کی آماجگاہ ہے
- انؐ کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے　　نکہت و نور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے
- قتل باطل کا ہوا ڈھل گیا ظلمت کا غبار　　امن جاگا تھا کہ احساس کے جوہر جاگے

ذرے ذرے پہ تھا نیندوں کا تسلط ہی صباؔ　　وہ جو آئے تو زمیں جاگی، سمندر جاگے

علیم صبا نویدی فنافی العشق ہیں۔ حضور صلعم کے عشق میں وہ انوارِ الٰہی کا نظارہ کرتے ہیں۔ حضورؐ کی ذات والا صفات سے اللہ جلِ شانہ کا ادراک کرتے ہیں۔

- جب محمدؐ کا نظارا ہو گیا　　آسماں والا ہمارا ہو گیا
- آتشِ عشقِ محمدؐ میں صباؔ　　جلتے جلتے حق کو پیارا ہو گیا

عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کا یہ سفر بھی حضور صلعم کا فیض ہے۔ اس کا اعتراف علیم صبا نویدی نے دوسری جگہ یوں کیا ہے۔

- صبا جن سے خوابوں میں ملتے رہے　　لحد تک انہی کا وسیلہ گیا
- نویدی نے واقعتاً یہ خواب نہ بھی دیکھا ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شاعر خواب دیکھتا اور بنتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ ایک فالِ نیک ہے۔ اس خواب نے شاعری کے دامن کو نعتیہ کلام کے تین مجموعوں سے بھر دیا یہ کیا کم ہے۔

علیم صبا نویدی کا یہ عشق فنافی الرسولؐ کی حد تک ہے۔ اپنی ذات کے اندر اور باہر ہر جگہ وہ رسول صلعم کے عشق کی سوزش محسوس کرتے ہیں۔ ان کا سارا وجود اس آگ میں جل کر راکھ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کی فکر، ان کا خیال، ان کا جسم، ان کی روح ہر جگہ اسی کی جلوہ سامانی ملتی ہے۔ اپنے تمام کارناموں کو اسی کا پرتو جانتے ہیں۔

- عطر افشاں زندگانی ہو گئی　　ذکرِ احمدؐ سے سہانی ہو گئی
- جس روز ختم ہو گا مری زیست کا سفر　　نکلے گی میری سانس سے خوشبوئے مصطفےٰؐ
- آپؐ کے نامِ مبارک کی مہکتی برسات　　وسعتِ فکر کے منظر پہ ہوئی ہے کتنی
- دلوں کے آئینہ خانے میں کون اترا ہے　　کہ آرزو کے ہیں دیوار اور در روشن
- دیدہ و دل میں منور ہیں نبیؐ　　آئینہ دارِ مقدر ہیں نبیؐ
- ہیں کہاں کس سمت بتلاؤں میں کیا　　میرے باہر میرے اندر ہیں نبیؐ

اور واقعہ یہ ہے کہ رسول صلعم کے تعلق سے علیم صبانویدی کے جو خیالات ہیں وہ ہر مسلمان کے ہیں۔ حضور صلعم کا نامِ مبارک جب زبان پر آتا ہے تو احساس دلوں کو گرماتا ہے۔ اس طرح علیم صبانویدی کی یہ نعتیہ غزلیں صرف ان کے دل کی ترجمان نہیں ہیں بلکہ ہر مسلمان کے دل کی ترجمان ہیں اور ان کا عشقِ رسول تمام حدوں کو توڑ کر آفاقی ہو جاتا ہے۔

''ن ''میں جو نعتیہ غزلیں ہیں ان میں سے بیشتر چھوٹی بحروں میں ہیں۔ لیکن فنی اعتبار سے ان میں ایک بحرِ بیکراں موجیں مارتا ہے اور معنی کی وسعتیں دیدہ و دل کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں۔ اتنی کامیاب نعتیں غزل کی ہیئت میں کہنے پر میں علیم صبانویدی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر عبدالواسع
شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی
(مظفر پور)

ڈاکٹر مظفر شہ میری

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری میں تصوف

خدا کرے کہ علیم صبا نویدی کے تازہ نعتیہ مجموعہ 'مراۃ النور' کو کامیابی وکامرانی ملے۔ نور کا یہ آئینہ جمیع مسلمین کے لیے باعثِ خود شناسی اور وجہ خود آگہی بنے۔ ان اشعار سے ہم خطا کاروں کے قلوب منور ہوں اور ہماری فکر راہِ راست پر لگ جائے کہ سچی نعتیہ شاعری کا یہ وصفِ خاص ہوتا ہے۔

نعتیہ شاعری، عشقیہ وذوقیہ شاعری ہے۔ یہ دلِ عاشق رسولؐ سے مانندِ آہ نکلتی ہے۔ اور مثلِ تیر دلوں میں گھر کر جاتی ہے۔ اس راہ میں صرف اسی شاعر کو کامیابی نصیب ہوتی ہے جو اپنے کوچۂ عشق کی گرد بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ رتبہ یہ مقام کم ہی کسی کو ملتا ہے۔

مراۃ النور میں شاعر نے عشقِ رسول کا اظہار کیا ہے۔ عشق کا آغاز خود سپردگی سے ہوتا ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے کہ عاشق اپنی ہستی کو اپنے محبوب کی ہستی میں محو کر دیتا ہے۔ علیم صبا کے یہاں خود سپردگی کی واضح جھلکیاں ہمیں ملتی ہیں۔ وہ اپنی ہر کامیابی اور ہر کامرانی کو صدقۂ رسول تصور کرتے ہیں۔ اپنی فکر کو حضورِ اقدس کا احسان اور اپنی تخلیقات کو آپ کا فیضان سمجھتے ہیں۔

- شاعر کہیں ہیں اور کہیں ہم ادیب ہیں　　فیضان مصطفائی کی یہ شان دیکھیے

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دل میں یادِ رسولؐ سما جائے۔ اہلِ عاشقِ صادق کے لیے اور کیا چاہیے کہ چاروں طرف اپنے محبوب کا جلوہ ہو۔ ہر دم اسی کی فکر ہو۔ ہر پل اسی کا ذکر ہو۔ علیم کہتے ہیں۔

- آنکھوں میں جب سے جلوۂ خیر الانامؐ ہے　　ناکام زندگی کا سفر بھی تمام ہے
- کوئی بتائے کون ہے وہ اس کا نام کیا　　اک روشنی جو گھر میں مرے صبح وشام ہے

شاعر اپنی نگاہوں کے سامنے نقش ہائے رسول کو رکھتا ہے۔ اسی کو سفرِ عشق کا راہ نما بتاتا ہے۔ اور اسی سے مقاماتِ آگہی حاصل کرتا ہے۔

- میری آنکھوں کے سامنے ہردم　　نقشِ پائے رسولؐ ہوتا ہے

• نقشِ پائے حبیب گا صدقہ صحبت رہنما سے روشن ہم

یہ سفرِ عشق آگے بڑھتا ہے۔ زینہ بہ زینہ مرحلہ بہ مرحلہ سانس باقی ہے اور ذکرِ احمدؐ جاری ہے۔ ذکر کے کئی طریقے ہیں۔ کئی قرینے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سانسوں کی لے پر اسمِ احمدؐ دہرایا جائے۔ علیم صبا نے اپنے کئی شعروں میں اس ذکرِ خاص کی طرف اشارہ کیا ہے۔

• سانسوں کے ذکر کا ذرا جو ہر بھی دیکھنا باہر رسولِ پاکؐ ہیں اندر رسولِ پاکؐ
• لب رہیں چپ صبا تو سانسوں سے ذکرِ احمد قبول ہوتا ہے
• اپنے سانسوں کا زخم بھرنے کو ذکرِ محبوب کبریاؐ لے لوں

میرے سرکارؐ مرے پاس اجل کیوں آئے سانس ہے محوِ سفر آپ کی چاہوں میں ابھی

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی فکر یادِ رسولؐ سے مہکی ہوئی ہے۔ دل ذکرِ رسولِ پاکؐ سے روشن ہے۔ نگاہ نقشِ رسولؐ میں گم ہے اور سانس اسمِ رسولؐ سے رواں دواں ہے۔ ایک ایسے عاشقِ رسولؐ کے اعمال کا دفتر کیوں نہ مہکے گا۔

• عمر بھر کرتا رہا یادِ محمدؐ کا سفر بعدِ مردن مرے اعمال کا دفتر مہکا

ہر صنفِ سخن کے مخصوص پیکر اور خاص مصطلحات ہوتے ہیں۔ جنھیں ہر چھوٹا بڑا شاعر اپنے جذبات واحساسات کے اظہار کا وسیلہ بناتا ہے۔ ایک اچھا شاعر ان کے استعمال کے سلیقے سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ ایسی شاعری پڑھتے وقت ہمیں الفاظ کے چنگل میں پھنس جانے کا خوف نہیں ہوتا بلکہ شاعر کے کسی ابدی تجربے یا کسی دلی جذبے کو پالینے کی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس خصوص میں علیم کے یہ شعر بطورِ خاص ملاحظہ کریں۔

• ششدر ہے چاند تاروں کی نکلی ہوئی برات ہر پھول ہر شجر پہ محمدؐ کا نام ہے
• آپؐ کے دامن کی خوشبو میں نہاں یہ زمین و آسماں کا فاصلہ
• سانس کو بوئے پیرہن دینا چاہتیں ہیں ملول سینے میں

میں جب بھی نعتیہ شاعری پڑھتا ہوں تو اس میں تصوف کے نکات کو ضرور تلاش کرتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ کسی شاعر رمز شناس نے کوئی نکتۂ راز تو بیان نہیں کیا ہے؟ کسی نے روایتی تصوف سے ہٹ کر کوئی گہری بات تو نہیں بتائی ہے۔ 'مراۃ النور' میں کہیں کہیں رنگِ تصوف بھی جھلکتا ہے۔ مگر شاعر کا جھکاؤ زیادہ تر مدحتِ رسولِ پاک کی

طرف ہے۔ کیوں کہ شاعر کا عقیدہ ہے اور ہم سب کو بھی یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ۔

بس اے صبانویدی یہی زادِراہ ہے — یہ مدحت رسولؐ، یہ ذکرِ شہِ اممؐ

غرض 'مراۃ النور' وہ آئینہ ہے جس میں شاعر کے ایک ایک جذبے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک ایک خیال کو صاف پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں عشق کی جلوہ سامانیاں بھی ہیں، اور فکر کی کارفرمائیاں بھی۔ ایک طرف یہ روایتی نعتیہ شاعری کے حسن سے منور ہے تو دوسری طرف جدتِ ادا اور ندرتِ بیان سے بھی مزین ہے۔ کلام میں سلاست بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ رواں اور مختصر بحروں کا انتخاب خوب ہے۔ زبان ایسی صاف کہ ایک ایک لفظ سے طہارت و پاکیزگی ٹپکتی ہے۔ ہر بندش چست۔ ہر ترکیب دل نشیں۔ مجھے امید ہے کہ اس مجموعے کی بالعموم تمام اردو داں حلقوں میں اور بالخصوص عاشقانِ رسولِ عربیؐ کی محفلوں میں خوب پذیرائی ہوگی۔

ڈاکٹر مظفر شہ میری

اسلامیہ کالج، وانمباڑی (شمالی آرکاٹ)

محمد یعقوب اسلم

علیم صبا نویدی کی نعتوں میں جدتِ فکر

کسی قلندر کا مقولہ ہے

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

معلوم نہیں کہنے والے نے یہ مصرع سوچ سمجھ کر کہا یا ایسے ہی کوئی مصرع بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا اور عوام و خواص کی زبان پر چڑھ گیا۔ اس مصرعے کے مفہوم کا تعین کرنے میں صوفیائے کرام جتنی بھی چاہیں موشگافیاں کرلیں۔ لیکن اس کا ایک عام اور سیدھا سادا مفہوم جو ہر قاری کی سمجھ میں نہایت آسانی کے ساتھ آسکتا ہے اور کسی الٹ پھیر اور گھماؤ کے بغیر اس کے جو معنی نگاہوں کے سامنے آتے ہیں ان کی واقعیت اور صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مصرعے نے الوہیت اور ربوبیت کے درمیان ایک نہایت واضح حدِ فاصل قائم کی ہے اور اسی حدِ فاصل کو شاعرانہ پیرایۂ اظہار عطا کر کے شاعر نے اہل ظاہر اور اہلِ باطن دونوں کی مجلسوں میں قبولیت کا شرف حاصل کرلیا۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے مقتدر شعراء نعت گوئی کے معاملے میں اپنی بے بسی اور کم مائیگی محسوس کرتے ہوئے خاموشی کا وطیرہ اختیار کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا ظرف عشقِ رسولؐ سے خالی ہے۔ خود غالبؔ نے یہ کہہ کر دامن بچالیا۔

- غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم   کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

علیم صبا نویدی واقعی قابلِ مبارک باد ہیں کہ پرگوئی کے بھنور میں پھنسے رہنے اور نت نئے تجربات کی جولانگاہ کے شہ سوار ہونے کے باوجود نعت جیسی مقدس اور مبارک صنف پر بھی ان کی دسترس ہے۔ اردو شاعری کی بہت سی اولیات کا سہرا ان کے سر ہے اور اسی جرأتِ اظہار نے ایک نہایت مختصر سی مدت میں انہیں ٹملناڈو کی سرزمین سے ابھرنے والی اور ایک چونکا دینے والی اور منفرد آواز بنا دیا ہے۔ چنانچہ ٹیپ بند نظمیں لکھیں تو 'لمسِ اول' بن کر نمودار ہوئیں۔ آزاد غزلوں کا بھوت سوار ہوا تو 'ردِ کفر' اور 'قید شکن' کے نام سے سر چڑھ کر بولنے لگا۔ جاپانی صنف ہائیکو کو اردو میں پیش کرنے کی دھن سمائی تو 'ترسیلے'، 'شعاعِ شرق' اور 'تشدید' کے روپ بن کر نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی۔ غرض نظم ونثر

کی مختلف اصناف پر قوی دسترس اور فن کے اسرار و رموز سے گہری واقفیت نے ان کے فکر و فن میں بالیدگی اور اظہار میں جرأت پیدا کر دی۔

ان کی شاعری کا تواتر، متوازن اور سنجیدہ لب و لہجہ اور اصناف کا تنوع ان کے بھر پور تجربات اور گہرے مشاہدات کا شاہد ہے۔ انہوں نے زندگی سے جو کچھ لیا ہے اس سے کچھ زیادہ ہی زندگی کو عطا بھی کیا ہے۔ ٹملناڈو کی ادبی فضاؤں میں ابھرنے والا زرگسیت سے بھر پور یہ نام جس کی گونج آج سارے برِ صغیر ہند و پاک میں سنائی دیتی ہے، اپنے اندر ایک عجیب سی وارفتگی اور بانکپن رکھتا ہے جو خالص جرأتِ اظہار اور فکری ریاضت کا نتیجہ ہے اور اس دور میں یہی سب سے بڑی بات ہے۔ ورنہ اس میکانیکی اور افراتفری سے بھر پور دور میں کتنے ہی فن کار جن کے اندر کا آدمی مر گیا ہے جن کا فن پورے اہتمام اور خلوص کے باوجود مشینوں کی گڑگڑاہٹ، دفتروں کی فائلوں، نانِ شبینہ کے تقاضوں اور سماج کی ناقدری کا شکار ہو کر ختم ہو گیا ہے۔

علیم کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ ان کو اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں اور کمزوریوں کا پورا اعتراف ہے۔ وہ ڈھول کا پول بننے کی بجائے ڈھول کا پول کھولنے کے عمل میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے اندر آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی ایک پُر خلوص لگن بھی ہے جو ان کو خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہمیشہ مصروف رکھتی ہے۔

'مراۃ النور' ان کا تازہ ترین مجموعۂ کلام ہے جو صرف نعتوں پر مشتمل ہے اور اپنے مضامین کی جدت اور اسلوب کی ندرت کے اعتبار سے ایک اہم مقام کا حامل ہے اور اپنی خوبیوں کے اعتبار سے انہیں کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر بھی۔

- جسم ہندوستاں کی نذر ہوا
  آنکھ پہنچی مری مدینے میں

مراۃ النور میں شاہِ مدینہ صلعم کی محبت و عقیدت کی زندہ اور متحرک تصویریں جگہ جگہ دکھائی دیتی ہیں۔

- شہِ امم کی نوازش ہے شاہِ دیں کا کرم
  صبا نویدی کی ہے عمرِ مختصر روشن
- ذکرِ شہِ مدینہ مری ذات کا سفر
  اک آئینہ صفت سے ملاقات کا سفر
- قندیلِ آگہی کا اجالا بنا رہوں
  عشقِ محمدی کا نظارا بنا رہوں

نعتیہ شاعری کا مزاج ہی کچھ الگ اور سب سے ہٹا ہوا ہے۔ یہ قدم قدم پر احتیاط اور احترام کا تقاضہ کرتا

ہے۔ غزل کے محبوب اور نعت کے محبوب میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں کے علائم تشبیہیں اور استعارے اپنا الگ الگ اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ بہت سے شاعروں غزلوں اور گیتوں کے انداز میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ شاہِ دو عالم کی محبت اور واقعات، کربلا کی عقیدت کے نام پر، اردو شاعری میں اور خاص کر برِ صغیر میں جو سلوک ہوا ہے۔ اس نے ان کی شکل ہی کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسی نعتیں اور منقبتیں اور مرثیے اردو شاعری کی زینت نہیں بلکہ اس کے روشن دامن پر ایک سیاہ اور تاریک دھبہ ہیں۔ پیغمبرِ اسلامؐ اور تاریخِ اسلام کے ساتھ اس سے بدتر مذاق کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔

مذہبِ اسلام کے کسی بھی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی ذی فہم شاہِ دو عالمؐ کی محبت اور واقعاتِ کربلا کی صداقت اور واقعیت سے انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن اردو بان کے شاعروں نے اس سلسلے میں جس قدر مبالغہ آرائی، شوخ بیانی، غلو اور غلط نگاری سے کام لیا ہے۔ یہ تاریخِ اسلام کو مسخ کرنے اور اسلام کی صداقت کو داغ دار بنانے کے مترادف ہے۔

علیم صاحب اگر چہ ایک صاحبِ دل اور صاحبِ عرفان حیثیت کے مالک ہیں اور ان کی نعتوں کا رنگ بھی عرفانی اور نورانی اثرات سے بھرپور ہے۔ لیکن انہوں نے کسی موڑ پر احتیاط کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ ان کی شاعری کی طرح ان کی نعتوں میں بھی ان کی شخصیت کی بھرپور فکری اور فنی چھاپ نظر آتی ہے۔ ان کا داخل اور ان کا خارج کسی جگہ آپس میں دست و گریباں نظر نہیں آتے۔ ان کی نعت کا ہر شعر ان کے دل کی آواز ہے۔ اور ہر نعت پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ میرا خالق علیم صبا نویدی ہے۔

عکسِ آخر کے تحت اپنی نعتوں کے بارے میں خیال کرتے ہوئے علیم نے کس قدر سچی بات کہی ہے 'اگر عقیدہ کھوٹا ہے تو ایمان کے خزانے کا ہر سکہ کھوٹا نظر آئیگا'۔ مراۃ النور صفحہ نمبر ۹۰

علیم صبا نویدی کے قلم سے نکلے ہوئے یہ فیصلہ کن الفاظ ان کے دل کی سچی آواز بھی ہیں اور ان کی زندگی کا حقیقی آئینہ بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی نعتوں کے حرف حرف میں ان الفاظ کی عظمت اور ان کی صداقت پنہاں ہے۔ ایسی لازوال اور زندہ صداقت جس کی تب و تاب گردشِ لیل و نہار کے آگے ماند نہیں پڑ سکتی اور جن کی چمک دمک ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گی جو انسان کے ذہن و جسم میں نہیں بلکہ اس کی روح اور سانسوں کی گہرائی میں بھی پوشیدہ اور جاری و ساری ہے۔

چنانچہ خود کہتے ہیں۔

- جس روز ختم ہوگا مری سانس کا سفر — نکلے گی میری سانس سے خوشبوئے مصطفٰےؐ

• ہر طرف ڈستی سیاہی کے سوا کچھ بھی نہ تھا　　　آپؐ نے نور کا فوارا چھالا دل میں

• محمدؐ نہ ہوتے تو ہوتے نہ ہم　　　نہ اظہار ہوتا نہ نقشِ قلم

کیا محبتِ رسولؐ کے اظہار کا اس سے بھی بہتر کوئی پیرایہ ہوسکتا ہے۔

ڈاکٹر طیب انصاری نے ایک جگہ علیم صبا نویدی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ 'میں شعر و نثر میں بنیادی طور پر عقیدہ کو مانتا ہوں۔ عقیدہ صحیح راسخ اور سچا ہوگا تو فکر کی سطح بھی ٹھیک ہوگی اور آدمی بھٹکنے نہیں پاتا۔ ہمارے اکثر جدید شعراء اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے بھٹک گئے ہیں اور ان کے یہاں فکری بے راہ روی جیسے مقصد بن گئی ہے۔ اس بیماریٔ دل کا علاج نہیں ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ شعوری کوشش کا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ پاگل کہلائے اور اس لئے پتھر مارتا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ علیم صبا نویدی ایک باشعور شاعر ہیں۔ اور وہ اپنے منصب سے خوب واقف ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر گیان چند جین نے اس بات پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے۔

• میرا فن اس کا ہے جس نے　　　ایک قطرے سے مجھے پیدا کیا

یہاں ان کی قبلہ گاہ کی طرف اشارہ نہیں بلکہ یہ بڑے خالق کی حمد ہے۔

ڈاکٹر گیان چند نے صرف علیم صبا نویدی کی خوش عقیدگی کی طرف داری نہیں کی ہے بلکہ انہوں نے ان کے خوش فکر ہونے پر داد بھی دی ہے۔

(آباد حیدر آباد رہے صفحہ ۲۷ مصنف ڈاکٹر طیب انصاری)

میں نے اتنا طویل اقتباس پیش تو کردیا۔ بے جا نہ ہوگا اگر اس موقعے پر اپنے دعوے کے ثبوت میں علیم ہی کا ایک شعر پیش کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کروں۔

• سانس ہر لمحہ تبسم کا سفر کرنے لگی　　　روح پاکیزہ اجالوں میں بسر کرنے لگی

وقار خلیل

علیم صبا نویدی اور ''ن''

ہر نئی کتاب اس کے مصنف کی زندگی فکر اور نظریہ کا عطرِ مجموعہ ہوتی ہے اور ایک عمر کی سوجھ بوجھ اور فہم و فراست کی غماز بھی۔ ہماری زبان میں کتابوں کی اشاعت کا معیار بڑی حد تک اعانتی اکیڈیمیوں کے سبب ارتقائی منزلوں سے گذر رہا ہے۔

اردو میں مربوط نعتیہ شاعری کی ابتداء باقاعدہ طور پر وسطِ مغلیہ دور اور پھر قطب شاہی عہد میں ہوئی۔ رسولِ اکرم صلعم کی مدح اور نعت گوئی کا سلسلہ عہدِ رسالت مآب سے جاری ہے۔ اور دنیا کی ہر زبان میں نعتیہ شاعری کے نمونے ملتے ہیں۔ عربی، فارسی، ہندی اور اردو کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی سرورِ کائنات کی حیاتِ طیبہ کو خراج ادا کیا گیا ہے۔ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے صدیوں پہلے مقامی بولیوں کی آمیزش سے تبلیغ و تفہیم کیساتھ سیرتِ رسول صلعم کو عوام تک پہنچانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ساتھ نعت ہی کو بھی ذریعۂ اظہار بنایا۔

زیرِ نظر نعتیہ شاعری کا مجموعہ 'ن' ٹمل ناڈو کے ممتاز اور قادر الکلام شاعر و ادیب علیم صبا نویدی کا گلدستۂ نعت ہے۔ اس سے پہلے نعتیہ مجموعہ 'مراۃ النور' اور نعتیہ سانیٹ پر مبنی مجموعہ سخن 'نور السمٰوات' شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ علیم صبا نویدی عصرِ حاضر کے ذہین و فطین شعراء میں اپنی درجنوں شعری تصانیف کے سبب ہند و پاک میں شہرت رکھتے ہیں۔

نعتیہ مجموعے کے مرتب پروفیسر محبوب پاشاہ نے درست لکھا ہے کہ علیم صبا نویدی آرکاٹ کے ایک عارفانہ خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا سلسلۂ داد ہیال اور ننھیال دونوں طرف سے روحانیت سے معمور ہے۔ یہی روحانیت بہ صورتِ شعر و ادب ورثے میں ملی ہے۔

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری اہلِ دل اور اہلِ ایمان ہی نہیں ایک عاشق رسول صلعم کی بکمالِ ادب والہانہ عقیدت سے عبارت شاعری ہے۔ ۸۸ ڈیمائی سائز کے صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعہ 'ن' میں بقولِ راہی فدائی نعتیہ شاعری کے کلیدی لفظ 'نور' سے جابجا استفادہ کیا گیا ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبداء نورانی اور منبع

تجلیات رحمانی ہونے کا ادراک و عرفان ہوتا ہے۔' علیم صبا نویدی کی نعتوں میں الفاظ کا نو بہ نو استعمال اور اظہار کے تھمے تھمے لہجے کا وصف بے حد نمایاں اور متاثر کن ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری روایتی نعتوں سے یکسر جداگانہ اور سیرتِ طیبہ کے عین مطابق ہے۔ ان کی ہر نعت میں ان کا اپنا رنگِ سخن جھلکتا ہے۔ جدید اور عصری آہنگ سے روشن یہ چند اشعار

- محمدؐ مصطفےٰؐ آئے، نویدِ زندگی آئی   لہو میں تازگی آئی، بدن میں روشنی آئی
- سمندر غیر سنجیدہ تھا موجیں جاہلانہ تھیں   ہر اک شئے کی طبیعت میں سکون و دلکشی آئی
- کیسا اٹوٹ آپؐ سے رشتہ ہے چاہ کا   روشن نصیب ہو گیا اپنی نگاہ کا
- کفر ٹوٹا ہے اندھیروں کا سفر ختم ہوا   آپؐ کا فیضِ مبارک ہے اجالوں کا سماں
- آپؐ کی ذاتِ مبارک کی ہو کیا حمد و ثنا   جسم نورانی ہے سینہ ہے سراپا قرآں
- آپؐ کے ذکر سے مل جاتی ہے راحت دل کو   آپؐ کے نام سے ہو جاتی ہے مشکل آساں
- ہر آنکھ کو بینائی محمدؐ سے ملی ہے   سانسوں کو توانائی محمدؐ سے ملی ہے
- تہذیب ملوث تھی برائی میں نویدیؔ   انسان کو اچھائی محمدؐ سے ملی ہے

علیم صبا نویدی نے یہ دو شعر بالکل درست کہے ہیں ۔

- نبیؐ کے ذکر میں میرا سفر ہوا روشن   دل و دماغ کا تاریک گھر ہوا روشن
- تو نے نعتِ محمدیؐ میں صباؔ   خود کو اونچا بہت اٹھایا ہے

مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی

علیم صبا نویدی کی نعتوں میں نور کا سفر

نعتِ شریف کی عمر چودہ سو سال سے تجاوز کر گئی ہے۔ اور یہ مختلف زبانوں، زمانوں اور ملکوں پر حاوی ہے۔ اس صنفِ سخن پر طبع آزمائی کرنا بہ ظاہر آسان معلوم ہوتا ہے مگر اس کے آداب ولوازم کے پیشِ نظر یہ دشوار ترین صنف ہے جس میں عالمِ بشریت کی تابناک و بے مثال ہستیؐ کے حضور عقیدت و نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں اطناب وایجاز ،افراط وتفریط کی من مانی ہو نہیں سکتی وارفتہ حالی میں جادۂ اعتدال سے تجاوز کرنا کفر وشرک کے مماثل ہو جاتا ہے۔ مدح سرائی کے دوران حدود کی پاسبانی میں ذرا سی تنگی آگئی تو بے ادبی وگستاخی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اور اگر کل شرائط ملحوظ رکھ کر اس نازک صنف پر طبع آزمائی کی جائے تو کلام میں آمد کی بجائے آورد ہی آورد نظر آئے گا۔ فطری جاذبیت اور طبعی اپج مفقود معلوم ہوتا ہے۔ جس سے ادبی شان مجروح ہو جائے گی۔ الغرض الفاظ گونگے ہو جاتے ہیں۔ اور فکر وخیال کی بلند پروازیاں، ڈگمگانے لگتی ہیں۔ یہاں فصاحت وبلاغت کے ساتھ ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔ اسی لیے تو کہا گیا۔

ہزار بار بشویم زباں بہ مشک وگلاب　　　ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

نعت گوئی صرف محبت ورواداری کا موضوع ہی نہیں ہے۔ یہ ذہنی علمی اور روحانی صلاحیتوں کا حسین گلدستہ بھی ہے جس کی نزاکتوں اور رعنائیوں میں ایمان ویقین کا رنگ، عقیدت و نیاز مندی کا سنجیدہ پن، شستہ خیالات کی چمک دمک، شائستہ الفاظ ومعانی کی جو موسیقیت اور مطلوبہ اکرام واحترام کی عطر بیزی لازمی ہے اور یہ ہر کس وناکس کا میدانِ عمل ہو نہیں سکتا۔

علیم صبا نویدی کے رگ وپے میں اسی خاندان عالی نسب کا خون رواں دواں ہے۔ یہاں حسینی سیادت کی قربانی، عقیدت ومحبت کی فداکاری، فن کارانہ صلاحیت، شاعرانہ مزاج اپنے پورے جمال وکمال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ ان کی لطافتِ طبعی کا اندازہ نعتیہ مجموعوں سے عیاں ہے۔ 'مراۃ النور، نور السموات' اور 'ن' سے خود مترشح ہے، گویا تصنیفات کے اسماء خود براعتہ استہلال کا کام دیتے ہیں۔ عام طور پر صبا کے جھونکے کبھی موگرہ کبھی چنبیلی کبھی چنپا اور کبھی گلاب کی خوشبو لاتے ہیں۔ مگر صبا نویدی کا کلام بلاغت نظام کبھی غزل کبھی قصیدہ کبھی سانیٹ کبھی ہائیکو کی نکہت سے دل ودماغ

حیات آفریں لمحات مہیا کرتا ہے۔

پیشِ نظر کتاب 'ن' نعت شریف کا ایک مختصر مجموعہ ہے اور 'ن' قرآن کریم کے حرف مقطعات کا ایک نگینہ ہے۔ جس کی معنوی روشنی میں گیرائی اور گہرائی ہے۔ 'ن' اگر چہ کہ ہلال نما ہے مگر اس کی دلکشی عالمگیر ہے۔ اسی طرح عزیزی صبا نویدی نے اس نوع کا ہمہ جہتی استعمال اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ روایتی انداز کو پسِ پشت ڈال کر اس میں جدت اور جدیدیت کا نور بھر دیا ہے۔ نور برگد، پاک ڈیرہ، نورانی سویرا اور مہکتی برسات جیسی ترکیبات سے خلوص و سادگی مہکتی ہے تو شائستگی اور پاکیزگی بھی دمکتی ہے۔ عشق رسولؐ کے میدان میں فنافی الرسولؐ معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

- اپنے باطن کی تھام کر انگلی — میں مدینے کی ہر گلی میں ہوں
- میں سراپا آئینہ ہوں آئینہ — میرے باہر میرے اندر ہیں نبیؐ
- صبا نویدی کی تخلیق کے سفر کا نور — نگاہ و فکر میں بہتا ہوا الہوتم ہو
- آتشِ عشق محمدؐ میں صبا — جلتے جلتے حق کو پیارا ہو گیا
- شہرِ نبیؐ کی سمت اٹھے ہیں مرے قدم — بھرپور خوشبوؤں سے مرا راستہ ہے آج
- اظہارِ عطر بیز ہے جذبہ فلک نما — نقشِ قدم پہ سایۂ شاہِ ہدیٰ ہے آج

صبا نویدی ایک نیک نیت اور خوش بخت شاعر دکن ہیں۔ جن کے کلام کی پذیرائی ہندو بیرونِ ہند کے اخبار و رسائل سے عیاں ہے۔ ان کی زبان سیدھی سادی ہے۔ الفاظ میں شکوہ، معانی میں گہرائی اور انداز جذبات خیز ہے۔ مفہوم کی تلاش میں کھوج لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی بے ساختگی اور پُر خلوص احساسات ہر ایک شاعر سے مترشح ہے۔

ٹمل ناڈو کی اردو تاریخ میں آپ کی شہرت اور آپ کا مقام واقعی قابلِ صد ستائش ہے۔ خدا کرے کہ آپ کے علمی ادبی و روحانی ادب پارے مقبول و معروف ہوں۔

ابراہیم اشک

علیم صبا نویدی کی نعت گوئی

علیم صبا نویدی زبان وادب کی دنیا کے ایسے مجاہد ہیں جن کی مسلسل جدو جہد نے اپنے فن پاروں سے ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اللہ رب العالمین تمام عالم کو مہذب بنانے کے لیے ہر ملک اور ہر صوبے میں ایسے مجاہدوں کو بھیجتا ہے۔ علیم صبا نویدی کے ذمہ دکن آیا ہے جہاں کے علمی، ادبی اور تہذیبی سرمایہ کی حفاظت وہ بہ حسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ خدا ان کی عمر دراز کرے (آمین) تا کہ ان کی جدوجہد سے اردو زبان وادب مالا مال ہوتا رہے۔ غزل، نظم، رباعی، دوہا، سلام، نعت یعنی شاعری کی جس کسی صنف کو بھی لے لیجئے علیم صبا نے نہ صرف تحقیق کے ذریعہ اپنے صوبے کے تخلیق کاروں کو منظرِ عام پہ لانے کا کام بحسن وخوبی انجام دیا ہے، بلکہ ان تمام اصنافِ سخن میں انھوں نے خود بھی زبردست پیش رفت کی ہے۔ اگر ان کی تمام تر تخلیقات پر لکھنے بیٹھیں تو دفتر کے دفتر ہو جائیں گے۔ کئی اہلِ نظر اور اہلِ ہنر اس فرض کو انجام بھی دے چکے ہیں۔ لاتعداد مضامین بھی لکھے جا چکے ہیں۔ میرا جی چاہا کہ ان کے تخلیقی جوہر سے پر نور ایک گوشے پر میں بھی اظہارِ خیال کروں۔ اس کے لیے میرے پاس علیم صبا نویدی کا حمد ونعت اور نعتیہ سانیٹ کا انتخاب 'نورِ اعظم' موجود تھا۔ خاکسار اسی کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

'نورِ اعظم' کی ترتیب جاوید حبیب نے دی ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے ابا حضور حضرت علیم صبا نویدی کے دو تین نعتیہ مجموعوں میں سے تخلیقات کا انتخاب کیا ہے۔ خدا سے میری یہی دعا ہے کہ وہ ہر شاعر کو ایسی ہی نیک بیٹیاں اور بیٹے عطا کرے جو اپنے ماں باپ دادا کے علمی وادبی سرمائے برباد نہ ہونے دیں۔ اور اس کو حفاظت کرنے کا فرض انجام دے سکیں۔ ڈاکٹر جاوید حبیب کو میں ان کے اس کارہائے نمایاں پر مبارک باد دیتا ہوں۔ 'نورِ اعظم' کی ابتداء حمد سے ہوی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تو ہر ایک سمت جلوہ گر تری شان جل جلالہ

• تو نفس نفس تو نظر نظر تری شان جل جلالہ

تو جہانِ غیب و شہود میں، ترے آگے سر بہ سجود میں

• ترے ذکر میں ہے ہر اک شجر تری شان جل جلالہ

تری رحمتوں سے بھری ہوئی تری برکتوں سے لدی ہوئی

• مری منزلیں، مری رہگذر تری شان جل جلالہ

ذرا دیکھ صبرِ سخن میں اب، تری لکھ کے حمد و ثنا عجب

• یہ نویدی فن کا ہے تاج ور، تری شان جل جلالہ

خدائے پاک برتر کی حمد و ثنا کے بعد جب علیم صبا نویدی رسولِ اکرم صلعم کے دربار میں حاضری دیتے ہیں تو ان کے دل سے نعتِ شریف کے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ وہ پکار اٹھتے ہیں۔

• صاحب لولاک و عرفاں رحمتہ للعالمینؐ

روشنیِ روحِ ایماں رحمتہ للعالمینؐ

• مکاں میں نور ہوا اور لامکاں روشن

ہوئے ہیں شاہِ مدینہؐ سے دو جہاں روشن

• نورِ شاہِ دیں بسا اندر مرے

کاغذوں پہ کھل گئے جوہر مرے

• یہ نوازش آپؐ کی ہے آپؐ کی

اپنی چھت پر روز و شب برساتِ نور آور ہوئی

• آپؐ ہی آپؐ ہیں رسولِ خداؐ

اور نہیں کوئی دوسرا دل میں

مندرجۂ بالا اشعار سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں عقیدت اور جذبے کی فراوانی ہے۔ محبت ہے، خلوصِ دل ہے۔ شاعر کے لیے حضورؐ روشنیِ روحِ ایماں ہیں۔ رحمتہ للعالمین ہیں۔ ان کا نور لامکاں کو روشن کرنے والا ہے۔ وہ شاہِ مدینہ ہیں جن سے دونوں جہاں میں روشنی پھیلی ہوئی ہے۔

اور ایسے عظیم کردار کا ذکر جب شاعر کرنے لگتا ہے تو کاغذوں پر اس کے جوہر کھلنے لگتے ہیں۔ لفظ لفظ جادو داں بنتا چلا جاتا ہے۔ اور جب اپنے غلام پر آقاؐ کی نوازش ہونے لگتی ہے تو روز و شب اس کی چھت پر نور کی برسات ہونے لگتی ہے۔ اور پھر یہ ہوتا ہے کہ اپنے آقاؐ اپنے محبوبِ خداؐ کے علاوہ کوئی دوسرا اسے بھاتا ہی نہیں، دل میں سماتا ہی نہیں۔ یہ عقیدت کے جذبے کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ علیم صبا نویدی اس انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ ان کی نعت گوئی ان کی بخشش کا سامان بنے گی۔ ہمیں اس کا پورا یقین ہے۔

نعت گوئی میں محض جذبے سے کام نہیں چلتا، شاعر کا پختہ کار اور ہنر مند بھی ہونا لازمی ہے۔ شاعرانہ قدرت ور ہنر مندی نعت گوئی میں ایسے جوہر پیدا کر دیتی ہے کہ مصرعہ مصرعہ روشن ہوتا چلا جاتا ہے۔ علیم صبا نویدی محض نعت گو ہی نہیں، بلکہ وہ ایک اچھے اور سچے شاعر بھی ہیں۔ ان کی شاعری اپنے ہم عصروں میں اپنا ایک ممتاز اور باوقار مقام رکھتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

- فقط نقشِ نبیؐ ہے میرے اندر
  خودی میں بے خودی کا سلسلہ ہے
- مسجد و ممبر میں اس کو قید کیوں کرتے ہیں لوگ
  گونجتی ہے دونوں عالم میں صدائے مصطفےٰؐ
- میری اپنی پتلیاں ان پتلیوں میں ڈوب جائیں
  زیرِ لب جن پتلیوں میں مسکرائے مصطفےٰؐ
- پہنچا ہے اس مقام پہ عشقِ محمدیؐ
  کیفیتیں حیات کی روحانی ہوگئیں
- اک نویدی پر ہی کیا موقوف ہے
  آپ کی کرتا ہے مدحت گھر تمام

واقعی عشقِ نبیؐ جس کے دل میں موجود ہو، اس کی خودی میں بھی بے خودی کا سلسلہ موجود رہتا ہے۔ حضورؐ تو سرورِ کائنات ہیں۔ انہیں مسجد و ممبر تک محدود کرنا بے معنی ہے۔ آج کل اسلام کے ماننے والے کئی گروہ میں بٹے ہوئے ہیں۔ فرقہ واریت کی جڑیں روز بہ روز گہری ہوتی جا رہی ہیں۔

ایسے ماحول میں علیم صبا نویدی کا یہ شعر ایک مشعلِ راہ ہے۔ جس کی حیات کی کیفیتیں عشقِ محمدیؐ سے روحانی ہو چلی ہیں۔ اس راہ میں وہ اکیلا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا پورا گھر حضور کی مدحت میں لگا ہوا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بحروں میں بڑی سادگی اور پرکاری کے ساتھ علیم صبا ایسے شعر کہہ جاتے ہیں، جنھیں پڑھ کر یہ لگتا ہے کہ اس شعر میں کیا ہے؟ ایسا تو ہر کوئی کہہ سکتا ہے۔ لیکن جب کوئی کہنے کی کوشش کرے تو کہہ نہ پائے۔ اچھے اور معیاری شعر کی پہچان بھی یہی ہے۔ غالب کا ایک شعر ہے۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے — آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ہر کوئی سن کر یہ سوچتا ہے کہ اس میں کیا ہے۔ ایسا شعر تو میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ لیکن آج تک اس ٹکر کا شعر کوئی کہہ نہیں پایا۔ ایسا شعر کہنے کے لیے تو غالب ہی بننا پڑتا ہے۔ نورِ اعظم میں ایسے سادہ اشعار جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ خاکسار نے ان میں سے کچھ چننے کی کوشش کی ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ جو میری پسند ہے وہ قارئین کی پسند بھی ضرور ہوگی کہ شعروں کے انتخاب نے ہمیشہ مجھے بھی غالبؔ ہی کی طرح رسوا کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

- حضور سیدِ کونینؐ اک نظر کرنا — میں ایک قطرۂ ناچیز ہوں گہر کرنا
- نظر میں تصور میں احساس میں — حبیبِ خدا ہیں جدھر دیکھئے
- میری آنکھوں کی دیکھئے معراج — شاہِ دیںؐ سے گلے ملی ہے نظر
- کیا مقدس ہے معراج کی رات بھی — رفعتِ عرش پر ہیں منور نبی
- ظرف جس کا ہو جتنا اٹھا لے وہ فیض — فہم و ادراک کا ہیں مقدر نبیؐ
- بند مٹھی میں ہیں میری ارض و سما — میرے دامن میں ہے دولتِ مصطفےٰؐ
- کیا خاک میرے سر پہ گرے گا یہ آسماں — سایہ نبیؐ کا سر پہ رہا، میں جدھر گیا
- وہ یقیناً مرا ہی سر ہوگا — آپؐ نے جس پہ ہاتھ رکھا ہے
- جب محمدؐ کا نظارا ہو گیا — آسماں والا ہمارا ہو گیا
- سورج سنبھل سنبھل کے اتر اس زمین پر — بزمِ نبیؐ سجی ہے ادب کا مقام ہے
- جسم ہندوستاں کی نذر رہا — آنکھ پہنچی مری مدینے میں

یہ تمام وہ اشعار ہیں جن کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ یہ اشعار اپنی پہچان آپ ہیں۔ ان کا انتخاب کرنے والی نظر ضرور قارئین کے پاس ہونی چاہئے۔ 'نورِ اعظم' میں ایسے بے شمار اشعار موجود ہیں، جو دل کی دھڑکنوں میں بسانے، آنکھوں سے لگانے اور ہونٹوں سے چومنے کے لائق ہیں۔ آخر میں علیم صبا کی نظر ایک شعر نذر کرتے ہوئے مضمون ختم کرتا ہوں۔

- تری زمیں سے اٹھیں گے تو آسماں ہوں گے
  یہ ایسے لوگ زمانے میں پھر کہاں ہوں گے

پروفیسر سیّد سجاد حسین

صدر شعبۂ اردو۔ مدراس یونیورسٹی

تمل ناڈو کا ایک نعت گو شاعر

علیم صبا نویدی صوبۂ تمل ناڈو کا ایک شہرۂ آفاق شاعر، بلند پایہ محقق اور بے باک نقاد ہے۔ اس کی شاعری ملک کی سرحدوں کو پار کر کے برصغیر پاکستان میں اپنی شہرت کا سکہ قائم کر چکی ہے۔ وہ جدید لب ولہجہ کا شاعر ہے اس کی شاعری میں عصری تقاضوں کی ترجمانی اور ذاتی تجربات واحساسات کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ وہ شعروادب میں اپنی ایک علاحدہ شناخت قائم رکھنے اور اپنے کلام کو تابانی عطا کرنے کے لئے کسی کے نور کا محتاج نہیں بلکہ اپنے ہی ذہن ودل کی ضوفشانی سے شعروادب کی کائنات خود روشن کر لیتا ہے۔ وہ شعروادب کے میدان میں تقلید پرستی کا قائل نہیں، خوشہ چینی اُس کے مزاج وفطرت کے منافی ہے۔ وہ انفرادیت کا حامل جدیدیت کا علم بردار، جی جیوں کا متلاشی اور نت نئے تجربات کو شعروادب میں روا رکھنے والا ایک عظیم فن کار ہے، جس کے شعری تجربات بقول رضا نقوی واہی زیادہ وزنی، وسیع اور مجتہدانہ ہوتے ہیں۔ (ص: ۱۰۷ ''شعاع شرق'' مطبوعہ ۱۹۸۷ء)

فکروخیال کے نئے زاویوں کا تعین ہو یا تئی قدروں کی شناخت کا مسئلہ، وہ دیدہ دلیری سے ان دشوار گزار راہوں کو اپنی شدتِ طلب سے نہ صرف ہموار بنا دیتا ہے۔ بلکہ اپنے ارادوں سے حاصل ہونے والی روشنی سے تاریک منزلوں کو اُجاگر بھی کر دیتا ہے۔

راہ کتنی ہی کٹھن ہو مگر اے پایۂ طلب　　روشنی عزم کی کر دیتی ہے منزل روشن

صوبۂ تمل ناڈو میں اردو شاعری کی روایت اور تاریخ کافی پرانی ہے۔ حضرت قربی ویلوری، حضرت ذوقی ویلوری اور حضرت لطیف آرکاٹی اس صوبہ کے متقدمین شعراء کی فہرست میں اہم مقام کے حامل ہیں۔ اور اپنی ایک علاحدہ شناخت بھی رکھتے ہیں۔ ان شعراء نے اردو شاعری کی روایت کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ سرزمینِ تمل ناڈو میں اس کی بنیادوں کو مستحکم بھی بنایا۔ ان شعراء کا کلام بیشتر غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی اور تاریخ گوئی پر مشتمل ہے۔ نعتیہ کلام کے جو چیدہ چیدہ نمونے ان شعراء کے دیوان میں مل جاتے ہیں۔ اُن کو پڑھنے سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ نعت گوئی کو انہوں نے وقتی اظہار کے لئے نہیں بلکہ حضورؐ کی شانِ اقدس میں عقیدت مندی کا نذرانہ پیش کرنے کو اپنی سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھا۔ اس سے قطع نظر والا جاہی خاندان کے حکمرانوں اور نوابانِ آرکاٹ کے عہد میں یہاں شعروادب کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ کشتِ سخن کی آبیاری کے لئے اکثر وبیشتر شعراء نے غزل گوئی کو رواج دیا اور بعض شعراء نے مثنوی، قصیدہ، رباعی، قطعہ اور تاریخ گوئی کو اپنے مذاق کا نشانہ بنایا۔ والا جاہی خاندان کے چشم وچراغ اور تاجدار سلطنت نواب غلام غوث خان کے عہد میں لسان الملکت نواب شاطر مدراسی، مولانا تجل حسین خان ایمان

گوپاموی (ایمان گوپاموی "قصائد بے ایمان، نعتوں سلاموں اور منقبتوں کا مجموعہ" مطبوعہ ۱۹۳۰ء) کے یہاں نعتیہ شاعری کے نمونے ہمیں مل جاتے ہیں۔ جو نہایت عقیدت وعزیمت اور روایتی انداز سخن کی غمازی کرتے ہیں۔ ان شعراء نے نعتیہ کلام کی صورت میں باضابطہ طور پر اپنا کوئی مجموعۂ کلام شائع نہیں کیا۔ البتہ غزل گو شعراء کی ایک طویل فہرست مل جاتی ہے جنہوں نے نعت گوئی میں تبرکاً وعقیدتاً طبع آزمائی کی ہے۔ ایسے ہی جلیل القدر شعراء میں امیر الشعراء نواب محمد منور خان گوہر مدراسی، جناب سید شاہ محمد صبغۃ اللہ صاحب حسینی القادری نور مدراسی، جناب الحاج مرزا غلام عباس علی صاحب عباس مدراسی (فانوس خیال مطبوعہ ۱۹۶۳ء) افسر الشعراء جناب انصر الدین صاحب بجنو مدراسی، علامہ محوی صدیقی، جناب سید ابوالبرکات انور مدراسی، جناب پروفیسر حیدر علی خان حیدر (حاصل عمر مطبوعہ ۱۹۷۶ء) پروفیسر سید عظمت اللہ سرمدی، جناب آثم کرنولی، جناب حیرت القادری، منشی عبدالعزیز عادل مدراسی اور پروفیسر محبوب پاشاہ محبوب (متاع محبوب ۱۹۸۴ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جناب عادل مدراسی نے "ریاض عقیدت" (مطبوعہ ۱۹۸۴ء) کے نام سے اپنا شعری مجموعہ شائع کیا۔ اس مجموعہ میں بھی نعتیہ کلام کے علاوہ مناقب المعصومین، سلام، اخلاقی نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ اس لئے عادل مدراسی کے مجموعہ "ریاض عقیدت" کو خالص نعتیہ کلام کا مجموعہ قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔

خالص نعتیہ کلام کو (جو روایتی طرز واسلوب سے عبارت ہے) ترتیب دے کر شائع کرنے والے شعراء کی فہرست انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ شریف مدراسی نے اپنے نعتیہ کلام کو کتابچوں کی صورت میں شائع کیا۔ دانش فرازی ایک طویل نعتیہ نظم "محسن اعظم" لکھ کر نعت گو شعراء کے زمرے سے وابستہ ہوگئے۔ عبداللہ شرقی کے نعتیہ کلام کا مجموعہ نعت گوئی کے میدان میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ "رحمۃ للعٰلمین" فرید مدراسی کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔ سہیل راشد کا مجموعہ "منزل نما" (مطبوعہ ۱۹۶۳ء) نعتیہ شاعری کی منزل کے تعین میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعقوب اسلم نے "رسول عربیؐ" (مطبوعہ ۱۹۸۷ء) کو شائع کرکے نعت گو شاعر ہونے کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔ راشق فدائی کا "مصداق" نعت اور جدید نظموں پر مشتمل ہے۔

صبا نویدی جو شعروادب کو جدید پیرائیہ بیان اور نت نئے تجربات سے ہم کنار کرنے کا قائل ہے، اختر الایمان کی طرح وہ بھی شاعری میں کامیابی کے لئے مذہبی تقدس کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس ضمن میں اختر الایمان کا کہنا ہے کہ "شاعری میرے نزدیک کیا ہے؟ اگر میں اُسے ایک لفظ میں واضح کرنا چاہوں تو مذہب کا لفظ استعمال کروں گا۔ کوئی بھی کام جسے انسان ایمان داری سے کرنا چاہے اس میں جب تک تقدس نہ ہو جو صرف مذہب سے وابستہ ہے اس کام کے اچھا ہونے میں ہمیشہ شبہ کی گنجائش رہے گی۔ (مجموعہ "یادیں") چنانچہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبا نویدی نے اختر الایمان کے اس بیان سے متاثر ہوکر اپنی شاعری کو آفاقیت کی حدوں تک پہنچانے کے لئے نعت گوئی کو اپنی

فکر و آہنگ کا محور بنایا اور چند ہی برسوں کے اندر یکے بعد دیگرے کئی نعتیہ شاعری کے مجموعے شائع کر دیئے۔

''ترسیلے'' نظموں اور نعتیہ ہائیکو کا مجموعہ مطبوعہ 1986ء، ''شعاع شرق'' خالص نعتیہ ہائیکو نظموں کا مجموعہ مطبوعہ 1987ء، ''مراۃ النور'' نعتیہ کلام کا مجموعہ مطبوعہ 1988ء ''نورالسمٰوات'' اردو زبان و ادب میں نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ مطبوعہ 1989ء ''ن'' نعتیہ کلام کا مجموعہ مطبوعہ 1990ء۔

علیم صبا نویدی کے مذکورہ بالا مجموعوں کو دیکھنے کے بعد قاری اُس کے احساسات اور جذبات کی صالحیت، خیر و حسن اور صداقت پر ایمان ہی نہیں بلکہ اُسے ایک منفرد نعت گو شاعر کی حیثیت سے تسلیم بھی کرتا ہے۔ کیوں کہ حمد و نعت جیسی قدیم اصناف کو اُس نے اظہار و شعور کے نئے انداز و سلیقے دیئے۔ اور اس میں وسعت و کشادگی پیدا کی۔ نیز اس نے حمد و نعت کی اصناف کو نئی شعری ہیئتوں کا لبادہ پہنا کر نعتیہ شاعری میں دوبارہ زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ عبدالمتین نے آزاد نظم میں اور کرم حیدری نے کثیر البحر پابند نظم میں نعتیں کہی ہیں۔ نئی نسل کے شاعروں میں اس نوعیت کے تجربے تحسین فراقی، راسخ عرفانی اور رشید قیصرانی بھی کر رہے ہیں۔ انور سدید، مظفر وارثی، حفیظ صدیقی، کوثر ناہید اور پروین شاکر وغیرہم نے بھی آزاد نظموں کی ہیئت میں حمدیں اور نعتیں کہی ہیں۔ لیکن یہ سب کے سب پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔

نعت گوئی انتہائی مشکل اور معظم فن اور عبادت ہے۔ جتنی عظیم و مکرم وہ شخصیت ہے جس کے طفیل یہ وجود میں آئی اس کی تصدیق اور اس کا اعتراف عرفی جیسے شاعر نے بھی کیا ہے جو اپنے پندار شاعری کے سامنے اور اپنے دعویٰ کی تائید میں رہ کر لوح و قلم کی شہادت پیش کرتا ہے لیکن نعت کی وادی میں قدم قدم پر اپنے کو باخبر رہنے کی تاکید کرتا ہے اور نعت کے فن کو تلوار کی دھار پر چلنے سے تعبیر کرتا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت ست نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بردم تیغ ست قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہِ کونین و مدحِ کے وجم را

یہ کچھ شاعروں ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کی مذہبی اور تہذیبی منزلت کا معیار یہ ہے کہ اس کی زندگی اور اس کا کردار کس حد تک عشقِ رسولؐ سے مشرف و مستفیض ہے! عشق نبی کا تصور دراصل ہمارے ذہنوں میں میلاد ناموں اور میلاد خوانوں کا دیا ہوا تھا۔ حالی اور اقبال نے اس کو وہاں سے نکال کر مذہب و ملت کے اعلیٰ اقدار و روایات کو سمجھنے، اُس پر عمل کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کا حوصلہ دیا۔ خدا اور رسولؐ کے احکام کی اتباع اور اس پر عمل کرنے کی توفیق کلیتہً اللہ کی دین ہے لیکن ان اوامر اور نواہی کو بتانا اور دل نشین کر دینا ان برگزیدہ شعراء کے حصے میں آیا

جن کے حروف شیریں کی طرف اقبال نے اپنے بے مثل پیرائیہ بیان میں اشارہ کیا ہے:۔

محمدؐ بھی ترا جبرئیل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں، ترجماں تیرا ہے یا میرا

لہٰذا نعت گوئی وہ عظیم شاعری ہے جو بقول ڈاکٹر سید حامد حسین گہری ارادت اور عقیدت کے تاثیرات سے تحریک پاتی ہے۔ اس میدان میں شاعر نہ تو اپنی فکر کو بے لگام چھوڑ سکتا ہے اور نہ ہی موضوع سخن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اسی لئے اچھی نعتیہ شاعری غزل کی روایتی شاعری سے کہیں مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے غزل گو شعراء کی ایک لمبی فہرست ہے جب کہ اچھے نعت گو شعراء کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔

علیم صبا کا شمار بھی اُن معدودے چند شعراء میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے اپنی نعتیہ شاعری کے پے در پے مجموعے شائع کر کے ایک نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنا مقام شعر و ادب کی دنیا میں تسلیم کروالیا ہے۔ اپنی سنجیدگی فکر، پاکیزگی خیال، تنوع پسند طبیعت اور تازہ کار اسلوب سے نعت جیسی انتہائی مشکل اور معظم صنف میں بھی اس طوطیٔ سخن نے اپنی آواز کی شناخت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔

"ترسیلے" علیم صبا کے جدید انداز کی نعتوں پر مشتمل مجموعہ ہے جو قدیم جاپانی صنف شاعری "ہائیکو" کے رنگ میں 1986ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں دو قسم کی ہائیکو نظمیں شامل ہیں۔ (۱) پابند ہائیکو (۲) نثری ہائیکو۔ اردو میں صنف ہائیکو کو پہلی بار صبا نویدی نے نعت گوئی کے مقدس اظہار سے مالا مال کیا۔ "شعاع شرق" "ترسیلے" ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس میں تقریباً سارے کے سارے پابند ہائیکو شامل ہیں۔ صبا نویدی نے ہائیکو کے ایمائی اظہار سے فائدہ اُٹھا کر سرورِ کونینؐ کی مدح سرائی میں اپنی عقیدت مندی و اخلاص کا اظہار ایک نئے انداز و اسلوب کے ساتھ کیا ہے۔ ہائیکو کی صورت میں پیش کردہ نعتوں میں ایک جامع اشاریت اور بلیغ رمزیت کا احساس ہوتا ہے۔ جو ہائیکو کی صورت میں پیش کردہ نعتوں میں ایک جامع اشاریت اور بلیغ رمزیت کا احساس ہوتا ہے۔ جو ہائیکو کی محاکاتی فضا کو مزید تقویت بخشتا ہے۔ "ترسیلے" اور "شعاع شرق" میں شامل نعتوں میں شاعر اپنی جودتِ طبع سے اظہار کے نئے پیکر تراشتا اور ان کو اپنی مجتہدانہ کوششوں سے ایک نیا رنگ و روپ عطا کرتا ہے بالفاظ دیگر علیم صبا کے یہاں حمد و نعت کے مضامین جدت کی عبا اوڑھے ہوئے پورے تصدق کے ساتھ جلوہ گر ہیں:

☆ آسمانوں کے بھید کا جوہر
سات عالم کے نور کا نقطہ
رونقِ کائنات کا مصدر

☆ ایک سورج وجود میں آیا
آدمیت کی روشنی لے کر
نیک لمحہ وجود میں آیا

☆ ذہن و دل کے سرور کا مرکز
نقش ہائے شعور سے آگے

☆ آئینہ دار جوہر ہستی
اوج تابانیٔ مہ و انجم

محور لاشعور کا مرکز
روز و شب کے جمال کی مستی

☆ آپؐ کے ذکر میں قلم کا سر
جھک گیا بصد عقیدت سے
اور الفاظ ہو گئے ہیں گہر

☆ آپؐ ہی آپؐ اول و آخر
آپؐ کا فیض روزِ محشر تک
(ترسیلے) آپؐ کا نور ساتوں عالم پر

☆ وہ ایک منبع علم و فن کا جلوس
ہے ارض و سما کی نگاہوں کا نور
سراپا تجلی سراپا خلوص

☆ وہ خیر البشرؐ ہے وہ خیر الاممؐ
جمالِ شعور زمیں و آسماں
وہ ہے سب دھڑکتے دلوں کا بھرم

☆ وہ ہے ہر گہر کی چمک کا فلک
سمندر کے جلووں کا رمز آشنا
اُجاگر ہے جس سے صدف کی مہک (شعاعِ شرق)

''مراۃ النور'' صبا نویدی کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے جو 1988ء میں شائع ہوا۔ اس میں شامل نعتوں میں شاعر کی عقیدتِ رسولؐ نے بھرپور تخلیقی اظہار پایا ہے۔ مدحتِ پیمبرؐ اور عشقِ رسولؐ میں سرشاری کو علیم دنیا و آخرت کے لئے وسیلۂ نجات اور ذاتِ کبریائی سے قربت کا بہترین ذریعہ سمجھتا ہے:

یہ مدحتِ رسولؐ یہ ذکرِ شہِ اممؐ
بس اے صبا نویدی یہی زادِ راہ ہے

آزاد غزل، نثری نظم، ہائیکو، سانیٹ اور دوسرے طرح طرح کے تجربے کرنے والا یہ شاعر جب نعت گوئی کی طرف رجوع ہوتا ہے تو سراپا عجز و انکساری بن کر اپنے فن و جوہر کی جلا پاشی ہی نہیں بلکہ اپنے نصیب کو بھی روشن کر لیتا ہے۔

کیسا اٹوٹ آپؐ سے رشتہ ہے جاہ کا
روشن نصیب ہو گیا اپنی نگاہ کا

آپؐ کا نقشِ قدم چوم لیا جب سے
مجھ سے آگے نہ کبھی کوئی زمانہ نکلا

میں سراپا آئینہ ہوں آئینہ
میرا فن اور میرا جوہر ہیں نبیؐ

1989ء میں علیم صبا نویدی نے اردو زبان و ادب میں نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ ''نور السمٰوات'' کے زیرِ عنوان شائع کر کے سانیٹ کی ہیئت میں نعت کے موضوع کو نئے اسالیب میں ڈھالنے کا سہرا بھی اپنے ہی سر باندھا ہے۔ اپنے عہد کے پیرایۂ اظہار کو نعتیہ مقاصد کے لئے استعمال کرنے میں جو سُرعت و رفتار صبا نویدی نے دکھائی ہے اس کے پیشِ نظر علی جواد زیدی کہتے ہیں:

''علیم صبا نویدی ہمارے بے انتہا فعال اور توانا جنوب میں نئی شناختوں کے پرچم لہرا رہے ہیں اور ہماری غیر مقید حدود کو اُن وسعتوں

سے آشنا کر رہے ہیں جو تامل ناڈو کی پیدا کردہ ہیں۔''

اور ڈاکٹر حفیظ اللہ نیول پوری اُس کی خلاقانہ صلاحیتوں اور بے تخلیقی فعالیت سے متاثر ہو کر یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔

''علیم صبانویدی کی ندرتِ تخیل اور تخلیقی سفر میں رکاوٹ اور تھکاوٹ کا شائبہ نہیں۔ جنوب کے اس مجذوب شاعر کو میں کھلی دھوپ کا مسافر کہتا ہوں جو کسی سایۂ شجر کا مرہونِ منت نہیں ہے، سفر اور مدام سفر کا قائل ہے۔''

''نور السمٰوات'' کی نعتیہ سانیٹوں میں علیم صبانویدی نے اپنے تخلیقی جوہر اور فن کارانہ صلاحیتوں کو بڑی خوبی سے نبھایا۔ اس کی خلاقانہ ذہنیت اور فن کارانہ تخیل کے باوجود اس کا عقیدت مند دل سراپا نیاز بن کر خاصۂ خاصانِ رسل کی مدحت سرائی میں اپنی بیکراں وارفتگی کے سبب گہری محویت اختیار کر لیتا ہے۔ ان نعتیہ سانیٹوں میں اس کی تخلیقی شخصیت کا متوازن، منظم اور توانا پہلو واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ میرے اس بیان کی تصدیق کے لئے نعتیہ سانیٹ سے ماخوذ چیدہ چیدہ اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

صاحبِ کون و مکاں سیدِ لولاک ہیں وہ
ان سے ذہنوں میں تجلی کا سماں پھیلا ہے
یہ زمیں پھیلی افق پھیلا جہاں پھیلا ہے
دونوں عالم کے لئے صاحبِ ادراک ہیں وہ

☆

مرے فکر و فن کا ہے روشن منیر
مرے حوصلوں کی ہے اونچی اڑان
ہے پاکیزہ سب سے مری آن بان
میں دربارِ احمدؐ کا ہوں اک فقیر
فقیری پہ اپنی مجھے ناز ہے
نرالا مرا شاہی۔ انداز ہے

جذبۂ عشقِ محمدؐ کا سفر ہے نوری
راہ بر حسنِ اعظم کے معطر جلوے
مہرباں ذاتِ مقدس کے منور جلوے

منزلیں جلوہ فشاں ، راہ گذر ہے نوری
مدحتِ شاہِ زمنؐ کا ہے نظارا ہر سو
پھول ہی پھول ہیں، جلوؤں سے لدی ہے خوشبو

☆

شہنشاہِ دیںؐ کا یہ فیضان ہے
یہ سانسوں کی دھڑکن لہو کا سفر
یہ ہونٹوں کی جنبش بیاں کے گہر
محمدؐ کا ہر شئے پہ احسان ہے
محمدؐ نہ ہوتے تو ہوتے نہ ہم
نہ اظہار ہوتا نہ نقشِ قلم

☆

ذرّے ذرّے کو ملا حُسنِ جمالِ دلبر
آبِ کوثر میں نہائے ہوئے آئے منظر!
زندگی کرنے لگی اُنؐ کے ہی روضہ کا طواف
باوضو ذات ہوئی نیک ہوئے ہیں اوصاف

نعت گوئی کے دوران عشقِ احمدؐ میں سرشاری کے لیے جو وارفتگی، عقل وفہم اور علم وآگہی مطلوب ہے صبانویدی کی مذکور سانیٹ اس کی بولتی تصویر ہیں جن میں اخلاص وعاجزی کی صفات انتہائی عروج پر ہیں۔ اُس نے ایک نعت گو شاعر ہونے کی حیثیت سے خاصۂ خاصانِ رسلؐ کی مدح سرائی جس خلوص ومحویت اور جذبۂ ایمانی کے ساتھ کی ہے اُس سے میرے ایک دیرینہ خیال کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ علیم صؔبا کا نعتیہ کلام ہمارے لئے عہدِ حاضر کا ایک ایسا مقدس سرچشمہ ہے جس سے ملّتِ اسلامیہ کے اندر رسولِ عربیؐ سے والہانہ عقیدت مندی اور وارفتگی کا جذبہ بیدار ہوسکتا ہے۔ اور اسی جذبہ سے سرشار ہوکر ملّتِ اسلامیہ کا ہر فرد علیم کی طرح دین ودنیا میں ایک خوش نصیب انسان بن سکتا ہے۔۔

سچ سچ صؔبانویدی وہ خوش بخت ہیں بہت
خوابوں میں جن کی روشنیٔ دل ہے آپؐ کی

سراج زیبائی

نورِ اعظم علیم صبا نویدی کا نعتیہ مجموعۂ کلام ایک مطالعہ

سرزمینِ ٹملناڈو کے بے لوث مخلصین اور اصحابِ علم وفن نے زبان وادب کی جو بے پایاں خدمات انجام دی ہیں انہیں اردو دنیا ہمیشہ قابلِ قدر نگاہوں سے دیکھے گی ۔ یہاں ایسے نہالانِ چمن بھی ہیں جن کو دبستانِ دانش کی بہاریں نصیب ہوئی ہیں جن کی گہری گھنی اور سرسبز شاخوں پر گل بوٹے مسلسل کھل رہے ہیں۔ معروف شاعر و ادیب حضرتِ دانش فرازی جو اپنے آپ میں ایک انجمن تھے آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والے مشاہیرِ ادب کا وسیع حلقہ نہ صرف ٹملناڈو بلکہ ریاستِ کرناٹک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ اس طویل فہرست میں چند نمایاں نام ایسے ہیں جو آج اردو دنیا کے نہایت معتبر نام بن گئے ہیں۔ علیم صبا نویدی کی شخصیت بھی ان میں سے ایک ہے۔ موصوف نے اپنے شہ پاروں سے دنیائے ادب میں اپنا ایک منفرد مقام بنالیا ہے۔ آج ہماری ریاست میں علیم صبا نویدی کی طرح ایسے کئی اہلِ فن ہیں جن کی ہر صبح اردو کی روپہلی کرنوں سے شروع ہوتی ہے اور رات شعروفن کی سبک چاندنی میں ڈوبی رہتی ہے۔ گویا آپ کی ساری سانسیں شعروادب کے لئے وقف ہوگئی ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے مستحق اربابِ علم وفن کی ادبی خدمات کا صدقِ دل سے اعتراف کیا جائے ۔ ریاستی اردو اکیڈمی کو چاہیے کہ ایسے مشاہیرِ ادب کو ان کے جائز حقوق انعام و اعزاز کی صورت میں عطا کرے جنہوں نے اپنی بے لوث ادبی خدمات کے دھنک رنگوں سے اردو دنیا کو آراستہ کیا ہے اور ہنوز اپنی زبان وادب کی زیبائش میں لگے ہوئے ہیں۔

علیم صبا نویدی کی شاعری نئے موسموں میں رنگ برنگی تتلیوں کی صورت رنگ و نور بکھیرتی نئی سوچوں کی شاعری ہے جو صحیح معنوں میں کئی جہتوں کو منور کرتی ہے۔ صبا نویدی کی شعری باقیات آپ کی لا تعداد تصانیف کی صورت میں بکھری پڑی ہیں۔ آپ نے ادب کی کسی صنف کو تشنہ نہیں رکھا، بلکہ تقریباً تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ نہایت شگفتہ نثر بھی لکھی ہے۔ تاثراتی تنقید میں بھی اپنا الگ گوشہ بنایا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ان کے اصلی جوہر شاعری میں ہی کھلے ہیں۔

حال میں ان کی نعتیہ شاعری کا ایک دلکش انتخاب "نورِ اعظم" منظرِ عام پر آیا ہے جس کی نعتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شاعر کے والہانہ احترام و عقیدت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

نورِ اعظم میں شاعر خدائے بزرگ و برتر کی ذاتِ اقدس کے نور کی پناہوں میں آتا ہے جس کی حفاظت و عافیت ساری کائنات کے لئے وسیع ہے۔ خالقِ کون و مکاں کی بارگاہ میں اس کی کبریائی و حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔ ذہن و دل اور اپنی ہر سانس کو ربِ عظیم کے آگے ہمہ وقت سر بہ سجدہ رکھنے کا اعتراف کرتا ہے۔

- تو ہر ایک سمت ہے جلوہ گر، تو نفس نفس تو نظر نظر

  ترے ذکر میں ہے ہر اک شجر تری شان جل جلالہ

- تری رحمتوں سے بھری ہوئی، تری رحمتوں سے لدی ہوئی

  مری منزلیں مری رہگذر، تری شان جل جلالہ

- ترے ہاتھ موت و حیات ہے، ترے بس میں قید و نجات ہے

  تجھے ذرّے ذرّے کی ہے خبر، تری شان جل جلالہ

اس عالمِ رنگ و بو میں خالقِ ارض و سما کی حمد و ثنا کے بعد مدحت و ستائش کی مستحق صرف اور صرف رسولِ مقبولؐ کی با برکت ذات ہے، جس کے بے انتہا احسانات مومنین کے لئے وسیلۂ نجات و اصلاح بنے ہوئے ہیں۔ آپؐ کی ذاتِ والا صفات کی توصیف و ستائش کے لئے نثر سے زیادہ شاعری کا اس لئے سہارا لیا جاتا ہے کہ حضورِ اکرم کے جمال و کمال اور آپؐ کی سیرتِ پاک کو ایجاز و اختصار سے اس سلیقہ و احتیاط کے ساتھ پیش کیا جائے کہ مدح سرائی میں غلو کا ہلکا سا عنصر بھی شامل نہ ہو۔

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری میں الفاظ کی تقدیس و طہارت مختلف روپ سے اجاگر ہوتی ہے جو شاعر کی مہارتِ زبان کی عین مظہر ہے۔ بارگاہِ رسالت مآبؐ میں آپ کی زبان یوں رطب السان ہے۔

- آسمانی آیتوں کی روشنی سینہ تمام اور سانسوں میں درخشاں رحمت اللعالمین

آگے سلیس اور عام فہم زبان میں نبی کریمؐ کی مدحت سرائی ہوئی ہے۔

- یہ زمین و آسماں میرے نہیں آپؐ کے ہیں دو جہاں میرے نہیں
- میں غلامِ سرورِ دیںؐ کیا ہوا ہو گئے ہیں رات دن نوکر مرے

• آنکھوں کو روشنی ملی، ہونٹوں کو چاندنی جب نعتِ شاہِ دینؐ سے پرنور دل ہوا

• ہر لمحہ اپنی پتلیاں محوِ سجود تھیں اس قربِ نور ہی سے تو مغرور دل ہوا

جب مومن کے دل میں درودِ مصطفےٰ کا ورد ہوتا ہے تو اس کی سانسیں عطر بیز ہو جاتی ہیں اور وجد میں فرطِ مسرت سے نبضیں جھوم اٹھتی ہیں۔

• شہ رگوں میں درود کی خوشبو جب درِ مصطفےٰؐ کھلا دل میں

صبا نویدی اپنی فکر، اپنی لفظیات اور طرز و اظہار میں بہت جدید ہیں۔ آپ کی مدحت سرائی حضورِ پرنورؐ کے مختلف رسالت مآب گوشوں کو اُجالتی ہے۔

• ارض و سما کے جلوے ہیں جن کی پناہ میں وہ جلوہ گاہِ صبحِ بہاراں ہیں شاہِ دیںؐ

• نبیؐ تشریف فرما ہیں دلوں میں ہماری نیک نامی کا صلہ ہے

• منوّر ہی منوّر منزلیں ہیں معطّر ہی معطّر راستہ ہے

ذکرِ رسولؐ میں شاعر جب محو ہو جاتا ہے تو اس کی وجدانی کیفیت کا عجب عالم ہوتا ہے۔

• نظر میں تصور میں احساس میں حبیبِ خداؐ ہیں جدھر دیکھئے

• نبیؐ کی تجلّی میں ہر لمحہ گم لہو کا مسلسل سفر دیکھئے

ہر مومن کی طرح صبا نویدی کو بھی رسولِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس سے یقینِ کامل ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

• مرا یقیں ہے اک دن کہیں ملا دے گی صباؔ کو اپنے نبیؐ سے ضرور یادِ نبیؐ

جلوۂ نبیؐ کے دیدار کی مشتاق کس کی نظریں نہیں ہیں۔ اس شعر میں اس کا اظہار یوں ہوا ہے۔

• دیکھنے کو نظارۂ مرسلؐ دونوں عالم کی جاگتی ہے نظر

ان اشعار میں فکر کی تقدیس اور لفظوں کے ساتھ شاعر کا حسنِ سلوک ملاحظہ ہو۔

• دونوں عالم کے سلطان سرورِ نبیؐ ذرّے ذرّے کا روشن مقدر نبیؐ

• ورنہ شعور و فکر سے کرنیں نہ پھوٹتیں میرے لہو میں روشنی شامل ہے آپ کی

• ان کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے نکہت و نور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے

- دامن میں اپنے نیکیاں کھنچ کھنچ کے آگئیں — جوڑا جو میں نے عشق کا رشتہ حضورؐ سے
- دعا مانگی، نہ منت کی، نہ دامن کو پسارا ہے — درِ اقدس پہ سر رکھ کر ہمیشہ رویا میرا دل

آگے فرماتے ہیں۔

- جسم و جاں میں خوشبوئیں یہ کس کی ہیں — ہر نفس یہ کس کا پھیرا دل میں ہے
- ہر راستہ ہے آپ کا، منزل ہے آپ کی — ہر دل کی کائنات میں محفل ہے آپ کی
- دلوں کے آئینہ خانوں میں کون اُترا ہے — کہ آرزو کے ہیں دیوار اور در روشن
- سایہ افگن چاسو ہے روئے انوارِ نبیؐ — ذرّہ ذرّہ سرفراز بوئے انوارِ نبیؐ

غرض علیم صبانویدی کی نعتیہ شعری تصنیف "نورِ اعظم" کے ہر ورق کے مطالعے سے ذہن و دل روشن اور سانسیں معطّر ہو جاتی ہیں۔

علیم صبا نویدی
کی
نعتیہ شاعری
میں
ھیتی تجربے

ڈاکٹر انور مینائی

تجربات ہمیشہ حوصلہ مند فنکار ہی کر سکتے ہیں۔ان میں علیم صبا نویدی نمایاں ہیں، علیم صبا نویدی نے ادب کی مختلف اصناف میں جو تجربات کئے ہیں ان میں بھی انکی ذہنی اپج ان کی پرواز فکر نمایاں ہے۔مثلاً وہ جب نعت کہتے ہیں تو اس میں بھی انکی انفرادیت صاف دکھائی دیتی ہے یعنی پرانے موضوعات کو بھی پرانی اصناف کو بھی انہوں نے نیا ڈکشن عطا کر دیا۔جیسے کہ انکا یہ شعر ہے۔

مرا شعور ہمیشہ جو مرے اندر تھا ورق ورق پہ اچانک بکھر گیا ہے آج

نویدی نے اپنے ہر خیال کو شعری پیکر میں ڈھال دیا ہے اور جو انکے اندر تھا وہ شعوری طور پر تخلیقی روپ میں کاغذ پر آگیا۔انکی ایک کتاب ''ن ج'' کے نام سے شائع ہوئی جسمیں انہوں نے سرور کونین ﷺ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔انکی پوری کتاب میں علیم صبا نویدی عشق رسول ﷺ میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔جبکہ نعت کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے کوئی بھی شاعر جب تک عشق رسول ﷺ میں سرشار نظر نہ آئے نعت نہیں کہا جا سکتا۔لیکن علیم صبا نویدی اس فن میں بھی اپنی ایک مخصوص پہچان رکھتے ہیں۔اس لئے کہ نعت میں بھی وہ اپنا جدید لہجہ اور وہ اسٹائل نہیں چھوڑتے جو انہوں نے غزل میں قائم رکھا۔پروفیسر محبوب پاشا محبوب مدراسی، علیم صبا نویدی کی نعتیہ شعری مجموعے ''ن ج'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

''میں نے اپنے طویل ادبی سفر میں بہت سے نعت گو شعراء کا کلام پڑھا ہے اور وقتاً فوقتاً اس کا گہرا تاثر بھی قبول کیا ہے۔ مگر علیم صبا نویدی کے جدید لب ولہجہ میں کہی گئیں نعتیں مجھ پر بہت ہی اثر انداز ہوئیں۔ دل کی گہرائیوں میں اتر کر خون دل کے ساتھ رگوں میں پھیلنے والی ان نعتوں کی تاثیر اور قلب ونظر کو معطر کرنے والی اسکی خوشبو نے مجھے علیم صبا نویدی کے نعتیہ کلام کو مرتب کرنے کی طرف مائل کیا۔ بالخصوص انکی نعتوں میں لفظ ''نور'' کا ہمہ جہت استعمال اور اسکو لامحدود نورانیت نے مجھے ایک نئی بصیرت سے مالا مال کیا ہے۔،،

حالانکہ علیم صبا نویدی کا اس سے پہلے بھی نعتیہ مجموعہ ''نور السموات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آج نئی نسل کے شعراء اور ادیب اتنے فیشن پرست اور انگریزی ادب کے اتنے دلدادہ ہوگئے ہیں کہ وہ انگریزی ادب کی ہر صنفوں میں تو تجرباتی کرنا اپنا بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں لیکن ہمارے اردو ادب کی سیکڑوں پرانی روایات اور مشہور اصناف مثلاً نعت، مرثیہ، قصیدہ جیسی اصناف کو فرسودہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن علیم صبا نویدی کا معاملہ دوسرا ہے وہ جہاں بھی نئی نسل کے ان تمام شعراء سے سبقت لے گئے۔ یعنی نعت جیسی صنف میں انہوں نے اپنے پیارے رسولؐ سے عشق کیا ہے اور اسکا اظہار اپنی نعتوں میں کیا۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیں:

اس شہنشاہ عرب دین کے رہبرؐ پہ سلام
سرور کون ومکاں، نور کے پیکر پہ سلام
راحت قلب ونظر، راحت دین ودنیا
دونوں عالم کے شہنشاہؐ مقدر پہ سلام
جھک گئی ہیں مری سانسیں بھی نویدی باادب
شاہ مکہ پہ مدینہ کے پیمبرؐ پہ سلام

ہر سمت گھر میں نور شہؐ انبیاء ہے آج
ہونٹوں پہ دل کے ذکر حبیب خداؐ ہے آج
شہر نبیؐ کی سمت اٹھے ہیں مرے قدم
بھرپور خوشبوؤں سے مرا راستہ ہے آج

آنکھوں میں جب سے جلوۂ خیر الانامؐ ہے
ناکام زندگی کا سفر ہی تمام ہے
سورج سنبھل سنبھل کے اتر اس زمین پر
بزم نبیؐ سجی ہے، ادب کا مقام ہے
شہ عالمؐ کے ہونٹوں کا تبسم
یہ نورانی سفر جو کوبہ کو ہے

چشم انوار مبارک سے کھلا رازِ حیات
اور کونینؐ کے سوئے ہوئے گوہر جاگے
ذرے ذرے پہ تھا نیندوں کا تسلط ہی صبا
وہؐ جو آئے تو زمیں جاگی، سمندر جاگے
تمہاریؐ ذات نے بخشا ہے زندگی کا شعور
کہ ذرہ ذرہ میں اب قوتِ نمو تم ہو

یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت میرے پاس ان کا مشہور نعتیہ مجموعہ ''نور السموات'' موجود نہیں ہے ورنہ اور تفصیل سے گفتگو ہو سکتی تھی پھر بھی مجھے ان کی کتاب 'دبج'' میں اتنی خوبصورت عشقِ رسولؐ میں ڈوبی ہوئی نعتیں ملتی ہیں کہ دل میں مدینہ کی تڑپ بیدار ہو جاتی ہے۔ علیم صبا نویدی کی نعتیں دلوں پر اثر کرتی ہیں۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید لکھتے ہیں۔

''علیم صبا نویدی کی شاعری ہمہ رنگ ہے۔ وہ شاعری میں جس سمت بھی توجہ دیتے ہیں وہ سمت نکھر جاتی ہے۔ ادھر انہوں نے نعت گوئی کو خصوصی طور پر اختیار کیا ہے اور ان دنوں ان کی نعتوں کا مجموعہ ''مراۃ النور'' شائع ہو چکا ہے۔ نعت گوئی شاعر سے کچھ اور ہی احترام اور کچھ نئی فضا ہی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کے آداب کچھ اور ہوتے ہیں۔ ذات محمدیﷺ سے اپنائیت و عقیدت بھی ہو اور آداب بھی ملحوظ رہے۔ علیم صبا نویدی کے یہاں یہ دونوں چیزیں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کو جذبہ کی آنچ اور اسلوب کے بانکپن سے نکھار دیا ہے۔ ان کی نعتوں میں روایتی انداز نہیں ہے بلکہ انہوں نے غزل کو جس طرح نئے حدود سے روشناس کرانے میں اپنا حصہ ادا کیا ہے اسی طرح ان کی نعتیں بھی تمام نعتوں سے مختلف ہیں حضور اکرمﷺ سے عقیدت، وابستگی ان سے ایسے شعر کہلواتی ہے کہ پڑھتے ہوئے قاری بھی خود کو کیف و سرور کی دنیا میں پاتا ہے۔''

میری بات کی تصدیق ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید کی اس تحریر سے ہو جاتی ہے۔ لیکن ثبوت کے طور پر یہاں چند شعر اور پیش کر رہا ہوں۔

☆ نبوت کا سورج ہوا جب طلوع
شبِ کفر کی دھجیاں ہر طرف

☆ محمد مصطفےٰؐ آئے، نوید زندگی آئی
لہو میں تازگی آئی، بدن میں روشنی آئی

☆ سمندر غیر سنجیدہ تھا، موجیں جاہلانہ تھیں
ہر اک شئے کی طبیعت میں سکون و دلکشی آئی

☆ کیا شان آپ کی ہے کشش آفریں کہ آج
باطل کی دشمنی میں بھی پوشیدہ چاہ ہے

☆ پھول پتوں کو تلاوت کی مہک دے کے صبا
جو کرے ذکر محمدؐ وہ شجر، افضل ہے

☆ تمہاری ذات نے بخشا ہے زندگی کا شعور
کہ ذرہ ذرہ میں اب قوت نمو تم ہو

☆ خاک نورانی، زمین و آسماں عنبر فشاں
ہر کلی، ہر پھول میں خوشبوئے انوار نبیؐ

☆ دھڑکنوں میں دوڑتی پھرتی لہو کی بوند کو
ہر نفس ہے جستجوئے کوئے انوار نبیؐ

☆ دعا مانگی نہ منت کی نہ دامن کو پسارا ہے
در اقدسؐ پہ سر رکھ کر ہمیشہ رویا میرا دل

ان اشعار کو پڑھکر علیم صبا نویدی کی صلاحیتیں کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ علیم صبا نویدی کی غزلوں میں زندگی کی رمق اور پرواز فکر دیکھنے کی چیز ہے چاہے غزلیں ہوں یا نظمیں ہوں یا ادب کی دوسری صنف ہو وہ ہر موضوع کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یوں کہئے کہ فن کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ ابھی تک میں نے ان کی غزلوں اور نعتوں پر ہی ایک نظر ڈالی ہے۔ جب کہ میرے سامنے ان کی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جس میں ان کی شاعری، ان کے فن پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن نعتیہ شاعری میں ان کے فن پارے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

اردو ادب میں علیم صبا نویدی پہلے شاعر ہیں جن کی نعتیہ شاعری سے متعلق اتنا کچھ لکھا گیا اور اتنی نعتیہ کتابیں شائع ہوئیں اس لئے کہ نعت کہنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اور کوشش کے باوجود بھی نعت نہیں ہوتی جب تک کہ شاعر کا دل عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا نہ ہو۔ یہاں ایک واقعہ یاد آ گیا جسے مشہور ناقد شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے رسالے شب خون میں ایک مضمون کے حوالے سے پیش کیا تھا کہ دہلی میں ایک بزرگ رسول نما کے نام سے جانے جاتے تھے ان کا یہ معجزہ تھا کہ وہ دو ہزار روپیہ لیکر کسی شخص کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کرا دیا کرتے تھے اسی لئے وہ رسول نما کے نام سے مشہور تھے۔ ایک دن ان کی بیوی نے کہا کہ آپ نے دنیا کو حضورؐ کے دیدار کرا دئے لیکن ہم آپ کے اتنے قریب ہوتے ہوئے محروم ہی رہے تو میاں نے کہا لاؤ دو ہزار روپئے۔ بیوی بولیں گھر میں تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے آپ نے کبھی دئے پیسے؟ اچھا تو ایک کام کیجئے، نہا دھو کر خوشبو لگا کر اچھے کپڑے پہن کر آ جائیے، بیوی نے کہا آپ نے کتنے جوڑے مجھے بنوائے ہیں کپڑے بھی نہیں ہیں۔ ہاں وہ چوتھی کا جوڑا رکھا ہوا ہے، تو وہی پہن کر اور نہا دھو کر آ جاؤ، تھوڑی دیر بعد نہا دھو کر چوتھی کا جوڑا پہنکر بیوی آئیں تو میاں نے اتنا مذاق اڑایا اتنا مذاق اڑایا کہ مارے غم کے بے ہوش ہو گئیں، اور ایسی بے ہوشی میں انہیں حضورؐ کے دیدار نصیب ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد مسکراتی ہوئیں ہوش میں آئیں اور بولیں جاؤ تم کیا دیدار کراؤ گے ہمیں تو

خود دیدار ہوگئے۔ میاں نے کہا بیگم یہ بات نہیں ہے اصل میں تمہارے دل کو تکلیف پہنچی اور دل میں تڑپ پیدا ہوئی جب کہیں جا کر دیدار نصیب ہوئے، اسی لئے میں نے تمہارا مذاق اڑایا اور لوگوں سے بھی دو ہزار روپیہ اسی لئے لیتا ہوں تا کہ انکے دل کو تکلیف پہنچے اور دل میں تڑپ کی ضرورت ہوتی ہے اور علیم صبا نویدی کے دل میں یہ تڑپ اور لگن بدرجہ اتم موجود ہے کہ تین تین نعتیہ شعری مجموعے انکے شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً "مراۃ النور" "نورالسموات" اور "ن"۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایک ایسا شاعر جس نے مغربی ادب کی پیروی کی ہو جو ہائیکو اور سانیٹ جیسی اصناف میں نئے نئے تجربات کرتا ہو ایسے شاعر کا نعت سے کیا لینا دینا، لیکن علیم صبا نویدی نے اس فن میں بھی مہارت دکھائی ہے۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید لکھتے ہیں۔

"نعت گوئی یوں بھی بڑے ظرف کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت شرط اولین ہے لیکن اس عقیدت میں احتیاط اور اعتدال کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ بات ذرا بھی ادھر سے ادھر ہو جائے تو دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ و نیز زبان و بیان اور فن پر اتنا قابو کہ ادبی اور فنی زاویوں سے بھی معیار برقرار ہے۔ اس امر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ صبا نویدی نے نعت گوئی میں عقیدت اور احترام کو برقرار رکھتے ہوئے جدت پسندی اور عصری میلانات کا حق ادا کیا ہے۔ چنانچہ سانیٹ جیسی صنف میں انہوں نے نہ صرف نعت شریف کہی بلکہ اردو میں نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ "نورالسموات" شائع کیا اور بھی انکی نعتوں کا ایک اور مجموعہ "ن" شائع ہو چکا ہے۔"

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری پر تمام بڑے بڑے نقادوں نے بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ "نقشِ قلم" ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید کی ترتیب کردہ وہ کتاب ہے جسمیں علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا کھل کر جائزہ لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نجم الہدیٰ نے علیم صبا نویدی کی نعتیہ مجموعہ "مراۃ النور" کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے علیم صبا نویدی اور "نعت رسول اکرمؐ" کے عنوان سے مضمون لکھا ہے۔ ڈاکٹر علیم اللہ حالی نے علیم صبا نویدی کی تخلیقی جودت نعت میں دکھلائی ہیں، ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید نے اس کتاب کا مقدمہ لکھ کر علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری پر اظہار خیال کیا ہے۔ اسطرح بہت سے نقادوں نے علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری پر الگ الگ عنوان سے مضامین لکھے ہیں۔ یہاں چند لکھنے والوں کے مختصر مختصر اقتباسات پیش ہیں۔ ڈاکٹر سید احمد حسین لکھتے ہیں۔

"علیم صبا نویدی جدید دور کے شاعر ہیں اور انہوں نے فکری و ہیئتی تجربات کو قبول بھی کیا ہے اور برتا بھی ہے۔ لیکن اسکا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ اپنی توانائی سیلاب کے ساتھ بہہ کر نہیں حاصل کرتے ہیں۔ اسکا منبع خود انکا ذوق

شناوری ہے۔ بلکہ مجھے تو اکثر ایسا لگا ہے کہ آزاد غزل، نثری نظم، ہائیکو اور دوسرے طرح طرح کے تجربے کرنے والا یہ شاعر روایت کی مستحکم چٹان پر اپنے قدم جمائے ہوئے ہے اور تجربہ اسے ٹوٹ کر سیلاب کے ساتھ بہہ نکلنے پر آمادہ نہیں کرتا بلکہ شجر کے ساتھ پیوست رہکر امید بہار رکھنے کے جذبے کو اپنے تخلیقی عمل کا بنیادی اصول سمجھنے پر مائل کرتا ہے۔"

اس سے پہلے کہ کچھ اور نقادوں کے اقتسابات پیش کئے جائیں بہتر ہوگا کہ علیم صبا نویدی کے کچھ نعتیہ شعر کوڈ کردئے جائیں۔

جام عرفاں، جام وحدت اب چھلکائے کون
نور خدا کا اپنے دل تک اب لے آئے کون
سرکار کائناتؐ سے دنیا میں نور ہے
ہر دل میں روشنی ہے تمنا میں نور ہے
پاؤں پھیلائے ہوئے وحشی سیاہی تھی یہاں
نور ہی نور ہوا نوری نسبؐ کا صدقہ
انکے ہی نور نے دھارے ہیں کئی روپ یہاں
آئینہ جاگتے ہیں، بخت سکندر جاگے
دامنِ نور میں جگہ لے لوں جب محمدؐ کا آسرا لے لوں
یادِ شہِ لولاکؐ سے معمور ہے سینہ
اللہ رے قسمت مری، پُر نور ہے سینہ
دست نبیؐ سے پھول ملے یا خوشی کا نور
دامن بچھادیا ہے صؔبا رسم و راہ کا

یہاں میں یہ بات بھی واضح کردوں کہ میں نہ کوئی بڑا نقاد ہوں نہ کوئی بڑا ادیب ہوں اور نہ میرے کہنے سے یا لکھنے سے علیم صبا نویدی کی شخصیت پر اثر پڑیگا۔ لیکن جب ساری دنیا نے انہیں تسلیم کرہی لیا ہے تو پھر میرے بڑا کہنے یا لکھنے کا کیا جواز رہتا ہے۔

آیئے کچھ دیگر لوگوں کی رائے جان لیں۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی رقم طراز ہیں۔

"صؔبا کے یہاں نعت کے موضوعات میں تنوع کے ساتھ ساتھ جذبات خلوص کی فراوانی ہے۔ شاعر، رسولؐ کے وسیلے سے اپنی رہنمائی کی دعا کرتا ہے۔ کائنات کے وجود میں آنے کا سبب رسول کی ذات کو قرار دیتا ہے۔ سینے میں جو روشنی ہے وہ نتیجہ ہے محبت رسول کا۔ ہم خواہ اسکو سمجھ نہ سکیں مگر ذرہ ذرہ حمد کے ساتھ نعتِ رسول کا ورد کررہا ہے۔ پورے مجموعہ پر علیم صبا نویدی کی عقیدت کے پھول نذرانہ کے لئے بکھرے ہوئے ہیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ جذبات عقیدت میں غلو یا مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ انہوں نے ان حدوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے جو عبد اور معبود کے درمیان ہیں۔ صبا نویدی نے جس خلوص اور سادگی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ دربار نبیؐ میں خلوت خوش نویدی حاصل کرینگے اور اس سے بڑھکر کیا معراج ہوسکتی ہے۔"

نورالسمٰوات اک جائزہ

سانیٹ کے ماخذ، ہیئت اور تعریف کے ضمن میں دو ماخوذات پیش ہیں۔

سانیٹ: لفظ سانیٹ 'سانیتو' سے ماخوذ ہے۔ سانیتو کے معنی مختصر آواز یا راگ کے ہیں۔ لیکن اصطلاح شاعری میں سانیٹ غنائی شاعری کی ایک مختصر آواز یا راگ کے ہیں۔ لیکن اصطلاحِ شاعری میں سانیٹ غنائی شاعری کی ایک ایسی ہیئت کو کہتے ہیں جس میں چودہ (۱۴) مصرعے ہوتے ہیں جس میں ترتیب قوانی کا مخصوص نظام ہوتا ہے۔ انگریزی میں سانیٹ کی تین شکلیں ہیں۔ (۱) پٹرارکی سانیٹ (۲) شیکسپری سانیٹ (۳) اسپنسری سانیٹ

(اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے" ص ۴۷ اعنوان چشتی)

سانیٹ کا موضوع غزل کی طرح ہے جس میں حسن وعشق کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی، فلسفیانہ، سیاسی اور مناظرِ قدرت کے سانیٹ بھی ملتے ہیں۔" (اردو نظم اور دواس کی اصناف" گیان چند ص ۳۲ "شب خون" جولائی اگست ۱۹۸۵ء)

سانیٹ کی قوانی کی ترتیب یوں ہے

اطالوی یا پٹرارکی سانیٹ: اب ب ا۔ اب ب ا ۔ٹ ث ٹ ٹ ث ٹ

سیکسپیری سانیٹ: اب ب ا۔ ج د ج د۔ س ش س ش۔ ص ص

اسپنسری سانیٹ: اب اب۔ ب ٹ ب ٹ۔ ٹ د ٹ د۔ ک ک

پٹرارکی سانیٹ میں دو حصے ہوتے ہیں۔ پہلے حصے کے آٹھ مصرعے دو قافیوں سے وابستہ ہیں۔ دوسرا حصہ، دو یا تین قافیوں پر مشتمل اک خاص ترتیب کا حامل ہوتا ہے۔ پہلے مثمن میں پہلا مصرع چوتھے، پانچویں اور آٹھویں مصرع کا ہم قافیہ اور دوسرا مصرعہ تیسرے، چھٹویں اور ساتویں مصرع کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ دوسرے حصے کے مسدس میں ساتواں مصرع بارہویں مصرع کا، دسواں مصرع تیرھویں کا اور گیارہواں مصرع بارہویں مصرع کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اردو شاعری میں پٹرارکی سانیٹ کی پابندی کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ اردو شاعروں نے قوانی کی ترتیب کو بدل کر سانیٹس تخلیق کئے ہیں۔ مندرج سانیٹ میں پہلے مصرع کے قافیہ کے سوا باقی تمام مصرعے پٹرارکی سانیٹ کی نمائندہ مثال ہیں۔

میں وہ سورج ہوں جلاتی ہے جسے آگ اپنی
روز جل بجھتا ہوں موہوم سی اک آس لئے
شب کے دلدل میں اتر جاتا ہوں اک پیاس لئے
پھیل جاتی ہے افق پر مرے احساس کی آگ

تم سمندر ہو مگر اپنی ہی لہروں میں اسیر

موجزن ہو بھی تو ریتیلے کنارے نہ کٹیں
لاکھ چاہو بھی تو یہ درد کے دھارے نہ کٹیں
پھر وہی تھاہ تلک گہری خموشی کی لکیر

☆

میں تہی جام بکف، تشنہ دہن ہوں کب سے
تم چھلکتی ہوئی مئے ہو کہ نہ دیکھی جائے
اور اس آس پہ جیتے ہو کوئی پی جائے
میں سلگتے ہوئے احساس کا بن ہوں کب سے

☆

تا بکے بکھروں میں کرنوں کا مقدر ہو کر
تم کہ اک قطرۂ شبنم ہو سمندر ہو کر

(اقراء ''رؤف خیر'' ص ۱۱۵)

شیکسپیری سانیٹ:

یہ سانیٹ ہنری ہارورڈ ارل آف سرّے کی ایجاد ہے۔ شیکسپیر نے اسے کامیابی کے ساتھ انوکھے ڈھنگ سے برتا ہے اور اسی کے نام سے یہ مشہور ہوا۔ یہ سانیٹ تین مربعوں اور ایک مطلع پر مشتمل ہے۔ اردو شاعری نے اطالوی سانیٹ کی طرح اس سانیٹ کو بھی بہت کم اپنایا ہے۔ البتہ اس کی تبدیل شدہ ترتیب قوافی یعنی اب ب ا۔ ث ث ث۔ ج د د ج۔ ک ک۔ کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ (شیکسپیری سانیٹ کی اصلی صورت یہ ہے کہ ہر مربع میں پہلا مصرع تیسرے کا اور دوسرا مصرع چوتھے کا ہم قافیہ ہوتا ہے)

خوشبو وہ جس سے میرا معطر دماغ ہے
خوشبو ہے ارمغانِ تقدس مآب کی
دل تک پہنچ گئی ہے تو دل باغ باغ ہے
نعمت ملی ہے فکر کو عالی جناب کی

☆

عالی جناب جو کہ ہیں سرکارِ دو جہاںؐ
جن کی ہے ذات باغِ رسالت کا وہ گلاب
نکہت سے جس کی رحمتِ پنہاں ہوئی عیاں

ہر شئے میں ہے رواں اسی نکہت کی آب وتاب

☆

ارض خزاں رسیدہ میں جس دم کھلا وہ پھول
ہر صحن کی روش کو نئی زندگی ملی
ہر برگ ہر شجر پہ جو چھائی ہوئی تھی دھول
رحمت کی گلفشانی سے کافور ہوگئی

☆

مدحت ہوئی زباں سے تو اس گل کے وصف کی
ممکن کہاں ہے مدح مگر گل کے وصف کی

("چودہ طبق" نادم بلخی ص ۸۸)

اختر شیرانی کے ایجاد کردہ سانیٹ کو شیرانوی سانیٹ کہا گیا۔ مثال کے طور پر ذیل میں علیم صبا نویدی کی ایک سانیٹ درج ہے:

آنگن آنگن تنہائی
باغوں میں خوشبو کا راج
پھولوں پہ مستی کا ناچ
بھینی بھینی پروائی

شاخوں پر ہے راگ نیا
پتا پتا نورانی
بوٹا بوٹا رحمانی
موسم کا ہے بھاگ نیا

ہر سو رحمت کی برسات
قرآنی جلوے روشن
ایمانی پردے روشن
دور تلک نوری لمحات
شاہ مدینہ کا فیضان

رب عالم کی پہچان

(نورالسموات ص ۱۸، ۷، علیم صبانویدی)

اسپنسری سانیٹ:

یہ شیکسپیری سانیٹ سے مشابہ ہے۔ اس میں تین مربعے اور اک مطلع ہوتا ہے۔ مگر قوافی کی ترتیب کے اعتبار سے ہر مربع میں پہلا مصرع تیسرے کا اور دوسرا مصرع چوتھے کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس کی مخصوص بحر آئمبک پنٹا میٹر ہے۔ یہ سانیٹ اردو میں مشہور نہ ہوسکا۔ ایک مثالیہ سانیٹ

التجا بہ درگاہِ رسالت مابؐ
ہو عنایت آپ کی تو رحمتوں کا در کھلے
آپؐ اگر چاہیں تو میری آرزو ہو باریاب
پُرضیا میری نظر کے سامنے منظر کھلے
پاؤں میں تعبیر اس کی دل نے جو دیکھا ہے خواب

آپؐ سے اتنی گزارش ہے مری عزت مآب
دور ہوں میں پاس مجھ کو جلد ہی بلوایئے
رحمت اللعالمینؐ، امیؐ لقب عالی جنابؐ
آپؐ کی امت میں ہوں کچھ تو کرم فرمایئے

صاحب اعجاز ہیں کچھ معجزہ دکھلایئے
جو بھی ہو تقصیر مری کیجئے اس کو معاف
التجا ہے اب نہ مجھ کو اس قدر تڑپایئے
آپؐ چاہیں تو کروں میں آپ کے گھر کا طواف

روضۂ اقدس کی مجھ کو بھی زیارت ہو نصیب
خانۂ کعبہ پہنچنے کی لیاقت ہو نصیب

("چودہ طبق" ص ۶۱ نادم بلخی)

اردو میں سب سے پہلا سانیٹ اختر جونا گڈھی نے نہیں لکھا۔ ان سے قبل صوبۂ بہار کے ڈاکٹر عظیم الدین عظیم

مرحوم کا ایک سانیٹ بعنوان ''فریاد عظیم'' رسالہ نگار بزم' کلکتہ ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ حنیف کیفی نے اپنی کتاب ''اردو شاعری میں سانیٹ نگاری'' ۱۹۷۵ء میں یہ ضرور لکھا تھا کہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڈھی اردو کے پہلے سانیٹ نگار ہیں لیکن حقائق وشواہد جب منظر پر آئے تو انہوں نے اپنی دوسری کتاب کے صفحہ نمبر (۲۹) انتیس پر اس کی تردید کی اور معترف ہیں کہ ''عظیم الدین عظیم'' نہ صرف اردو کے پہلے سانیٹ نگار ہیں بلکہ انہوں نے پٹرارکی اور شیکسپیری سانیٹ کی بنیاد ڈالی ''۔۔۔انہیں اختر جونا گڈھی پر امتیاز حاصل ہے کہ اردو کے ایک بڑے شاعر ن۔م۔راشد کو اس نئے تجربے کی طرف مائل کیا (''اردو سانیٹ تعارف وانتخاب'' ص ۱۳۱ ڈاکٹر حنیف کیفی)

عنوان چشتی کے مطابق:

''۱۹۴۲ء میں شائق وارثی بریلوی کے سانیٹوں کا مجموعہ ''نغمات'' منظر پر آیا۔اس مجموعے میں ۲۷ سانیٹ ہیں یہ سانیٹوں کا پہلا مجموعہ ہے۔(اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے ۱۹۸۴ء ڈاکٹر عنوان چشتی)

'برگ نوخیز' عزیز تمنائی کے سانیٹوں کا قابل قدر مجموعہ ہے۔نعتیہ سانیٹوں کے دو مجموعے، نورالسموات ۱۹۸۹ء اور ''چودہ طبق'' (نادم بلخی) ۱۹۹۰ء منظر عام پر آئے ہیں۔اچھے سانیٹ نگاروں میں ن۔م۔راشد، سلام مچھلی شہری، احمد ندیم قاسمی، اختر ہوشیار پوری، طفیل ہوشیار پوری، تابش صدیقی اور منوہر لال ہادی کے نام بلا تکلف لئے جاسکتے ہیں۔ڈاکٹر حنیف کیفی نے اپنی تصنیف ''اردو سانیٹ تعارف وانتخاب'' میں چھپن (۵۶) سانیٹ نگاروں کے کل ایک سو اکیس (۱۲۱) سانیٹس پیش کئے ہیں جو حسب ذیل عنوانات پر مشتمل ہیں۔

(۱) پٹرارکی سانیٹ (۲) شیکسپیری سانیٹ (۳) اسپنسری سانیٹ (۴) شیرانوی سانیٹ (۵۴) اردو سانیٹ (۶) بے ضابطہ سانیٹ

میرے خیال میں اردو سانیٹ میں خود بے ضابطہ سانیٹس مل جاتے ہیں۔اس لئے اردو میں الگ سے بے ضابطگی کی سانیٹس کی مثالیں نہیں ڈھونڈنی چاہئیں۔

نورالسموات کے نعتیہ سانیٹس:

اردو شاعروں نے انگریزی سانیٹس کے فورم کو من وعن نہیں اپنایا۔چودہ مصرعوں کو قوافی کی ترتیب میں تحریفات کے ساتھ برتا گیا۔علیم صبا نویدی نے سوچا ہوگا کہ نظم اپنے انحصار کے ساتھ فکری اور لفظی توانائی کے اعتبار سے نہ صرف خوبصورت ہوگی بلکہ قبول عام کا درجہ بھی حاصل کرے گی۔اس لئے انہوں نے سانیٹ کو کبھی آٹھ اور کبھی چھ مصرعوں کے مربعوں اور مطلعوں کی صورت عطا کی۔علیم صبا کے مصرعوں کی اس تخفیف نے سانیٹ میں اک نئے تجربے کو جنم دیا۔اور ''نورالسموات'' ان کی بعض دیگر تصانیف (شعری اور نثری) کی طرح اردو کا مخرف نعتیہ سانیٹس کا پہلا مجموعہ ثابت ہوا۔ ''نورالسموات'' میں جملہ چھیتر (۷۶) سانیٹس شامل ہیں جنھیں سات شقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اطالوی (پٹرارکی) سانیٹ: (ایک مربع اور مطلع)

یہ سانیٹس اطالوی سانیٹس کے فورم سے ماخوذ ہیں جو ایک مربع اور ایک مطلع پر مشتمل ہیں۔ اس طرح کے جملہ اکتیس (۳۱) سانیٹس اس مجموعے میں شامل ہیں۔

ایک مثالیہ سانیٹ:

جلوہ فرما جب ہوئے شاہِ ھدیٰ
صورتوں میں صورتیں پیدا ہوئیں
رحمتوں پر نیتیں شیدا ہوئیں
اور منوّر ہوگئے ارض و سما

جسم کو تہذیب کی خوشبو ملی
زندگانی نور افشاں ہوگئی

(۲) دو مربعوں پر محیط اطالوی سانیٹ:

ان کی جملہ تعداد انتیس (۲۹) ہے

اک مثالیہ سانیٹ:

جب فضائے دہر رحمانی ہوئی
ذرے ذرے پر مسلط کیف تھا
تیرگی کا قتل بھی صد حیف تھا
سرحدِ ادراک نورانی ہوئی

زندگی جلوہ گہِ امکاں بنی
آدمیت کو ملی اوجِ فلک
دھندلی تقدیر نے پائی چمک
اور زمیں کی مانگ زر افشاں ہوئی

۳) دو مربعوں پر مشتمل سانیٹ:

یہ سانیٹ دو مربعوں پر محیط تو ہے مگر پہلا اور آٹھواں مصرع ہم قافیہ اور درمیانی تین مطلع ہوتے ہیں۔ اس نوعیت کے پانچ (۵) سانیٹس ملتے ہیں۔ ایک مثالیہ سانیٹ:

ہر طرف بے رنگ رشتوں کا ہجوم
قتل گاہوں میں لہو کی بارشیں
ظلمتوں میں سانس لیتی سازشیں
چارسو وحشت کی پھیلی راگنی
زندگی کے سر پہ میلی چاندنی
تیرگی کی سمت حسرت گامزن
خاک تھی پہنے ہوئے دکھ کا کفن
غم زدہ تھا منظرِ ماہ و نجوم

(۴) تین مطلعوں کے سانیٹ:

اس طرح کے صرف تین سانیٹس شامل ہیں۔ پہلے دو مصرعوں کو مربع کی صورت لکھا گیا ہے اور آخری مطلع الگ سے تحریر ہے۔ اک مثالیہ سانیٹ:

ذرے ذرے کو ملا حسن جمال دلبر
آب کوثر میں نہائے ہوئے آئے منظر
زندگی کرنے لگی ان کے ہی روضہ کا طواف
باوضو ذات ہوئی نیک ہوئے ہیں اوصاف

مدحتِ شاہِ امم کرتے ہیں اب کون و مکاں
دونوں عالم کی نگاہوں میں ہے روشن قرآں

(۵) دو مربعوں کے انوکھی ترتیب والے سانیٹ:

آٹھ مصرعوں والے دو مربعوں پر مشتمل صرف دو سانیٹس ایسے ہیں جن کا پہلا اور آخری مصرع دوسرا اور ساتواں مصرع تیسرا اور چھٹواں مصرع اور چوتھا اور پانچواں ہم قافیہ ہے۔ اک مثالیہ سانیٹ:

سلسلہ در سلسلہ پھولوں کا ناچ
سبز کھیتوں پر گھٹاؤں کا ہجوم
آبشاروں کے لبوں پر مستیاں
کوہساروں پر مچلتی سرخوشی
دور تک نورانی چادر کیف کی

سر بہ سجدہ ہو گئے سورج، سمندر، آسماں

☆

ہر شئے میں ان کی ذات کا پرنور عکس ہے
ان کے بغیر زیست کا نقشہ سیاہ ہے
ان کے بغیر منظرِ دنیا سیاہ ہے
دونوں جہاں میں ان کا ہی معمور عکس ہے

سردار کائناتؐ ہیں وہ نورِ وقت ہیں
دنیا کی روشنی ہیں زمانے کا نجت ہیں

☆

ظاہر باطن نورانی
دامن میں خوشبو انمول
ان مٹ جوہر میٹھے بول
سانسیں دھڑکن قرآنی

صورت سیرت پاکیزہ
ہونٹوں پر اللہ کا نام
رحمت برسے صبح و شام
دل، نیت ہے پاکیزہ

☆

کئی نام اس کے کئی ہیں صفات
وہ اعلیٰ نسب ہے وہ قطبِ زماںؐ
منور ہیں جس سے زمیں آسماں
وہ شاہِ رسالتؐ ہے نورِ حیات

محمدؐ میں قرآن پوشیدہ ہے

خدائی کی ہر شان پوشیدہ ہے

☆

شہنشاہِ دیںؐ کا یہ فیضان ہے
یہ سانسوں کی دھڑکن لہو کا سفر
یہ ہونٹوں کی جنبش بیاں کے گہر
محمدؐ کا ہر شئے پہ احسان ہے

محمدؐ نہ ہوتے تو ہوتے نہ ہم
نہ اظہار ہوتا نہ نقشِ قلم

☆

مجھے وقت خاک مٹائے گا
میں فقیرِ نقشِ حبیبؐ ہوں
میں دیارِ فن کا نصیب ہوں
مجھے کیسے کوئی بھلائے گا

میں نبی کے گھر کا چراغ ہوں
کھلا آسمانی دماغ ہوں

☆

علیم صبا نویدی نے مختلف تراکیب کے توسط سے حضورؐ کے القاب کو برتا ہے۔ درج ذیل القاب برجستگی کے ساتھ مستعمل ہیں۔

شاہِ ھدیٰؐ، تاجدارِ انبیاؐ، محبوبِ کبریاؐ، محبوبِ خداؐ، شہ عربؐ، شہ ہدیٰؐ، شاہِ دیںؐ، سردارِ کائناتؐ، شاہِ عربؐ، شاہِ زماںؐ، صاحب کون و مکاںؐ، شہ کون و مکاںؐ، سید لولاکؐ، شاہِ اممؐ، شہنشاہِ دیںؐ، سید البشرؐ، شہ مرسلؐ، شاہِ مدینہؐ، رحمتِ عالمؐ، سردرِ کون و مکاںؐ، شاہِ کون و مکاںؐ، شہنشاہ زمن خیر الانامؐ، قطبِ زماںؐ، تاجدارِ ارض و سماؐ، نصیبِ ارض و سماءؐ، شاہِ رسالتؐ، آفتابِ رسالتؐ، محسنِ اعظمؐ۔

بحیثیتِ مجموعی ''نور السموات'' نعتیہ سانیٹ کا مجموعہ اردو سانیٹس کے مجموعوں میں اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

علیم صبا نویدی
کی
نعتیہ شاعری

ڈاکٹر راحت سلطانہ

(پی ایچ ڈی کے مقالے کا اقتباس)

ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری

پر

ڈاکٹر راحت سلطانہ

کا

نورانی احساس

علیم صبا کا تعلق علاقہ تامل ناڈو سے ہے۔ تامل ناڈو کی ریاست ہندوستان کے نقشہ میں خلیج بنگال کے ساحل سے متصل انتہائی جنوب میں واقع ہے۔ اور بظاہر اُردو زبان و ادب کے مراکز سے کٹی ہوئی اور دور افتادہ معلوم ہوتی ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ یہ دراوڑی خاندانِ السنہ کی ایک زبان تامل بولنے والوں کی آبادی پر مشتمل ہے۔ لیکن بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ تامل زبان کے اس گلشن میں اُردو شعر و ادب کا ایک خیابان بھی جلوۂ بہار کی آماجگاہ رہا ہے۔ تامل ناڈو میں اُردو زبان اور تخلیقِ شعر و ادب کی روایات نہایت قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے۔ جس کے نقطۂ آغاز میں شاہ سلطان ثانی، شاہ عالم شغلی، شاہ مرتضیٰ گیانی اور شاہ صادق ارکاٹی وغیرہ کے نام منور و تاباں ہیں، تو بعد کے دور میں ولی ویلوری، شاہ تراب، فراقی، شاہ ابوالحسن قربی، ابجدی، باقر آگاہ، غوثی، معجز اور نامی وغیرہ کے نام روشن و درخشاں نظر آتے ہیں۔ پھر یہ سلسلہ عبدالرحمٰن شاطر مدراسی، شاکر نائطی، برتر مدراسی، پرتو مدراسی، ضو مدراسی، دانش فرازی وغیرہ تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد شعر و ادب کے اس سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی کے روپ میں علیم صبا نویدی کی شخصیت جلوہ گر ہوتی ہے۔ جو نہ صرف اُردو زبان و ادب سے بے پناہ عشق رکھتے ہیں بلکہ ایک ایسے باکمال فن کار بھی ہیں جن کی بے پناہ تخلیقی توانائی ذہنی اپج، طباعی اور ندرت

پسندی نے ادب کے مختلف شعبوں میں اپنے فکر وفن کے رخشندہ نقوش چھوڑے ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں سے اُردو میں درآمد کردہ بعض شعری ہیئتوں اور نئی اصناف سخن میں شعری مجموعہ کی تصنیف یا تالیف میں ان کے کارناموں کو اوّلیات کا درجہ حاصل ہے۔ جیسے انھوں نے اُردو میں نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ پیش کیا۔ ہائی کو اور آزاد غزل کے مجموعے مرتب کیے۔

علیم صبا نویدی ایک کثیر الابعاد تخلیق کار ہیں۔ وہ جتنے بڑے شاعر ہیں اتنے ہی بڑے نثر نگار بھی ہیں۔ تحقیق میں ان کی امعان نظر کا قائل ہونا پڑتا ہے تو تنقید میں بصیرت مندی کا۔ انہوں نے افسانے بھی لکھے' تامل ناڈو میں اُردو شعر وادب کے مختلف حوالوں سے مختلف تواریخ بھی لکھیں اور مجلاتی صحافت کی وادیٔ پرخار میں لذتِ آبلہ پائی بھی اٹھائی۔ شاعری میں غزل اور ٹیپ بند نظم جیسی روایتی اصناف کے علاوہ ہائیکو' آزاد غزل' منی نظم' سانیٹ اور نثری نظم کے مجموعے بھی دیے۔ مختلف شاعروں کے کلام کو مرتب کیا اور مختلف موضوعات پر بلند پایہ تحقیقی وتنقیدی کتابیں تصنیف کیں۔ ان سب سے قطع نظر علیم صبا نویدی کے تخلیقی جوہر کا ایک خاص پہلو ان کی نعتیہ شاعری ہے۔ علیم صبا نویدی کا تعلق ایک مذہبی اور متصوفانہ خانوادے سے ہے۔ راست یا بالواسطہ اُن کی نعتیہ شاعری پر ان کے اس خاندانی پس منظر کا گہرا اثر واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ وہ ایک سرمست مداحِ نبی ہیں۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے انہیں بے پناہ لگاؤ اور شیفتگی ہے۔ جس کی نمود ان کی نعتوں میں نظر آتی ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری نبی مکرمؐ سے ان کے عشق اور والہانہ فدائیت کا فنی اور تخلیقی اظہار ہے۔

علیم صبا نے روایتی ہیئتوں میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ لیکن ان کی جدت پسند طبیعت نے شعر کی نئی ہیئتوں اور نئی اصناف کو بھی نعتیہ جذبات کی ترسیل کا وسیلہ بنایا اور ان نئی اصناف کو نعتیہ شاعری کی فردوسی مہک سے معطر' انوار نعت سے منوّر اور نعت کی تقدیس سے ان کی فضاؤں کو مقدس بنادیا۔ یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے جس کی بدولت نعتیہ شاعری کے افق پر علیم صبا کا نام ماہِ تمام کی طرح روشن رہے گا۔

علیم صبا نویدی کی شخصیت اور ان کے فن کی مختلف جہتوں پر ملک کے ممتاز پروفیسروں اور دانشوروں نے متعدد کتابیں لکھیں اور مرتب کیں ۔ جیسے لہجہ تراش (مولانا کاظم نائیطی)' آسمانِ فن کا سفیر (ڈاکٹر نجم الہدیٰ)' نقش بند (پروفیسر سلیمان اطہر جاوید)' روشن لکیر (ڈاکٹر اختر بستوی)' خامہ در خامہ (پروفیسر محمد علی اثر) وغیرہ ۔ علیم صبا نویدی کے فن پر مختلف جامعات میں تحقیقی مقالات بھی قلمبند کیے گئے ہیں ۔ ان میں پیش نظر کتاب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا خصوصی مطالعہ کیا گیا ہے ۔ اس سے قبل علیم صبا نویدی کی نعت گوئی پر نقشِ قلم کے نام سے ایک کتاب شائع ہو چکی ہے ۔ لیکن یہ مختلف اہلِ قلم کے مضامین کا مجموعہ ہے اور اس کی اشاعت ۱۹۹۲ء کا واقعہ ہے ۔ اس کے بعد سے اب تک علیم صبا نویدی کے توسنِ فکر نے کافی مسافت طئے کی ہے ۔ اور اس کے دامن میں تخلیق و تخیل میں ہزاروں لولوئے لالہ کی تربیت ہوتی رہی ہے ۔ پیش نظر کتاب میں ڈاکٹر راحت سلطانہ نے نہایت محنت' سلیقہ اور دقیقہ سنجی کے ساتھ علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کے تمام پہلوؤں کا نہایت بسیط اور مفصل جائزہ لیا ہے ۔

علیم صاحب کی نعت گوئی کے بارے میں فاضل مصنفہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

> "علیم صبا نویدی نے نئے سلیقے اور نئے شعور کے ساتھ نعت گوئی کی ہے ۔ ان کی نعتوں میں جناب سرورِ کونینؐ کے محامد متکاثرہ' نعوتِ عالیہ اور شمائل و فضائل کے تذکار نئے اسلوب' نئے طرز احساس' نئی لفظیات اور جدید تراکیب کے ساتھ بیان ہوئے ہیں ۔ انہوں نے نعت کے آداب و حدود کی کامل پاسداری کے ساتھ اس صنف کو جدید حسیت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا ہے ۔ رسول اکرمؐ کی مدح و ستائش' تعریف و توصیف' آپ کے فضائل و کمالات اور آپؐ کی ذات اقدس سے بے پناہ عشق و وابستگی کے جذبات کی ترجمانی میں علیم صبا نویدی نے زبان و بیان کے روایتی

سانچوں سے انحراف اور گریز کرتے ہوئے زبان کے تخلیقی استعمال کا حسین اورموثر نمونہ پیش کیا ہے۔ ان کے ڈکشن کی توانائی اور موزونیت کو شمس الرحمٰن فاروقی جیسے نقاد نے بھی سراہا ہے۔''

پیش نظر کتاب بحثییت نعت گو شاعر علیم صبا نویدی کی تلاش و بازیافت اور تحسین و تعیین قدر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر راحت سلطانہ نے نہایت معروضی انداز میں علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا نہایت مبسوط اور جامع مطالعہ پیش کیا ہے۔

علیم صبا نویدی اُردو شعراء ادبا میں ایک منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان کی شخصیت اورفن پر بہت سی کتابیں تخلیق یا تالیف کی گئی ہیں جن میں مختلف جہتوں سے ان کے ادبی اورفنی اکتسابات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوا ہے نعتیہ شاعری میں ان کے فکری اورفنی کارنامے جس تفصیلی اور اختصاصی مطالعہ کے طالب تھے ڈاکٹر راحت سلطانہ نے بجاطور پر اس کمی کو محسوس کیا اور علیم صبا کی نعت گوئی کو فکر وتحقیق کا موضوع بنایا۔ پیش نظر کتاب میں انھوں نے نہ صرف صنفِ نعت میں علیم صبا کی جدتوں، ہیئتی تجربوں اور دیگر مستبدعات کا تجزیہ کیا ہے بلکہ علیم صبا کی نعتیہ شاعری میں معنی کے نئے اُفقوں کی تلاش بھی کی ہے اور گہرائی میں جا کر ان کے نعتیہ اشعار میں معانی و مفاہیم کے نئے قرائین و امکانات کو بڑی نکتہ رسی اور خوبی کے ساتھ اُجاگر کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کی شناخت اور تحسین میں دستاویزی اہمیت رکھتی ہے۔

یہ کتاب علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کی پرکھ اور پہچان پر مبنی تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ اردو میں نعتیہ شاعری کے انتقادی سرمایہ میں ایک وقیع اور بیش بہا اضافہ بھی ہے۔

علیم صبا نویدی
کی
نعتیہ شاعری

اب تک علیم صبا نویدی کی شاعری کے پندرہ مجموعے منظر عام پر آئے ہیں۔ اور کم وبیش ہر مجموعہ کا آغاز حمد ونعت سے ہوتا ہے ان مجموعہ ہائے کلام میں سے درج ذیل نعتیہ شاعری پر مشتمل ہیں:

(۱)''مراۃ النور'' (۲)''نورالسموٰات'' (۳)''ن''

علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کے فنی امتیازات اور فطری گوشوں پر روشنی ڈالنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نعتیہ مجموعوں کا سرسری تعارف کروایا جائے۔

مراۃ النور: یہ علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا اولین مجموعہ ہے۔ جو کراؤن سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اصل کتاب کے ساتھ ڈاکٹر نجم الہدیٰ اور ڈاکٹر سید حامد حسین کی تقریظات بھی شامل ہیں جو عام روش کے برخلاف کتاب کے آخری میں ''عکس اول''(صفحہ ۷۱ تا ۸۱) اور ''عکس دوم'' (صفحہ ۸۲ تا ۸۷) کے عناوین کے تحت درج کی گئیں ہیں۔ ان کے علاوہ ''عکس آخر'' (صفحہ ۸۸ تا ۹۰) کے عنوان سے خود مصنف نے اپنی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے (صفحہ ۹۰ تا ۹۳) تک تین حمدیں درج کی گئیں ہیں۔ جن میں سے ابتدائی دو غزل کی ہئیت میں ہیں اور آخری آزاد نظم کی شکل میں۔ آخری تین صفحوں (۹۴ تا ۹۶) پر ان کی تین کتابوں ''آسمان فن کا سفیر''۔ ''لہجہ تراش'' اور ''نقش بند'' کی تفصیل مندرج ہے۔

پیش نظر کتاب علیم صبا نویدی کی ستاون نعتوں کا احاطہ کرتی ہے۔ ایک نعت جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

ذکر شہِ مدینہ میری ذات کا سفر اک آئینہ صفت سے ملاقات کا سفر

سہواً دو مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ صفحہ ۶۴ پر اور دوسری بار صفحہ ۶۷ پر۔ ہر صفحہ پر ایک نعت کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن کہیں کہیں طویل نعتوں کی صورت میں چند

اشعار دوسرے صفحے پر بھی رقم کیے گئے ہیں۔ آخر میں دو سلام تحریر کیے گئے ہیں۔

''مراۃ النور'' کو علیم صبا نویدی نے اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ قدسی شاہ مولانا اسمٰعیل رفیعی کے نام معنون کیا ہے۔ اس مجموعے کی انفرادیت یہ ہے کہ مصنف نے اس کی ابتداء درود وسلام کے نذرانے سے کی ہے۔ کامل ایک صفحہ پر خط جلی میں تسمیہ اور درود شریف رقم ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o

نور السمٰوات: پیش نظر کتاب علیم صبا نویدی کا وہ شاہکار ہے جسے بلا خوف تردید اردو میں نعتیہ سانیٹ کا نقش اول کہا جاسکتا ہے۔ اس سے قبل اردو زبان میں نعتیہ سانیٹ پر مبنی کوئی مجموعہ منظر عام پر نہیں آیا۔ ڈیمیائی سائز کے ۸۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب جنوری ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ناشر خود علیم صبا نویدی ہیں اس میں سانیٹ کی ہیئت میں کل ۳۷ نعتیں اور ایک سلام شامل ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل شعر بہ شکل انتساب رقم کیا گیا ہے ؎

محمدؐ نہ ہوتے تو ہوتے نہ ہم   نہ اظہار ہوتا نہ نقش قلم

علیم صبا نویدی کی دیگر تصانیف کے برعکس ''نور السمٰوات'' میں نقاد کا مضمون یا رائے شامل نہیں ہے۔ البتہ کتاب کی پشت پر ڈاکٹر گیان چند جین کے تاثرات تحریر ہیں۔

''ن'' : یہ کتاب علیم صبا نویدی کا تیسرا مجموعۂ نعت ہے۔ جسے پروفیسر محبوب پاشا مدراسی نے اپریل ۱۹۹۰ء میں مرتب کرکے کتب خانہ عزیزیہ دہلی کے زیر اہتمام شائع کیا ''ن'' میں علامہ ماجد الباقری' جناب صبا اکرام' ڈاکٹر راہی فدائی' ڈاکٹر طلحہ رضوی برق' ڈاکٹر علیم اللہ حالی' ڈاکٹر محمد ولی الحق انصاری' حکیم سید افسر پاشا' ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید' جناب میر محمود حسین اور پروفیسر عتیق احمد صدیقی کے تاثرات بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب ڈیمائی سائز کے ۸۸ صفحات پر محیط ہے۔ اس مجموعہ میں غزل کی ہیئت میں ایک حمد' ۵۱ نعتیں اور دو سلام شامل ہیں۔ ۳۳ نعتیں پانچ یا پانچ سے زیادہ اشعار پر پھیلی ہوئی ہیں۔ سات نعتیں چار اشعار پر محیط ہیں اور بارہ نعتیں تین تین اشعار پر مشتمل ہیں۔ انتساب کے صفحہ پر یہ حدیث شریف مندرج ہے۔

اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

صفحہ۴ پر درج ذیل اشعار رقم کیے گئے ہیں ۔

مبارک باشد وباشد مبارک   بحق ن ویٰسین وتبارک

طٰہٰ ون آپ ہیں یٰسین آپ ہیں   خلاق کی کتاب مصوّر رسول پاکؐ

زیر نظر مجموعہ کلام کے عنوان (ن) کے بارے میں ڈاکٹر راہی فدائی نے لکھا ہے کہ

"جناب علیم صبانویدی کا پیش نظر مجموعہ (ن) ہے جو دراصل قرآن شریف کے دو حروف مقطعات میں سے ایک ہے جس کی صحیح مراد بقول جمہور مفسرین اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔مگر بعض صوفیا کے نزدیک یہ حرف حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نورانی کی علامت ہے۔ گویا "ن" لفظ نور کا مققف ہے اس حیثیت سے "ن" نعتیہ مجموعہ کے لیے بہت ہی خوبصورت اور موزوں نام ہے"(۱)۔

اس کتاب کے مرتب پروفیسر محبوب پاشاہ نے "عرض مرتب" کے عنوان سے علیم صبا نویدی کے خاندان' ان کی ادبی شخصیت اور نعتیہ شاعری کے بارے میں دوصفحوں میں اظہار خیال کیا ہے۔

اردو شاعری کے دکنی دور سے عہد حاضر تک متعدد شاعروں نے صنف غزل میں اپنی شعری صلاحیتوں کا بے پناہ مظاہرہ کیا۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ نہ صرف اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہے بلکہ وہ پہلا نعت گو بھی ہے جس نے غزل کی ہیئت میں سب سے پہلے طبع آزمائی کی۔ محمد قلی سے علیم صبا نویدی تک بے شمار شاعروں نے صنف غزل میں نعتیں کہی ہیں۔ عہد حاضر کے نعت گوشاعروں میں شاید ہی کوئی شاعر ایسا ملے گا جس نے مدحت رسول کے لیے غزل کی ہیئت کو نہ اپنایا ہو۔

علیم صبا نویدی عصر جدید کے ایک ممتاز غزل گو شاعر ہیں جنہوں نے دیگر اصناف شعر کے ساتھ ساتھ غزل کی ساخت میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل بھی کہا گیا ہے غزل کی ہیئت میں ان کی نعتوں کے دو مجموعے منظر عام پر آئے وہ اس امر سے خوب واقف ہیں۔ کہ غزل کے اشعار میں دل کا معاملہ جس انداز میں کھل کر سامنے آتا ہے اس قدر سلاست روانی اور موثر انداز میں دوسری اصناف میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یوں بھی دل کے معاملے غزل کی زبان میں زیادہ کھلتے ہیں۔ علیم صبا نویدی نے غزل کے فارم میں نعتیں کہہ کر گویا ان تمام شعراء کا اتباع کیا ہے۔ جن میں سے سعدی سے لے کر امجد حیدر آبادی تک کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں۔ صبا اکرام نے علیم صبا نویدی کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے غزل کے فارم کی افادیت یوں بیان کی ہے۔

''چونکہ نعتیں کہنے کا رواج زیادہ تر غزل کے فارم میں ہے۔ لہٰذا کچھ نعت کہنے والے شعراء نے رسول اللہ کو اپنی نعتوں میں غزل کے محبوب کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔ اور اب بھی اس طرح پیش کر رہے ہیں۔ مگر علیم صبا نویدی کو یہ معلوم ہے ؏

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

اسی لیے وہ محبوب حقیقی کے عشق میں دیوانہ ہو کر ''آپ'' کی حد سے نکل کر ''تم'' اور پھر ''تم'' کی فصیل عبور کر کے ''تو'' کی حدوں میں داخل ہو جانے کو جائز سمجھتا ہے۔ مگر عشق رسولؐ میں وہ اس قدر دیوانگی کا قائل نہیں جو جوش کا دامن ہاتھ سے چھڑا دے اور پھر توحید خالص کی نفی اور رسول اللہ کی توہین کے ارتکاب کا اہتمام پیدا ہو جائے'' (۷)۔

علیم صبا نویدی کے شاعری کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ انہوں نے ہماری کلاسیکی شاعری کا انہماک اور توجہ سے مطالعہ کیا ہے۔ شاعری کی متعدد ہیئتوں میں نعت شریف کہنے کے باوجود غزل کی صنف پر ان کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ ان کی پُر گوئی اور قادر الکلامی کا یہ حال ہے کہ ایک ہی نشست میں بلا تکلف کئی نعتیں لکھ دیتے ہیں۔ متعدد نقادوں نے

ان کی طبع رواں، قدرت بیان اور روایات کے احترام کا تذکرہ کیا ہے۔
ڈاکٹر علیم اللہ حالی لکھتے ہیں:

"علیم صبا نویدی کی طبع رواں پتھر کو بھی پانی کر دیتی ہے وہ مشکل زمینوں اور دشوار قوافی وردیف نیز جدید تر ترکیبوں اور فقروں کو بھی اس طرح رام کر لیتے ہیں کہ ان سے اپنا مافی الضمیر بظاہر بڑی آسانی سے ادا کر دیتے ہیں۔ ان کی اس قدرت کا اظہار ان کی نعتیہ شاعری میں کچھ زیادہ ہی نمایاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جذبے کی بے ساختگی اور محویت الفاظ و بیان کے وسیلے سے بغاوت کر کے از خود سرحد اظہار میں آنے کے لیے بے تاب رہتی ہے" (۸)۔

سلیمان اطہر جاوید لکھتے ہیں:

"علیم صبا نویدی، جدید شعری رجحانات سے متاثر ہیں۔ مغربی اور جدید اصناف سخن سے ان کی دلچسپی کے باعث ممکن ہے کہ یہ تاثر قائم ہوتا ہو کہ وہ روایات کا استرداد کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت ایسی نہیں ہے قطع نظر اس کے انہوں نے موضوع اور ہیئت ہر دو اعتبارات سے نعت شریف جیسی صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے یہاں ماضی کے ہمارے ادبی ورثے کی پاس داری بہت زیادہ ملتی ہے۔ روایات کا احترام اور کلاسیکی اقدار کا پرچار جیسا کہ علیم کے ہاں ملتا ہے ان کے بہت کم ہم عصر اس دولت بیدار کے حامل ہیں" (۹)۔

ڈاکٹر سید حامد حسین رقمطراز ہیں:

''علیم صبا نویدی جدید دور کے شاعر ہیں اور انہوں نے فکری و ہیئتی تجربات کو قبول بھی کیا ہے اور برتا بھی ہے لیکن اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ اپنی توانائی' سیلاب کے ساتھ بہہ کرنہیں حاصل کرتے۔ اس کا منبع خود ان کا ذوق شناوری ہے۔ بلکہ مجھے تو ایسا لگا کہ آزادغزل' نثری نظم' ہائیکو اور دوسرے طرح طرح کے تجربے کرنے والا یہ شاعر روایات کی مستحکم چٹان پر اپنے قدم جمائے ہوئے ہے۔ اور تجربہ اسے ٹوٹ کر سیلاب کے ساتھ بہہ نکلنے پر آمادہ نہیں کرتا بلکہ شجر کے ساتھ پیوست رہ کر امید بہار رکھنے کے جذبے کو اپنے تخلیقی عمل کا بنیادی اصول سمجھنے پر مائل کرتا ہے''(۱۰)۔

غزلیہ شاعری کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ شعراء نے اس صنف شعر میں تشبیہ و استعارہ' اشارہ وکنایہ' رمزوایماء اور ایجاز و اختصار سے بھر پور استفادہ کیا ہے علیم صبا نویدی نے بھی اپنے نعتیہ کلام میں صنف غزل کی ان خصوصیات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور دومصرعوں میں ایک داستان نظم کردی ہے ؎

اسرار دوجہاں کا مقدر رسول پاک — رعنائی حیات کا مظہر رسول پاک

نبوت کا سورج ہوا جب طلوع — شب کفر کی دھجیاں ہر طرف

جب محمد کا نظارہ ہوگیا — آسماں والا ہمارا ہوگیا

غزل کی ہیئت میں انہوں نے بعض مضامین اس قدر اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ انہیں موضوعات کو سانیٹ کے فارم میں پھیلا کر پیش کرنے کے باوجود وہ بات پیدا نہ ہوسکی۔ صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں ؎

سمندر غیر سنجیدہ تھا موجیں جاہلانہ تھیں — ہر ایک شئے کی طبیعت میں سکون و دلکشی آئی

یہی خیال سانیٹ کی ہیئت میں کچھ اس طرح پیش کیا ہے ؎

زندگانی دھوپ کے صحرا کا سفر کرتی رہی
ہر نفس درد کا زہریلا سماں دور تلک
جلتی تہذیب کا خاموش دھواں دور تلک
رہزنی، قتل، تباہی نے سکوں چھین لیا
وقت کی ڈستی سیاہی نے سکوں چھین لیا

آنکھ روتی رہی روتی رہی آنسو کے بغیر
پھول کھلتے رہے کھلتے رہے خوشبو کے بغیر

زیست بے نور فضاؤں میں بسر ہوتی رہی
کس نے بدلا ہے نصیبوں کا لکھا یاد کرو

زیست کو زیست کا رنگ کس نے دیا کون تھا وہ
رحمت ارض وسما کون بنا، یاد کرو

جس کے آتے ہی تباہی کا سفر ختم ہوا
کفر وباطل کا خطرناک اثر ختم ہوا(۱۱)

ہر طرف بے رنگ رشتوں کا ہجوم
قتل گاہوں میں لہو کی بارشیں
ظلمتوں میں سانس لیتی سازشیں
چارسو وحشت کی پھیلی راگنی
زندگی کے سر پہ میلی چاندنی
تیرگی کی سخت حسرت گامزن
خاک تھی پہنے ہوئے دکھ کا کفن
غم زدہ تھا منظر ماہ و نجوم

....

آخرش نور زماں پیدا ہوئے
رشتے ناتوں میں تجلی آگئی
دامن دل میں تسلی آگئی
سرور کون و مکاں پیدا ہوئے

....

زندگی روشن معطر ہوگئی
نیک لمحوں کا مقدر ہوگئی

بعض نعتوں میں علیم صبا نویدی نے چھوٹی اور مترنم بحروں کا استعمال کر کے نغمگی اور موسیقیت کا جادو جگانے کی کوشش کی ہے۔

جب بھی ذکر رسول ہوتا ہے　　حق کی شان نزول ہوتا ہے

جذبہ عشق محمدؐ کا اجالا دل میں دو جہانوں کا سکون نور کا ہالا دل میں
دیدہ و دل میں منور ہیں نبی آئینہ دار مقدر ہیں نبی
شہنشاہ کون ومکاں ہر طرف منور زمیں آسماں ہر طرف

چھوٹی بحروں میں علیم صبا نویدی کی تراشی ہوئی ترکیبیں ان کے ذہن وفکر کی خلاقیت کی دلیل ہیں ؎

مصطفائی نکہتوں سے ہر فضا رحمتوں کی راج دھانی ہوگئی
چارسو نور درود مصطفیٰ پھیلا یوں محفل سہانی ہوگئی
نصیب صبح بہاراں کا رنگ وبو تم ہو صبائے گلشن ہستی کی جستجو تم ہو
ان کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے نکہت ونور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے
خشک بادل کو۔ میسر کب ہوا مصطفائی نوری برگد کا طواف
جذبہ عشق محمد کا اجالا دل میں دونوں عالم کا سکوں نور کا ہالا دل میں
آرزو نکلی ہے کرنے کو صبا رحمتوں کی پاک سرحد کا طواف
چومنے پاؤں شاہ طیبہ کے چاندنی کا جلوس اترا ہے
درود مصطفیٰ کا نور پھیلا فضا میں لطف رحمانی ہے دیکھو
جلوس نور اترا ہے زمیں پر یہ کس کی مہربانی چار سو ہے

مذکورہ بالا اشعار میں ان ترکیبوں اور فقروں سے شعر کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔ مصطفائی نکہتیں۔ نصیب صبح بہاراں۔ صبائے گلشن ہستی۔ نکہت ونور میں ڈوبے ہوئے منظر۔ جلوس نور۔ رحمتوں کی پاک سرحد۔ مصطفائی نوری برگد۔ جذبہ عشق احمد کا اجالا۔ چاندنی کا جلوس۔ درود مصطفیٰ کا نور۔

نعتیہ غزلوں میں علیم صبا نویدی حسب موقع ہندی کے سبک اور رواں الفاظ کا استعمال بھی کرتے ہیں۔

چارسو وحشت کی پھیلی راگنی رحمتوں کی راجدھانی ہوگئی
من مندر میں روشن آپ میرا مکھ میں درپن آپ
فکروفن کا پیکر میں اور اس کے ہیں جوبن آپ
بھاگ نس نس کا نورآور ہے دفن قتل وظلم کی گھاتیں ہوئیں

علیم صبا نویدی نے نعتیہ شاعری کے لیے جب سانیٹ کی ہیئت کو اختیار کیا تو بحمد اللہ تعالٰی اتنے سانیٹ لکھے کہ ایک کتاب ہی بن گئی جو ''نورالسموات'' کے نام سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ علیم صبا نویدی کے سانیٹ کا پہلا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ اردو میں نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ بھی ہے۔ یہ ان کا ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس کی نظیر شاید ہی ملے۔

اردو میں یوں تو اطالوی، انگریزی اور اسپنسری تینوں ہیئتوں میں سانیٹ کے نمونے ملتے ہیں۔لیکن بیشتر شعراء نے مروجہ ہیئتوں میں قدرے ترمیم کے ساتھ تین مربعوں، اور ایک مطلع کی شکل (اب اب ۔ ج دج د۔ ھ وھ و۔زز) میں طبع آزمائی کی ہے علیم صبا نے بھی زیادہ تر اسی شکل میں نعتیہ سانیٹ لکھے ہیں۔ ان کے مجموعہ نعت ''نورالسمٰوات'' میں جملہ ۳۶ سانیٹ ہیں جن میں سے ۲۷ اسی ہیئت میں ہیں نموناً ایک سانیٹ ملاحظہ کیجیے ؎

جلوس نکلا ہے قرآنی آیتوں کا یہاں
ہر ایک ذرے پہ احمدؐ کا نور چھایا ہے

ہر ایک شئے پہ نئی رحمتوں کا سایا ہے
کہ کفر ٹوٹا ہے میلی روایتوں کا یہاں
عبادتوں کی تجلی دلوں میں جاگ گئی
نقوش مٹ گئے افکار کے زمانے سے
نصیب مہکے ہیں انوار کے خزانے سے
تباہی اوڑھے کفن ہر طرف سے بھاگ گئی

اندھیرا اپنے مقدر پہ رو پڑا ہر سو
خموشیوں کی حکومت ہوئی زوال پذیر
خزاں کا دور سراپا ہوا سیہ تقدیر
کہ ساری دھرتی کا نقشہ بدل گیا ہر سو
مقام ہو سے پیمبر وجود میں آیا
دل ونگاہ کا منبع شہود میں آیا

(نورالسموات۔ص۱۶۔۱۷)

اس ہیئت کے علاوہ علیم صبا نے اپنی اختراع پسند طبیعت سے کام لیتے ہوئے سانیٹ کی ہیئت میں تغیر اور تبدل سے بھی کام لیا ہے" نورالسموات" میں ۳۶ سانٹوں میں سے ۹ ایک مثمن ایک مربع اور ایک مطلع کی ساخت میں کہے ہیں۔ جس کی شکل کچھ اس طرح ہے۔ (اب ج د د ج ب ا۔ ھ و و ھ۔ ز ز) مثال کے طور پر درج ذیل سانیٹ دیکھئے۔

سلسلہ در سلسلہ پھولوں کا ناچ
سبز کھیتوں پر گھٹاؤں کا ہجوم
آبشاروں کے لبوں پر مستیاں
کوہساروں پر مچلتی سرخوشی

دور تک نورانی چادر کیف کی
نکہت و نغمہ کی دلکش وادیاں
رحمت حق کی فضاؤں میں ہے دھوم
مصطفائی نور کا ہر سمت راج

شان احمد میں خدائی دیکھیے
ذرہ ذرہ تاجدارِ نور ہے
باغِ دنیا سرخوشی میں چور ہے
رب عالم کی بڑائی دیکھیے
آئینہ در آئینہ عالم تمام
شاہد کون ومکاں خیرالانا

(نورالسمٰوات ص۶۶۔۶۷)

سانیٹ کی ہیئت میں علیم صبا نے بڑی خوبصورت نظمیں لکھی ہیں۔ ان نظموں کو پڑھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی قصیدہ کا مطالعہ کررہے ہیں۔ اس کے ابتدائی اشعار میں شاعر نے قصیدہ کی تشبیب کی طرح بعثت رسولؐ سے پہلے عہد جاہلیت کے حالات بیان کرتا ہے۔ اور پھر اس مضمون سے گریز کر کے حضور اکرمؐ کی مدح وثنا آپ کی ولادت باسعادت اور عالم انسانی پر آپ کے احسانات کا تذکرہ بڑے دلکش اور موثر پیرائے میں کیا ہے ؎

رنج و غم کی حکومتوں کا نزول
چارسو سربلند نفرت تھی
بدنما زندگی کی صورت تھی
آدمی آدمی کا دشمن تھا

جسم ٹوٹا ہوا سادر پن تھا
نیکیاں دفن ہوگئی تھیں کہیں
زخم خوردہ سسک رہی تھی زمیں
آسماں، چاند آفتاب ملول

نوری پیکر وجود میں آیا
رنج وغم کا سفر تمام ہوا
زندگانی کا نیک نام ہوا
دینِ احمدؐ شہود میں آیا
رنگ انسانیت کا پھیل گیا
نور رحمانیت کا پھیل گیا

نور السمٰوات میں بعض ایسی منفرد، انوکھی اور تازہ بہ تازہ لفظی صناعتیں اور تراکیب نظر آتی ہیں جن سے اردو ادب آشنا نہ تھا۔ بہ الفاظ دیگر یہ تراکیب علیم صبا سے شروع ہو کر انہیں پر ختم ہوجاتی ہیں۔ علیم صبا نویدی کی تراشی ہوئی یہ تراکیب اظہار کے قرینوں میں انمول اضافہ ہیں۔ کسی شاعر نے نعتیہ شاعری میں اس طرح کی لفظیات اور تراکیب کے استعمال کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہوگا۔ قاری اس طرح کی تراکیب کو پڑھ کر چونکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چند اشعار دیکھئے۔

انگلیاں ذکر محمدؐ میں ہیں مشغول میری پیاسی آنکھوں کو ہے انوار مدینہ کی تلاش

ذکر محمدؐ میں انگلیوں کا مشغول ہونا نئی بات ہے کیوں کہ آج تک ذکر کے لیے زبان، لب یا دل کی نسبتیں بیان ہوتی تھیں۔ انگلیوں کا ذکر کرنا شاعر کے نزدیک ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں ایک عاشق رسول آنحضرتؐ کو انگلیوں پر گن گن کر یاد کرتا ہے۔

سید البشر کا یہ فیض رحمتی نکلا　　　　آمد شہ مرسل کتنا برکتی نکلا

اس شعر میں لفظ رحمت سے رحمتی اور برکت سے برکتی علیم صبا نویدی کی دین ہے۔ اردو زبان و ادب میں برکت اور رحمت سالم ملتے ہیں۔ یائے نسبتی کے ساتھ نہیں۔ اس شعر میں علیم صبا نویدی نے آمد کو بجائے مونث کے مذکر باندھ کر اجتہاد کا ثبوت دیا ہے۔

پاک ہوگئے رشتے ہوگئے روشن　　　　دن ہوگئی ظلمت بیوہ ہوگئی الجھن

الجھن کا بیوہ ہونا ایک ایسی ترکیب ہے۔ جسے شاعری میں روانی کے ساتھ استعمال کرنے کا سہرا بھی علیم صبا نویدی کے آفاق گیر تخیل کے سر جاتا ہے۔

نیم وحشی راہوں پر' نور کی کرن پھیلی　　　　زندگی نے کروٹ لی' نیک ہوگئے جلوے

نیم وحشی راہیں اور نیک لمحے علیم صبا نویدی کی تخلیقی اپج کے ایسے نادر نمونے ہیں جن کی اس سے قبل مثال ملنی مشکل ہے۔

احساس چاک چاک تھا' جذبہ سیاہ فام　　　　قاتل بنا ہوا تھا' تمنا کا ہر قدم
دل کی سیاہیوں میں تھا ایک لشکر ستم　　　　سونی نظر تھی' اجڑی ہوئی خواہشیں تمام

یہ مکمل بند ایک تاریخ کا مظہر ہے۔ جس میں کفر والحاد بے راہ روی اور غیر انسانی روش کے نقوش ملتے ہیں۔ علیم صبا نویدی نے انوکھی اور بے نظیر تراکیب سے اپنے قارئین کو چونکا دیا ہے۔ چنانچہ احساس کا چاک چاک ہونا جذبہ سیاہ فام' دل کی سیاہی کے بجائے دل کی سیاہیوں وغیرہ ترکیبیں' عروق اردو میں تازہ لہو کی حیثیت رکھتی ہیں علیم صبا نویدی کے سانیٹ کے مجموعے ''نور السمٰوات'' پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند نے لکھا ہے:

> ''اس مجموعے کی ہر نظم ایسی پختہ کار اور شعری خوبیوں سے مالا مال ہے کہ باج اعتراف طلب کرتی ہے۔ جیسا ارفع موضوع ہے شاعر نے اسے اس کے شایان شان طریقے سے نباہا ہے۔ ان کی نظموں کو پڑھ کر ہر مشکک کے آئینہ قلب سے زنگ دور ہونے لگے گا'' (۱۹)۔

نعتیہ سانیٹ نگار کی حیثیت سے علیم صبا نویدی نے اپنی بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں اور قادر الکلامی کا مظاہرہ کیا۔

علیم صبا نویدی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام کہہ کر اپنی محبت کا ثبوت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان کے سلاموں میں حبیب کبریاؐ کی سیرت مبارکہ، آپ کی صفت وثنا، آپؐ کے اخلاق حمیدہ، صداقت امانت، سخاوت اور رحمت وغیرہ کی ستائش، آپ کے فیضان، بنی نوع انسان پر آپ کے احسانات کا تذکرہ کیا ہے۔

علیم صبا نویدی نے سلام کی روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ اسے جدید عہد کے فکری و تخلیقی تقاضوں سے بھی ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو ان کا ایک ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ ان کے سلام عقیدت واحترام۔ اخلاص و وابستگی، فنی وفکری اپج اور عصری حسیت کا حسین اور دلآویز امتزاج پیش کرتے ہیں۔ ان کے مجموعہ ہائے نعت میں چار سلام موجود ہیں۔ جن میں مذکورہ بالا دونوں انداز کے سلام رقم کیے گئے ہیں۔ ان میں سے تین غزل کے فارم میں اور ایک سانیٹ کی ہیئت میں ہے چند شعر ملاحظہ کیجیے۔

(۱)

سلام حق کے پیمبر پہ ہے سلام مرا
سراپا نقش منور پہ ہے سلام مرا

ہر ایک دل ہوا سیراب جس سمندر سے
وہ برکتوں کے سمندر پہ ہے سلام مرا

وہ آئینہ ہے سراپا وہ آئینہ حق کا
وہ آبگینۂ جوہر پہ ہے سلام مرا

وہ جن کے نام سے دنیا و دیں ہوئے روشن
وہ دوجہاں کے مقدر پہ ہے سلام مرا

صبا نویدی وہ خیر الامم ہیں خیر بشر
وہ امتوں کے گل تر پہ ہے سلام مرا

(مراۃ النور ص ۷۰)

(۲)

اس شہنشاہ عرب دین کے رہبر پہ سلام
سرورکون ومکاں ' نور کے پیکر پہ سلام

ذرے ذرے میں ہیں اب جلوہ فگن آپ ہی آپ
آپ کے لطف وعنایات کے جوہر پہ سلام

ہر سو کونین میں پھیلی ہے تجلی خوشبو
آپ کے روئے منور پہ' معطر پہ سلام

جھک گئی ہیں مری سانسیں بھی نویدی باادب
شاہ مکہ پہ' مدینہ کے پیمبر پہ سلام

(مراۃ النور ص ۶۹)

(۳)

عاشق کبریا سلام علیک
سید الانبیاء سلام علیک

نور اول ہیں نور آخر آپ
شمع نور ہدیٰ سلام علیک

رہبر دین ' رہبر دنیا
احمد مجتبیٰ سلام علیک

آپ کی کل صفات نورانی
عکس ذات خدا سلام علیک

سرجھکا ہے صبا نویدی کا
یا شفیع الوریٰ سلام علیک

(''ن'' ص ۵۸)

(۴)

سلام اُن پہ جو کون ومکاں کا نور بنے
سلام اُنؐ پہ جو منبع ہیں زندگانی کا

سلام ان پہ جو ماخذ ہیں شادمانی کا
سلام ان پہ جو مخزن ہیں لطف ورحمت کا

سلام ان پہ جو جسم وجاں کا نور بنے
سلام ان پہ جو گوہر ہیں نیک نامی کا

سلام ان پہ جو جوہر ہیں خوش کلامی کا
سلام ان پہ جو خورشید ہیں نبوت کا

سلام ان پہ جو ایماں کی تجلی ہیں
دل و نگاہ کی، کونین کی تسلی ہیں
سلام ان پہ جو آئینہ ہیں خدائی کا
جمالِ ذاتِ مقدس کی رونمائی کا
سلام ان پہ جو محبوب رب عالم ہیں
سلام ان پہ جو بعد خدا، معظم ہیں

(نور السموات ص ۷۸۔۷۹)

۳۔ اس میں بھی مقطع ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے۔

۴۔ اس میں بھی قوافی وردیف کی ''جھنکار'' اسی طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح پابند غزل میں

۵۔ اس میں بھی ہر شعر علاحدہ اکائی ہوتا ہے۔ یعنی مضمون ومطلب کے اعتبار سے اپنی جگہ مکمل۔

۶۔ پابند غزل ہی کی طرح اس میں بھی اشعار کی تعداد کی کوئی قید نہیں۔

۷۔ مسلسل غزل کی طرح مسلسل آزاد غزل بھی ہوسکتی ہے۔ اگر مسلسل غزل کو نظم کا نام دیا جاسکتا ہے تو مسلسل آزاد غزل کو بھی آزاد نظم کہنے میں کوئی قباحت نہیں۔

۸۔ آزاد غزل میں بھی اسی نوعیت کے مضامین اور خیالات نظم کیے جاتے ہیں یا کیے جاسکتے ہیں۔ جس طرح کے پابند غزل میں۔ یعنی عاشقانہ، فاسقانہ، فلسفیانہ، ترقی پسندانہ وغیرہ وغیرہ (۴۰)۔

ہے صبا اور کس کی تمہیں جستجو، لو وہ دیکھو اُدھر سوئے خیر الامم
آرزوؤں کی منزل قریب آ گئی (۴۱)

علیم صبا نویدی نے بھی اردو کی نعتیہ شاعری کو اپنے بعض نظریات و تصورات سے مالا مال کیا ہے۔ ان کا یہ کارنامہ اردو نعت میں ایک تازہ اور خوشگوار فکری اضافہ ہے۔ جس کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی فن پارے میں کسی فن کار کا اصل کارنامہ یہی ہوتا ہے کہ اس نے اپنی تخلیق سے اس فن میں کیا اضافہ کیا۔ اس معیار سے اگر علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے بعض افکار و تصورات سے نعتیہ شاعری کو مالا مال کیا ہے۔ ان کی شاعری کی بھرپور تفہیم اور اس سے صحیح طور پر لطف اندوز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کے اس نوع کے خاص فکری اشاروں اور نظریات و تصورات کی نشاندہی اور تفصیلی پس منظر سے واقف ہوں۔ ذیل میں علیم صبا نویدی کے فکری گوشوں اور کلیدی تصورات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نور یزدانی: علیم صبا نویدی کی نعتیہ فکر میں ذات رسول اقدس محض ایک شخص یا شخصیت نہیں، آپ کا وجود کلیتاً نور کی تجسیم ہے۔ یہ نور مادی نور سے مماثلت نہیں رکھتا بلکہ اس نور کا سرچشمہ خود خدائے قدوس کی ذات پاک ہے۔ جب آپ کا ظہور فرش زمین پر ہوا تو یہی نور حجاب خاک میں جلوہ افروز ہوا۔ آپ کا جسم اطہر بھی اسی نور سے منور رہا۔

جمال نور یزدانی ہے دیکھو نظر ڈالو تو روئے مصطفیٰ پر

آپ کی ذات اقدس عالم خاکی میں بھی مجسم نور رہی لیکن اس نور کی تشبیہ کائنات کی کسی بھی روشنی سے نہیں دی جاسکتی۔ علیم صبا نویدی کی پرواز فکر نے رسول اکرم کی ذات کو "نور حق کا مصحف" ٹھہرایا۔ قرآن حکیم کلام خدا ہے جو آپ کے ذریعے عالم انسانی تک پہنچا۔ اور قرآن ہی تمام انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ یہ ہدایت خود ایک نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے علیم صبا نویدی کہتے ہیں۔

نظر آیات قرآنی ہے دیکھو وہ نور حق کا مصحف ہیں سراپا

کائنات کا نور: خدا محض کرۂ ارض اور انسانوں کا ہی خالق نہیں بلکہ وہ کئی عالمین کا رب اور خالق ہے۔ وہ عالمین بھی جو انسان کی نظر کے سامنے ہیں اور وہ بھی جو انسان نگاہ سے

مخفی ہیں۔ انہیں میں ارض وسما کے سات سات طبقات بھی شامل ہیں۔ خدا کی ذات ان عالمین کے ظہور سے پہلے بھی اکمل تھی۔ لیکن عالمین کی تخلیق کا واحد مقصد حضور کو عالم کون ومکاں کا مالک بنانا تھا۔

ساتوں عالم ہیں شہنشاہ عرب کا صدقہ　　　صاحب کون ومکاں امی لقب کا صدقہ

عالمین کی تخلیق سے پہلے رسول اکرم کا نور، نور خداوندی سے جداگانہ نہیں تھا۔ خدا نے عالمین کی تخلیق آپؐ کے نور سے کی اور آپؐ ہی کے نور سے تمام عالمین منور ہوئے:

نور تھا نور میں وہ پوشیدہ/ اس سے پہلے نہیں تھا کچھ بھی یہاں/ کارنامہ تھا اس کا نادیدہ

چونکہ آپ ہی کے نور سے تمام عالمین کا خلق ہوا۔ اس لیے صرف آپؐ ہی ان کے اسرار و رموز سے واقف ہوئے:

نور ارض وسمامہ کامل/ واقفِ رازِ جوہر کونین/ شاہ کون ومکاں عرب کا دل

اسرار دوجہاں کا مقدر رسول پاک　　　دانائی حیات کا مظہر رسول پاک

آپؐ کے نور کی کارفرمائی کونین کی تخلیق تک ہی محدود نہیں بلکہ ان کا وجود بھی آپ ہی کی ذات پاکؐ پر قائم ہے اور تا قیام قیامت قائم رہے گا۔

آپؐ ہی آپؐ اول وآخر/ آپ کا فیض روز محشر تک/ آپ کا نور ساتوں عالم پر

ساری کائناتیں خدا نے آپ کے طفیل خلق کیں اور اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے افضل و برتر مخلوق ہونے کا شرف عطا کیا۔ لیکن انسان کو مادی دنیا کی چکا چوند نے الوہیت کے راستے سے گمراہ کر کے اسے نفسانی خواہشات کے دلدل میں پھنسا دیا۔ گویا انسان کی روحانی تجلی مادے کے ظلمات میں مستور ہوگئی۔ نبی اکرمؐ کی نورانی ہدایات نے بھی انسان کو ان ظلمات سے نکال کر روحانی راستے پر گامزن کیا۔

آپؐ کے در کی تجلی سے منور ہے نبی　　　آپؐ کے فیض سے انسان بھی انسان ہوا

آپؐ انسانیت کی ہدایت کے لیے اس دنیا میں اس وقت تشریف لاتے ہیں جب کہ ساری انسانیت جہل وظلمات میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس دور کو دور جاہلیت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا

ہے۔علیم صبانویدی نے اپنے کلام میں اس عہد کی مختلف انداز میں عکاسی کی ہے۔

رنج و غم کی حکومتوں کا نزول
چار سو سربلند نفرت تھی
بد نما زندگی کی صورت تھی
آدمی آدمی کا دشمن تھا

ہرسمت قتل و ظلم ' تباہی کا سلسلہ
ہرآدمی گناہ کی میلی ڈگر پہ تھا
شیطاں سوار دل پہ' ارادوں پہ' سر پہ تھا

زندگی کی آنکھوں میں قاتلانہ منظر تھے
تیرگی مقدر تھی وحشتیں تھیں آنکھوں میں
آرزو لہو بن کر بہہ گئی تھی شہروں میں
چاہتوں کے رشتوں میں مجرمانہ منظر تھے

جسم وجاں کے سب رشتے ہر طرف تھے پستی میں
دامن نگاہ و دل داغ دار تھے ہر سو
آرزو کے پیراہن تار تار تھے ہر سو
زندگی کی عریانی ہر کہیں تھی مستی میں
قتل گاہوں میں لہو کی بارشیں
ظلمتوں میں سانس لیتی سازشیں
چار سو وحشت کی پھیلی راگنی
زندگی کے سرپہ میلی چاندنی

ہر نفس درد کا زہریلا سماں دور تلک
جلتی تہذیب کا خاموش دھواں دور تلک
رہزنی ' قتل' تباہی نے سکوں چھین لیا
وقت کی ڈستی سیاہی نے سکوں چھین لیا

ظلم و جاہلیت کے تیرہ وتار ماحول میں آپؐ نے ظہور فرمایا۔ آپ کی ذات نیکیوں کا ایسا سرچشمہ تھی کہ انسانیت اپنی پستیوں سے بلند ہو کر ارفع و اعلیٰ درجے پر فائز ہو گئی ۔

تہذیب ملوث تھی برائی میں نویدی
انساں کو اچھائی محمد سے ملی ہے

منور ہو گئی انسانیت بھی دین احمد سے
چھٹی تاریکیوں کی ڈگمگاتی دھند شہروں سے

سوادِ بے حیائی بجھ گیا معصوم چہروں سے
نکل آیا زمانہ بھی برائی کی سیہ زد سے

ان کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے
نکہت و نور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے

قتل باطل کا ہوا' ڈھل گیا ظلمت کا غبار
امن جاگا تھا کہ احساس کے جوہر جاگے

کفر ٹوٹا ہے' اندھیروں کا سفر ختم ہوا
آپ کا فیض مبارک ہے اجالوں کا سماں

نقش قدم سے آپ کے ظلمت تباہ ہے
ہر سمت اطمینان کی آماجگاہ ہے

سمندر غیر سنجیدہ تھا' موجیں جاہلانہ تھیں
ہر اک شئے کی طبیعت میں سکون و دلکشی آئی

ہر اک چہرے میں پوشیدہ گناہوں کا مقدر تھا
سیاہی جسم کی ڈوبی تو ہر سو چاندنی آئی

فکر و احساس: شاعری فکر و وجدان اور جذبہ و احساس کے حسین امتزاج کا نام ہے۔ تخلیقی لمحات میں یہ عناصر باہم جذب ہو کر شاعر کے دل و دماغ میں ایک پر اسراری کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اسی تخلیقی کیفیت کو القا و الہام بھی کہا جاتا ہے۔ عام شاعری کے برعکس نعتیہ کلام میں شاعر اپنی روحانی کیفیات و واردات کو لفظوں کے پیمانوں میں سمونے کی کوشش کرتا ہے۔ علیم صبا نویدی نے نعتیہ شاعری میں اپنی فکر و احساس کے سرچشموں اور اپنے روحانی سفر کے تجربوں کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات ان کے لیے سراسر نور ہے۔ آپ کی ذات سے جو بھی نسبت قائم کی جائے وہ فکر و احساس بلکہ پورے وجود کو منور کر دیتی ہے۔ اسی سے اظہار کا ہر پہلو جگمگا اٹھتا ہے ۔

خانۂ فکر صبا پر شاہِ دیں کا ہے کرم
اور دل میں موجزن ہے جوئے انوار نبیؐ

صبا نویدی کے تخلیق کے سفر کا نور
نگاہ فکر میں بہتا ہوا لہو تم ہو

ورنہ شعور و فکر سے کرنیں نہ پھوٹتیں
مرے لہو میں روشنی شامل ہے آپ کی

صرف نعتیہ فکر ہی نہیں بلکہ تمام تخلیقی صلاحیتوں اور شعری کاوشوں میں علیم صبا نویدی نے فخر موجودات حضور اکرمؐ کا فیض بتایا ہے ۔

محمدؐ کے دست مبارک کا فیض ملی انگلیوں کو زباں ہر طرف

میں ہوں صبا سفیر سخن اور ہیں میرے سیر جہات نو کا سمندر رسول پاکؐ

اس سرچشمہ نورانی کا فیض نہ ہو تو تخلیق کے سارے سرچشمے خشک ہو جائیں ۔

لہو احساس کا سویا ہوا تھا جسم کے اندر نویدی نعت احمد کا وسیلہ تازگی آئی

صرف اتنا ہی علیم صبا ایک قطرۂ ناچیز ہیں اور ذات کا عرفان بھی، آپؐ ہی کا عطا کردہ ہے ۔

میں صبا اک قطرہ ناچیز ہوں علم و عرفان کا سمندر ہیں نبیؐ

عشق رسول: سرور کائنات سے عشق و محبت کو نعت گوئی کے لوازمات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جو شاعر عشق محمدی میں جس قدر سرشار ہوگا اسی قدر اس کا کلام کیف اور تاثیر سے مالا مال ہوگا۔ بقول نظیر لدھیانوی:

''نعت کی دل آویزی دلکشی اور خوبی کے لیے عشق رسول اولین شرط ہے اگر شاعر کے دل میں عشق رسول کا جذبہ پوری طرح کارفرما نہیں تو نعت روکھی پھیکی اور واجبی سی ہوگی'' (۴۱)۔

علیم صبا نویدی حضور اکرمؐ کے عشق میں سرشار ہیں اور ان کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ ذوق اختراع اور اجتہاد پسندی کے باوجود ان کی نعتیں کیفیت انگیز ہوتی ہیں۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

قندیل آگہی کا اجالا بنا رہوں عشق محمدی کا نظارہ بنا رہوں

جب محمدؐ کا نظارہ ہوگیا آسماں والا ہمارا ہوگیا

آتش عشق محمدؐ میں صبا جلتے جلتے حق کو پیارا ہوگیا

عمر بھر کرتا رہا یاد محمد کا سفر بعد مردن مرے اعمال کا دفتر مہکا

جس دن ختم ہوگا میری زیست کا سفر نکلے گی میری سانس سے خوشبوئے مصطفیٰ

ڈاکٹر عبدالواسع، علیم صبا نویدی کی عشق رسول میں سرشاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''علیم صبا نویدی کا یہ عشق فنافی الرسول کی حد تک ہے۔ اپنی ذات کے اندر اور باہر ہر جگہ وہ رسول پاک کے عشق کی سوزش محسوس کرتے ہیں۔ ان کا سارا وجود اس آگ میں جل کر راکھ ہوتا ہوا نظر آتا ہے ان کی فکر' ان کا خیال' ان کا جسم' ان کی روح ہر جگہ اس کی جلوہ سامانی ملتی ہے۔ اپنے تمام کارناموں کو اسی کا برتو جانتے ہیں'' (۴۲)۔

مجھے وقت خاک مٹائے گا
میں فقیر نقش حبیبؐ ہوں
میں دیار کفن کا نصیب ہوں
مجھے کیسے کوئی بھلائے گا
میں نبی کے گھر کا چراغ ہوں
کھلا آسمانی دماغ ہوں

(نور السمٰوات۔ص۔۷۵)

مرے فکر و فن کا ہے روشن ضمیر
مرے حوصلوں کی ہے اونچی اڑان
ہے پاکیزہ سب سے مری آن بان
میں دربار احمد کا ہوں اک فقیر
فقیری پہ اپنی مجھے ناز ہے
نرالا مرا شاہی انداز ہے

(نور السمٰوات۔ص۷۷)

''مدحت رسول'' اور ''عشق احمد'' کو وہ اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتے ہیں ۔

نعت گوئی کا کرشمہ دیکھیے　　میری بخشش کی نشانی ہوگئی

یہ مدحت رسول یہ ذکر شہ امم　　بس اے صبا نویدی یہی زادراہ ہے

عشق احمد کا عجب فیضان ہے　　لو صبا بھی جنتی ہونے لگا

علیم صبا کی نعتوں میں مدینہ منورہ کا لفظ بار بار آتا ہے۔ ان کا دل مدینے کی گلیوں میں پہنچنے کے لیے بے تاب ہے۔ ان کی سانسیں سبز گنبد کے طواف کی متمنی ہیں۔ ان کا جسم اگرچہ ہندوستان میں ہے لیکن آنکھیں دیدگنبد خضریٰ کی آرزو میں مدینہ پہنچ گئی ہیں ۔

شاہ عرب کی گلیوں میں ہے ایک فقیر ہند　　شاہ امم سے بڑھ کر اس کا دل مہکائے کون

یا الٰہی میرے سانسوں کو بھی اب　　ہومیسر سبز گنبد کا طواف

آنکھوں کو دیدگنبد خضریٰ کی آرزو

جسم ہندوستان کی نذ ہوا　　آنکھ پہنچی میری مدینے میں

علیم صبا نویدی نعت گوئی کے آداب سے پوری طرح واقف ہیں۔ رسول اللہؐ سے اظہار عشق کے سلسلے میں وہ اپنے محسوسات اور جذبات کی رو میں بہہ نہیں جاتے بلکہ احتیاط اور اعتدال کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ ان کا انداز بیان پر کشش اور موثر ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نعت گوئی میں وہ اپنی جدت فکر' قادر الکلامی اور عصری رجحانات کی ترجمانی کا حق بھی ادا کرتے ہیں ۔

نقش پائے رسولؐ آنکھوں میں　　میں مقامات آگہی میں ہوں

وہ تو موجود تھا ہر شئے میں ہر اک ذرہ میں　　آپؐ کی ذات سے اللہ کا عرفان ہوا

علیم صبا نویدی کی نعتوں میں عشق رسول کا بھر پور تخلیقی اظہار ہوا ہے۔ اس مقدس عشق میں ان کی سرمستی اور سرشاری ایک ایک شعر سے ہویدا ہے۔ وہ بڑے خوش بخت ہیں کہ انہوں نے اپنے فن کا ایک بڑا حصہ نعوتِ عالیہ کی فکر میں صرف کیا ہے۔

نور: علیم صبا نویدی ایک پر گو اور مشاق شاعر ہیں۔ قادر الکلامی اور کہنہ مشقی نے ان

کے اندر لفظوں کو برتنے کا بدرجہ اتم سلیقہ پیدا کر دیا ہے ۔ وہ بخوبی واقف ہیں کہ کونسا لفظ کس حیثیت سے استعمال کیا جائے ۔ ان کی نعتوں میں لفظ ''نور'' بار بار آتا ہے ۔ کہیں یہ لفظ اسلام کی روشنی کے معنی دیتا ہے تو کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے لیے استعمال ہوا ہے اور دنوں معنوں میں اس لفظ کا استعمال حق بجانب قرار پاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مشہور آیت میں نور کے لفظ کا استعمال کیا ہے ۔

قَدْجَاءَ کُم مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَکِتٰبٌ مُبِینٌ (۵: مائدہ)

اس آیت میں کتاب کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے اور نور سے صاحب کتاب صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۔ دوسرے الفاظ میں لفظ ''نور'' کو ذات نبوی کے لیے استعمال کرنا اللہ کی سنت ہے ۔ بقول ڈاکٹر کلیم سہسرامی :

''(علیم صبا نویدی) کے خیال میں آنخضور جس طرف دیکھ لیتے ہیں ۔ فضا میں کعبہ کی روشنی پھیل جاتی ہے اور ان کی قدم بوسی کے لیے چاندنی کا جلوس اسمان سے اتر آتا ہے ۔۔ اس کی نظریں حضور اکرم کو تمام تر نور کے پیراہن میں دیکھتی ہیں اور جب ان کی یاد اس کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اس کے دل میں نورانی سویرا جاگزیں ہو گیا ہے ۔ شاعر پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ پوری دنیا کو جلوہ نور محمد سے روشن سمجھتا ہے اور آنخضرتؐ کے فیض قدم سے دنیا میں ایسا اجالا پھیل جاتا ہے کہ ظلمتِ کفر بکھر کر نیست و نابود ہو جاتی ہے'' (۴۳)۔

ڈاکٹر سید حامد حسین کے مطابق:

''صبا کی نعتیہ شاعری میں ''نور'' ایک غالب اشارے کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے'' (۴۴)۔

ڈاکٹر راہی فدائی نے نور کے لفظ کو علیم صبا کی شاعری کا کلیدی لفظ کہا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں '' جناب علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری کا کلیدی لفظ نور ہے ۔ جس سے نعت میں ان کی انفرادیت روشن ہوتی ہے اور اسی کلید نورانی سے مقام صبا کے تشخص وتعین کے وقت درپیش بعض مغلق ابواب بھی کھلتے ہیں ۔ گویا ان کی تمام نعتیہ شاعری کی اصل واساس وہ احادیث شریفہ ہیں ۔ جن سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبداء نورانی ومنبع تجلیات الادعان ہے ۔

(۱) اول ماخلق اللہ نوری ۔ (۲) انا من نور اللہ و کل شئ من نوری ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کی تخلیق کی ۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے (۵) ۔

آپ کی ذات مبارک کی ہو کیا حمد وثنا
جسم نورانی ہے سینہ ہے سراپا قرآں

مکاں میں نور ہوا اور لامکاں روشن
ہوئے ہیں شاہ مدینہ سے دوجہاں روشن

آپ آئے کیا مبارک ہے گھڑی
دامن دل نور سے بھرپور ہے

سرکارِ کائنات سے دنیا میں نور ہے
ہر دل میں روشنی ہے تمنا میں نور ہے

پاؤں پھیلائے ہوئے وحشی سیاہی تھی یہاں
نور ہی نور ہوا نوری نسب کا صدقہ

سربہ سجدہ ہوئے افلاک کے سارے منظر
تن نوری میں رسولوں کا امام آتا ہے

ان کے ہی نور نے دھارے ہیں کئی روپ یہاں
آئینہ جاگتے ہی بخت سکندر جاگے

نور اول ہے نور آخر آپ
شمع نور ہدیٰ سلام علیک

نور ارض وسماھہ کامل / واقف راز جوہر کونین / شاہ کون ومکاں عرب کا دل

......

دور تک نورانی رہ گذر / مبارک سرزمیں / ایمانی معراج

جذبۂ عشق عشق محمدؐ کا سفر ہے نوری
راہ بر محسن اعظم کے معطر جلوے
مہربان ذات مقدس کے منور جلوے
منزل جلوہ فشاں راہ گذر ہے نوری
ظاہر باطن نورانی
دامن میں خوشبو انمول
انمٹ جوہر میٹھے بول
سانسیں دھڑکن قرآنی
نوری پیکر وجود میں آیا
رنج وغم کا سفر تمام ہوا
زندگانی کا نیک نام ہوا
دین احمد شہود میں آیا

علیم صبا نویدی کے نعتیہ کلام کے فکری تجزیئے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی شاید ہی کوئی نعت ایسی ہوگی جس میں نور کا لفظ خوبصورتی سے برتا نہ گیا ہو۔ اس لفظ کو انہوں نے کبھی شعوری طور پر اور کبھی غیر شعوری طور پر استعمال کیا ہے۔ حتیٰ کہ موصوف نے ''نور'' سے اپنے انتساب کو اس قدر واثق کیا کہ اپنے مجموعہ ہائے نعت کے عناوین ہی ''نورالسمٰوات''۔ ''مراۃ النور'' اور ''ن'' رکھے۔ آخر الذکر عنوان بقول ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی:

''قرآن کریم کے حروف مقطعات کا ایک نگینہ ہے جس کی معنوی روشنی میں گیرائی و گہرائی ہے''(۶)۔

اور بقول ڈاکٹر راہی فدائی: ''ن'' لفظ نور کا مقفف ہے''(۷)۔

فیضانِ مصطفیٰ: علیم صبا نویدی کی نعتوں میں چاہے وہ کسی بھی ہیئت میں ہوں فیضان مصطفیٰ اور فیضان رسول کے مضامین وموضوعات بار بار آتے ہیں اور یہ نعت گوشعراء کا ایک پسندیدہ موضوع ہے۔ نعت گوشاعروں میں جہاں حضور اکرمؐ کی سیرت طیبہ اور آپ نے اخلاق حسنہ وصفات، دیانت، عدالت، امانت، سخاوت، شرافت، شجاعت، محبت وصداقت، کا تذکرہ کیا ہے وہیں بنی نوع انسان پر آپ کے احسانات اور آپ کی تعلیمات کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ علیم صبا نویدی نے 'فیضان رسول آپ کی تعلیمات آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق حمیدہ کا تذکرہ یا عالم انسانی پر آپ کے احسانات اور رحمت اللعلمین بنائے جانے کا تذکرہ عہد جاہلیت کے پس منظر میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا فیضان ہی تو ہے جس کے سبب انسان میں انسانیت آئی۔ حضور اکرمؐ کا اعلیٰ کردار ہر دور کی پہچان اور ہر دور کا معیار سمجھا جائے گا ۔

ہر دور کی پہچان ہے ہر دور کا معیار
اللہ رے کردار رسول عربی کا

آپ کے در کی تجلی سے منور ہیں نبیؐ
آپ کے فیض سے انسان بھی انسان ہوا

انسانیت کے گوہر نایاب کا ہے فیض
نقشہ بدل کے رکھ دیا تم نے گناہ کا

کفر ٹوٹا ہے آندھیروں کا سفر ختم ہوا
آپ کا فیض مبارک ہے اجالوں کا سماں

تہذیب ملوث تھی برائی میں نویدی
انسان کو اچھائی محمدؐ سے ملی ہے

ایک سورج وجود میں آیا
آدمیت کی روشنی لے کر
ایک لمحہ وجود میں آیا
وہ انسانیت کا چمکتا نصیب
بدی کا تصور مٹاتا ہوا
خلوص و وفا نیکیوں کا نقیب

دل میں ہے نقش ہائے نور مبین
فیض سردار ابنیاء گھر گھر
منظر آیت سکوں آگیں

جلوہ فرما جب ہوئے شاہ ہدیٰ
صورتوں میں صورتیں پیدا ہوئیں
رحمتوں پر نیتیں شیدا ہوئیں
اور منور ہوگئے ارض و سما
جسم کو تہذیب کی خوشبو ملی
زندگانی نور افشاں ہوگئی

اندھیرا اپنے مقدر پہ روپڑا ہرسو
خموشیوں کی حکومت ہوئی زوال پذیر
خزاں کا دور سراپا ہوا سیہ تقدیر
کہ ساری دھرتی کا نقشہ بدل گیا ہرسو
مقام ہو سے پیمبر وجود میں آیا
دل و نگاہ کا منبع شہود میں آیا

نیم وحشی راہوں پر نور کی کرن پھیلی
زندگی نے کروٹ لی ۔ نیک ہوگئے لمحے
ہر طرف خدائی کے رونما ہوئے جلوے
بندگی ہوئی روشن دین کی لگن پھیلی
سید البشر کا یہ فیض رحمتی نکلا
آمد شہہ مرسل کتنا برکتی نکلا

تاجدار انبیا کے فیض سے
رات نورانی ہوئی ہے سر بہ سر
کیف آور ہوگئے شام و سحر
نور محبوب خدا کے فیض سے

علیم صبا نویدی اپنے شعور وفکر، شاعری اور نثر نگاری کو بھی فیضان رسول اور نبی کا صدقہ قرار دیتے ہیں ۔ ان کے خیال میں دنیائے ادب میں ان کی شہرت اور نام وری بھی فیضان مصطفیٰ ہی کی دین ہے ۔

بہ فیض شاہ امم ذہن کے دریچے کھلے
فیضان مصطفائی کی یہ شان دیکھیے
آنکھوں کی پتلیوں میں چمک ہے نئی نئی
روشن ہے مجھ فقیر کا بھی نام اور نسب
محبوب کبریا کی تجلی ہے دور تک

ورق میں جذب ہوئی سوچ کے بدن کی مہک
شاعر کہیں ہیں اور کہیں ہم ادیب ہیں
فیضان مصطفائی کی کیا شان ہے عجب
باطن کی وسعتوں میں مہک ہے نئی نئی
نوری سفر شعور سے ہے لاشعور تک

درود شریف اور تذکار نبیؐ: حضور اکرم کا تذکار مبارک اور آپ پر درود بھیجنا باعث بخشش ونجات بھی ہے اور عبادت بھی ۔ حکم خداوندی ہے کہ ''بے شک خدا وند تعالیٰ اور اس کے (تمام) فرشتے پیغمبر پر درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں (لہٰذا) اے مسلمانو! تم بھی پیغمبر پر درود بھیجتے (رہا کرو)(۴۸)۔ آپؐ کا تذکار مبارک اور درود شریف کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

> ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کو امت مسلمہ کی عبادات کا ایک اہم جز و بنادیا ہے ۔ قرآن حکیم کے اس حکم سے جہاں مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں درود شریف کے اوراد و وظائف کا سلسلہ شروع ہوا وہاں نعت میں بھی آنحضرتؐ پر درود وسلام بھیجنے کے مختلف انداز واسالیب کا رواج ہوا ۔ اس اسلوب نعت کو اس لیے بھی اہمیت ملی کہ حکم خداوندی کے ساتھ ساتھ احادیث رسول اکرم میں بھی آپ پر درود وسلام پڑھنے کو بہت بڑی عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے''(۴۹)۔

آنکھ منور/ منظر روشن/ پتلیوں میں پنہاں کون ہے

اس نظم کا آخری مصرعہ ''پتلیوں میں پنہاں کون ہے'' گویا نظم کی جان ہے ۔ اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری حدیں ۔ کہ سوتے جاگتے نظروں کے سامنے محض پیغمبر ہی کا ہونا ظاہر کیا گیا ۔ گویا اس میں ایک طرح کا درس بھی ہے کہ پتلیوں میں اگر رسول عربی نہیں تو پتلیاں بے کار ہیں ۔ کیونکہ یہی چیز آنکھوں کے منور ہونے کی دلیل ہے اور اسی سے دنیا وآخرت کا ہر منظر روشن ہوسکتا ہے ۔

علیم صبا نویدی کے نعتیہ کلام میں حضور اکرم سے اظہار عشق کے سلسلہ میں ''درود مصطفیٰ'' اور ''ذکر محمد'' کے الفاظ بار بار آتے ہیں ۔ درود مصطفیٰ ان کے نزدیک محفل کو نورانی بنانے کا ذریعہ

ہے جو کبھی ان کی سانسوں کی رہ گزر کو پرنور کردیتا ہے اور کہیں زبان کو روشن اور دل ودماغ کو معطر کردیتا ہے۔

کیا درود مصطفیٰ کا ہے کمال — ہر کنواں اب شربتی ہونے لگا
محو ذکر محمدی ہے نظر — دین احمد کی روشنی ہے نظر
چارسو نور درود مصطفیٰ — پھیلایوں محفل سہانی ہوگئی
ورد درود شاہ امم کا یہ سلسلہ — سانسوں کی رہ گزر کو بھی پرنور کرگیا
بہ فیض ذکر شہنشاہ دین زہے قسمت — دل ودماغ معطر ہوئے زباں روشن
عقل ودانش محوِ ذکر مصطفیٰ — جو ہر فن رائیگا میرے نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے سلسلے میں علیم صبا نویدی نے غزل اور سانیٹ کے فارم میں سلام بھی لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے ایک طرف ان کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف آنحضرتؐ سے شفاعت طلبی اور اظہار عقیدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

عاشق کبریا سلام علیک — سید انبیاء سلام علیک
اس شہنشاہ عرب دین کے رہبر پہ سلام — سرور کون ومکاں نور کے پیکر پہ سلام
سلام ان پہ جو آئینہ ہیں خدائی کا — جمال ذات مقدس کی رونمائی کا
سلام ان پہ جومحبوب رب عالم ہیں — سلام ان پہ جو بعد خدا معظم ہیں

پیرومرشد: علیم صبا نویدی حضرت مولانا خواجہ قدسی شاہ کے مرید ہیں۔ رسول اللہ سے قربت عقیدت اور عشق کے سلسلہ میں ان کے پیرومرشد کی ''نگہ التفات'' کو بھی دخل حاصل ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

نگہ التفات قدسی سے — میں صبا محفل نبیؐ میں ہوں
صبا نویدی کو سرکارؐ سے ملادے گی — نگاہِ مرشدِ کامل سے ایک ملن کی مہک

حضرت خواجہ قدسی کے حلقہ ارادت میں اپنی شمولیت کو وہ حضور اکرم کی دین قرار

دیتے ہیں ؎

شاہ دین کا یہ نویدی فیض ہے　　رہبری کو اک ستارہ مل گیا
ہے نویدی یہ فیضِ شاہ امم　　مرشدوں کی دعا سے روشن ہم

علیم صبا نویدی نے بارگاہ رسالت مآب میں اپنی محبت وعقیدت کے نذرانے روایتی انداز کے علاوہ جدید لب ولہجہ میں سمو کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں

شہنشاہ کون ومکاں ہر طرف　　منور زمین آسماں ہر طرف
اٹھا سر تو سر پہ نہ تھا آسماں　　جھکا سر تو تھا آسمان ہر طرف
محبت کے دست مبارک کا فیض　　ملی انگلیوں کو زبان ہر طرف
نبوت کا سورج ہوا جب طلوع　　شب کفر کی دھجیاں ہر طرف

شاعر نے شب کفر کی دھجیاں کہہ کر اپنے جدید لب ولہجہ کی ترجمانی کی ہے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے جسے شاید ہی کسی شاعر نے نعتیہ کلام میں پیش کیا ہو۔ اگر چہ کہ روایت پسند شعراء نعتیہ کلام میں ایسے لب ولہجہ کو پسند نہیں کرتے لیکن علیم صبا نویدی چونکہ نئی سمتوں اور نئی جہات کے متلاشی رہتے ہیں اس لیے انہوں نے اپنے کلام میں ایسی تراکیب تراشی ہیں جو ان کی جدت طبع اور فکری اپج کی غماز ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام میں غیر مانوس الفاظ اور انوکھے خیالات وافکار پیش کر کے اپنی منفرد پہچان بنائی ہے۔ بقول ڈاکٹر سید حامد حسین:

> ''علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری اپنی بے پناہ وارفتگی اور گہری محویت کی بناء پر امتیاز حاصل کرتی ہے۔ وہ محض رسمیت کی پروردہ نہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے نعت کو بہت جگہ نئے دور کے انسان کی حیات کے ساتھ جوڑ کر اور جدید شاعر کی نفظیات سے فائدہ اٹھا کر پیش کیا'' (۵۰)۔

ہمیشہ انہوں نے کوئی نہ کوئی نئی راہ نکالنے کی کوشش کی۔ اور ان امکانات کی جانب توجہ کی جن کی طرف کسی نے اشارہ تک نہیں کیا۔ علیم صبا کا جدت پسند تخلیقی ذہن ان کی نعتیہ شاعری

میں فکر وفن کے نئے افق پر نظر آتا ہے۔

علیم صبا نویدی کی نعتوں میں جذبات خلوص اور فراوانی عشق سے مملو اشعار کی کمی نہیں تاہم ان کے موضوعات متنوع اور بوقلموں ہیں۔ عشقیہ سوز و گداز کے علاوہ وسیلہ' شفاعت' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجہ تخلیق کائنات ہونے کا تصور اور اس کا پورے شدو کے ساتھ اظہار جو ایک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے باندھوں کے مصداق' الفاظ کا پیرہن اور اظہار کا پیرایہ بدل بدل کر سامنے آتا ہے۔

واقعہ معراج: واقعہ معراج کو مختلف شعراء نے نعتیہ شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ اپنے اندر الوہیت وعبدیت' عشق ومحبت' روحانیت اور مادیت' دین اور دنیا کے مختلف مسائل سے متعلق اسرار ورموز' بصائر وغوامض' اور معارف اور حکم کی ایک ایسی دنیا سوئے ہوئے ہے جس کی دریافت' وبازیافت' ذہنی و روحانی بالیدگی اور کیف وانبساط کے لیے سرچشموں کی تخلیق کرتی ہے۔ علیم صبا نویدی نے بھی اس واقعہ کے پس منظر میں نعتیہ اشعار کی تخلیق کی ہے۔ انہوں نے عام ڈگر سے ہٹ کر اور روایتی مضامین وموضوعات سے گریز کر کے نئے طرز احساس اور نئے فکر وخیال کے ساتھ اشعار کے گل کھلائے ہیں ۔

کیا مقدس ہے معراج کی رات بھی رفعت عرش پر ہیں منور نبیؐ
ایک سفر ایسا ہے قربان جس پہ ہوں لاکھوں سفر صوفشاں ہے حسن احمد رہ گزر میں دیکھنا
سر بہ سجدہ ہوگئے ہیں ماہ وانجم کہکشاں سرور کونین کے نوری سفر میں دیکھنا

ایک ہائیکو ملاحظہ ہو جس کے پہلے مصرعے میں معراج کے واقعہ کی تمہید ہے اور ایک نورانی کیفیت سے مملو سفر کا ذکر تو' دوسرے مصرع میں سرزمین کی بابت اشارہ ہے جو اپنے اندر بے شمار برکتیں رکھتی ہے ''مبارک سرزمین'' کہ شاعر نے تخیل کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس زمین کی برکتوں کے بارے میں سوچے اور اگر چاہے تو اس سرزمین کی رحمتوں کے بارے میں غور کرے۔ یا وہ سبحان الذی اسریٰ پر غور کرے چاہے تو فاوحیٰ الیٰ عبدہ مااوحیٰ کی فضاؤں میں

سانس لے ۔ وہ چاہے تو حطیم مکہ پر غور کرے یا چاہے تو عرش معلیٰ پر غور کرے ۔ یہ اعلیٰ شاعری کا ایک خاصا ہے کہ وہ قاری کے ذہن کو مقید نہیں کرتی بلکہ آزاد چھوڑ دیتی ہے ۔ اس نظم کے تیسرے مصرعے یعنی اختتامی مرحلے نے تو گویا تفصیل سے آگاہ کر دیا '' ایمانی معراج '' کہنے کو تو دو لفظ ہیں لیکن ان دو لفظوں میں جس چابکدستی سے شاعر نے تاریخ کا ایک باب ذہن و دل پر روشن کر دیا ہے ۔ ہائیکو ملاحظہ کیجیے:

دور تک نورانی رہ گزر / مبارک سرزمین / ایمانی معراج

سبحان اللہ ہائی کو کیا ہے نعت کا وہ خوبصورت پہلو ہے جسے شاعر نے نہایت خوبصورت تخلیق بنا دیا ہے ۔ اسی مضمون کو علیم صبا نویدی نے ایک اور جگہ کچھ اس طرح ادا کیا ہے:

مہکی ہوئی رات / نادیدہ لمحات / عرش بریں نورانی

اس ہائیکو میں '' نادیدہ لمحات '' ایک عجیب و غریب اصطلاح ہے ۔ شاعر نے نہایت فطانت سے ان تمام اشیاء کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے ۔ جو در حقیقت معراج سے قبل نادیدہ ہی تو تھے کیونکہ دیدار مصطفیٰ کی بدولت ان میں حقیقی بینائی در آئی ۔ ایک اور ہائیکو دیکھئے جس میں معراج شریف کے سلسلے میں انسانی عقل و دانائی کے تحیر کو ظاہر کیا گیا ہے:

روحانی پرواز / آسماں سے پرے / زمین حیرت زدہ

اس نظم کا آخری مصرعہ نہ صرف خوبصورت ہے بلکہ واقعہ معراج کا مکمل اظہار ہے ۔ کیونکہ واقعہ معراج کا وہ کونسا منظر ہے جس نے اہل زمین کو حیرت میں ڈالا ہے شاعر نے محض ایک لفظ '' زمین '' کہہ کر کل قطعہ ارض کے علاوہ اہل زمیں سے تخاطب اختیار کیا ہے ۔ نیز اس میں یہ معنیٰ بھی پوشیدہ ہیں کہ اہل زمین نہ صرف واقعہ معراج کے ہمعصر' بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسان بھی حیرت زدہ ہونے والے ہیں ۔ اس نظم میں ان سب کے تحیر کی کیفیت کو پیش کیا گیا ہے ۔

طویل نعتیہ نظم ''خاک زاد'' پر مضامین

- نعتیہ شاعری میں اضافہ
ڈاکٹر کرامت علی کرامت

- نعتیہ طویل نظم ''خاک زاد'' کا جائزہ
کرامت بخاری

ڈاکٹر کرامت علی کرامت

''نعتیہ شاعری میں اضافہ''

علیم صبا نویدی تمام نظمیں ''فاعلاتن مفاعلن فعلن'' کے وزن پر ہیں۔ تین مصرعوں میں پہلے اور تیسرے مصرعے میں ردیف اور قافیہ کی پابندی برتی گئی ہے۔ ان کی غزلوں کی طرح نظموں میں بھی تشبیہات واستعارات کی ندرت اور فکر ونظر کی گہرائی پائی جاتی ہے۔ اس مجموعے کی ہر نظم بذاتِ خود ایک مکمل اکائی کا درجہ رکھتی ہے لیکن ان تمام نظموں میں ایک داخلی تسلسل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ سب نظمیں مل کر ایک طویل نعتیہ نظم کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ نظموں کا آغاز جو اس طرح ہے

میرا اول بھی، میرا آخر بھی
اس کے آگے ہے سر بہ سجدہ صباؔ
میرا باطن بھی، میرا ظاہر بھی

اس کے بعد کائنات کی تخلیق اور انسان کے وجود کا ذکر کرتے ہوئے صباؔ نویدی نے سرورِ کائنات کی پیدائش کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

حاصلِ دہر کا نگینہ ہے
گوشے گوشے میں آج نقش فشاں
تاجدارِ شہِ مدینہ ہے

کئی نظمیں حضورﷺ اکرم کی کی مدح سرائی میں ہیں جو روایتی قصیدوں کے رنگ سے ہٹ کر خالص جدید انداز میں کہی گئی ہیں۔

صف بہ صف روشنی کے فوارے
تیرگی کا وجود غوطہ زن
آنکھ میں راحتوں کے نظارے

اس کے بعد صبا نویدیؔ اس وقت کے عرب کی ابتری اور زبوں حالی کی عکاسی کی ہے لیکن چونکہ اس عہد کا انتشار وفتور سے بڑی حد تک مماثلت رکھتا ہے اس لئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے صبا نویدی نے نظموں میں بیسویں صدی کی تباہی اور ویرانی کا علامتی انداز میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے اس نوعیت کی نظمیں خالص جدید شاعری کے زمرہ میں آسکتی ہیں۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

دور تک کارواں تباہی کا
راستے منزلیں غبار آلود
بھاگ جاگا ہوا سیاہی کا

چیختی مچھلیاں سمندر میں
آسماں پانیوں میں گھلتا ہے
اور زمیں ظلمتوں کے چکر میں

شب کے ہاتھوں میں لاش سورج کی
دل کی باہوں میں چاندنی کا قتل
وقت کو فکر اپنی سج دھج کی

صبا نویدی معراج کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں

ایک لمحے میں طے ہزاروں میل
ایک آہٹ پہ روبرو منزل
خشک موسم میں گنگناتی جھیل

اسلام کا دورِ عروج میں ایک مردِ مجاہد کا کردار ملاحظہ فرمائیے۔

معتبر منزلوں کا راہی وہ
ہیں سمندر پناہ میں اس کی
ہے صدف آشنا سپاہی وہ

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

سات عالم کا نور سجدے میں
قتل و غارت گری کے دن کالے
اک دل ناصبور سجدے میں

"مَن عَرفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرفَ ربّہٗ" کے مصداق انسان میں اپنی ذات کی تلاش کا جذبہ جاگ اٹھتا ہے۔ لہذا صبا نویدی کہتے ہیں۔

خود میں خود کی تلاش جاگی ہے
سربلندی کو چھو رہی ہے نظر
اوج پر قوتِ نگاہی ہے

اُجلی تقدیر کا سفر اندر
شہ لوگوں میں سدا ہے تابندہ
پھولتی پھیلتی نظر اندر

اخیر میں شاعر کو اپنی ذات کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ لہذا کہتا ہے۔

نور ہی نور ہے میرا مسکن
جستجو ارتقائی حد سے دور
دلِ لاہوت میں مری دھڑکن

جس کے آگے ہے آسماں ششدر
میرے اندر وہ نور ہے مستور
نگہِ خالقِ جہاں ششدر

نظموں کا اختتام نعتیہ نظموں پر یوں ہوتا ہے۔

آنکھ جلوہ گہِ نصیب بنی
خار پھولوں میں ہو گئے تبدیل
زندگی عاشقِ حبیب بنی

آپؐ کے ذکر میں قلم کا سر
جھک گیا ہے بصد عقیدت سے
اور الفاظ ہو گئے ہیں گہر

مندرجہ بالا نظموں کو ہمارے عہد کے تناظر میں دیکھنا ہے اور پرکھنا چاہئے۔ جب کہ میں نے کہا ہے۔ سرورِ کائنات کے مبعوث ہونے کے زمانے کی جو تصویر پیش کی گئی ہے وہ گویا ہمارے اپنے عہد کی بچی اور جیتی جاگتی تصویر ہے۔

کوئی جدید شاعر صرف تین مصرعوں میں ہمارے زمانے کی زبوں حالی کی اس سے بہتر تصویر پیش کرے گا؟

میرے نزدیک علیم صبانویدی کی یہ نظمیں سب سے زیادہ قابل قدر ہیں جن میں انہوں نے اپنی ذات کی دریافت اور اپنے گم گشتہ احساس انا کی بازیافت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

بہر کیف موجودہ صورت میں ان نظموں کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے مجھے امید ہے کہ چاہے آپ اس مجموعے کے نظموں کو جدید شاعری کی حیثیت سے قبول کریں یا جدید انداز کی نعتیہ شاعری کی شکل میں۔ علیم صبانویدی کی اس کاوش کو اردو کے شعری سرمایہ ہیں ایک قابل قدر اضافہ تصور کیا جائے گا۔ (ماخوذ "ترسیلے")



کرامت بخاری، لاہور

نعتیہ طویل نظم ''خاک زاد'' کا مختصر ترین جائزہ

آپ اُن چند مشاہیر میں سے ہیں جنہوں نے عبادت کی طرح ادب کی خدمت کی، خصوصاً اردو ادب کی شمع روشن کی اور تمام نامساعد حالات کے باوجود عزم صمیم سے مسلسل، متواتر اور متوازن انداز میں پیش رفت جاری رکھی، آپ کی حالیہ مختصر نظمیں جنھیں سہ حرفیاں کہا جاسکتا ہے، جیسے ''ہائیکو'' متعارف ہوئی ہے، ہمارے پنجاب میں ''ماہیا'' اور ''ترائیلے'' یا پھر ''ثلاثی'' کا تصور موجود ہے اسی طرح مختصر نظم یا سہ حرفی بھی یہ اصطلاح بھی ان پر صادق آتی ہے۔ ہائیکو کے اوزان ابھی طے نہیں ہوئے جھگڑا پڑا ہوا ہے۔

مگر ان ساری نظموں میں گہرا تصوف کا رنگ موجود ہے، نظریہ توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ نظریہ انسانیت اور یوم آخر کی بشارت اور جھلک بھی نظر آتی ہے، دراصل یہ پھولوں کے ہار کی طرح ایک مضبوط غنائی نظام اور فکر میں پروئی ہوئی نظمیں ہیں، کہیں کہیں آشوب آگہی، عصری شعور آلام زمانہ، ابتلاء، کرب تنہائی اور ہجر کی منزلیں بھی آتی ہیں مگر یہ تسلسل ٹوٹنے نہیں پاتا، میں اگر اس ساری کتاب کو ایک ''نظم'' قرار دے دوں تو یہ غلط نہ ہوگا جو خالق نطق ولب کی حمد سے شروع ہو کر اُس کے محبوب کی ثناخوانی کرتی ہوئی اُس کی مخلوق جسے وہ اپنا کنبہ گردانا ہے اس کے دُکھ درد کی داستان رقم کرتی چلی گئی ہے۔

دراصل علیم صبا نویدی ایک انسان، ایک تخلیق کار، ایک شاعر، ایک نابغۂ عصر ایک نقاد، دانشور بلکہ ایک کارواں کا نام ہے، جس کا میر کارواں وہ خود ہیں، جس نے اپنی زندگی فلاح انسانیت، عدل، مساوات، امن اور انصاف کے پرچار میں گزار دی ہے، وہ اس سفر میں اکیلا روانہ ہوا تھا مگر اُس کے ساتھ ایک کارواں ہے۔ اُس نے لفظوں کو تقدس و تہذیب عطا کی تاکہ ان کا اعتبار قائم رہے، حرف کی حرمت کی جنگ لڑتا رہا کہ اُسے جیتنا تھا، دماغوں کو، دلوں کو، انسان کے فکری میلان کو، سو وہ جیت گیا، میرا دوست، میرا سیئیر، علیم صبا نویدی مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے یہ کام کر دکھایا ہے۔ یہ کام انبیاء، اولیاء اوصیاء، فضلاء، فقہاء، آئمہ، ادباء، شعراء اور فقراء کا ہے، اس کام کو ہر کہ دمہ

سرانجام نہیں دے سکتا، زندگی بھر کی ریاضت اور پھر ہڈیوں کی آگ جلا کر دھونی رما کر نعرۂ حق بلند کرنا، تمام خواہشات کو پس پشت ڈال کر زبان و بیان، کے لئے خود کو وقف کر دینا کوئی آسان کام نہیں اور نہ ہی کوئی معمولی فیصلہ ہے۔

میرے بھائی! میں آپ کا جونیئر آپ کا ہمیشہ سے مداح رہا ہوں، میرے پاس آپ کی نوجوانی والی تصویر کے ساتھ چھپی ہوئی شاعری کی کتاب بھی ہے، اور پھر آج کی پختہ فکر شاعری کا مجموعہ بھی! یہ خوش قسمتی ہے کہ اردو زبان کو ایسے بے لوث محبت کرنے والے میسر آئے، یہی وجہ ہے کہ آج اردو کسی سرپرستی کی محتاج نہیں، میں تقریباً ۱۵۰ ادبی رسائل و جرائد میں لکھتا ہوں یہ کوئی چھوٹی بات نہیں، کسی زبان کی اس قدر وسیع اشاعت پھر دنیا کی ساڑے چھ ارب آبادی میں سے ۲ ارب آبادی اردو کو پڑھتی لکھتی، سنتی سمجھتی اور بولتی ہے۔ یہ اردو کا اپنا مزاج اور علیم صبا نویدی جیسے نابغۂ روزگار لوگوں کی زندگی کا مشن ہے جو اسے دن بدن ترقی عطا کرتا ہے، زبان نہ ہندو ہوتی ہے نہ مسلمان، نہ سکھ نہ عیسائی، زبان زبان ہوتی ہے۔ اردو دہلی، لکھنو میں پیدا ہوئی، حیدرآباد دکن میں پلی بڑھی، لاہور کراچی اس کے نئے مسکن ٹھہرے، اب پوری دنیا میں نئی بستیاں آباد ہوتی جا رہی ہیں، مجھے خوشی ہے کہ اس کو پڑھنے، سننے، لکھنے اور بولنے والے یورپ، افریقہ اور مڈل ایسٹ میں لاکھوں تعداد میں ہیں۔

میں نے ایک تفصیلی خط ''نوشاد'' کی وفات کے حوالے سے لکھا تھا۔ خدا جانے ان کے لواحقین تک پہنچا ئے یا نہیں جب کوئی ایسا شخص دنیا سے گزر جاتا ہے تو دنیا خالی ہو جاتی ہے، قراۃ العین اور نوشاد نے اردو کو غریب اور ہمیں بے سہارا کر دیا ہے۔

آپ کی مختصر نظمیں میں ارکان، اوزان اور ہیئت کی بحث کی تو یہ چلتا رہتا ہے، اصل بات فکر مشاہد، سوچ اور شاعری ہے، جس کا آپ کے ہاں بہت ہی حسین امتزاج موجود ہے، میں اپنی اس تحریر کو سمیٹتے ہوئے آپ کا از حد شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے یاد رکھتے ہیں، میں دعا گو ہوں کہ خدائے نطق ولب آپ کے نام، کام، کلام اور قوام میں اضافہ و برکت عطا فرمائے، آپ کی شخصیت کی خوشبو کا صندل مہکتا رہے، آپ یونہی مضامین کے انبار لگاتے رہیں، اردو جو کہ ہماری آن، بان، شان، ایمان، ایقان، زبان اور پہچان ہے، یونہی ترقی کرتی رہے یقیناً ایسا ہی ہوگا،

فیصل ٹون، لاہور

۸؍فروری ۲۰۰۸ء

نعتِ نبیؐ میں نئی جہتیں

قطعۂ تاریخ نعت نبیؐ ...... شاہ حسین نہری

اے نویدیؔ صبا خوب ہے نعت مہک

نثر آہنگ میں یہ نعتِ احمدؐ کی چمک

نعت میں نثر کی ہے تجربے کی یہ جھلک

تجربہ ہے یہ نیا آپ کی یہ بھی چمک

وقف اردو کے لیے آپ کی ہے یہ للک

آپ سے پائے ادب رفعتِ اوجِ فلک

سربلند آپ رہیں لوگ سب جائیں ٹھٹک

ایک شیدائے صبا آں کرامت زِ کٹک

شاہؔ تاریخ کہے

"نثر میں نعت مہک"

۱۴۳۵ (ہجری)

شاہ حسین نہری

۱۲ر جولائی ۲۰۱۴ء

اورنگ آباد دکن

ڈاکٹر جاویدہ حبیب

''نقش لاثانی''

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر،
یہ کیسی ساعت ہے
یہ کیسا مقام ہے
یہ کیسا مرتبہ ہے
جو حضور اکرمؐ کی نظر التفاتِ خاص سے عطا ہوا ہے
میں خاموش تھی
سرد تھی
جامد تھی
نعت کی نورانی وسعتوں سے بے خبر
مصطفائی جلوؤں سے ناشناس
فیضانِ حبیبِ کبریا سے نابلد
نعتِ نبیؐ کی عقیدتوں، اور محبتوں سے دور دور
اچانک------**نعتِ نبیؐ** کا نور پھیلا
مرے سینے میں
میرے رگ و پے میں
میرے ذہنی نشیب و فراز میں
یہ کیسی نورانی تجلّی
یہ کیسی فرحت بخش خوشبوئیں
رواں دواں ہو گئیں
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر،

☆☆☆

پروفیسر کرامت علی کرامت

عرضِ مرتب

علیم صبا نویدی کو ان معنوں میں ''تمل ناڈو کا بابائے اردو'' کہا جاتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے بلند پایہ تخلیقی اور تنقیدی کارناموں کے ذریعہ اردو کے دامنِ شعروادب کو مالا مال کیا بلکہ اپنی منفرد تحقیقی کاوشوں سے تمل ناڈو کے بہت سے گوہر آبدار کو قعرِ گمنامی سے باہر نکال کر ان سب کو زندۂ جاوید بنا دیا۔ اس طرح جیسا دور دراز غیر اردو علاقہ پوری اردو دنیا کے ساتھ مربوط و منسلک ہو گیا۔ غیر اردو علاقے میں رہ کر اردو زبان وادب کے دیوانے جو قربانیاں دے رہے ہیں، ان کا صحیح اندازہ اردو علاقوں میں بسنے والے زبان وادب کے ٹھیکیدار شاید لگا نہیں سکتے۔ ان حضرات کی نظر اپنے گرد و نواح کے مخصوص علاقوں تک محدود رہتی ہے اور ان علاقوں سے زیادہ دور تک نہیں پہنچتی۔ غالباً یہی سبب ہے کہ علیم صبا نویدی کی مجموعی ادبی خدمات کو ابھی تک نظر انداز کیا گیا اور مرکزی علاقوں کے ایسے ایسے لوگوں کو اچھالا گیا جو تخلیقی معیار و مقدار کے اعتبار سے علیم صبا کے دروازے پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں تھے۔

علیم صبا کا دائرۂ تخلیقیت کافی وسیع ہے جو نثر میں افسانہ نگاری، تنقید نگاری اور تحقیق سے لے کر شاعری میں نظم و غزل کے علاوہ آزاد غزل، ہائیکو، ماہیے، سانیٹ، ترائیلے وغیرہ مختلف النوع اصناف سخن کو محیط ہے۔ اس سے قبل مختلف شعری اصناف پر مبنی ان کے کئی نعتیہ مجموعے ''مراۃ النور'' ''نور السلوات''، ''ن''، ''اسمِ احمدؐ'' شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعۂ کلام علیم صبا کی نعتیہ نثری نظموں پر مبنی ایسا مجموعہ ہے جس کا ذائقہ ان کی دیگر نظموں سے مختلف ہے۔ اس لئے ان کا مطالعہ قارئین کرام کو نیا لطف دے جائے گا۔

اردو کے پورے نعتیہ کلام کے سرمائے پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پر غزل کا فارم ہی حاوی رہا ہے۔ ان غزلیہ نعتوں کے اشعار میں سرورِ کائنات سے جذبۂ محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ کہیں حضورؐ کی صورت و سیرتِ حسنہ کی مدح سرائی ہوتی ہے تو کہیں امتوں کی زبوں حالی، مدینہ منورہ کی دید کی

خواہش، خواب میں یا قبر میں رسولِؐ اکرم کے دیدار کی تمنا، میدانِ حشر میں امام الانبیاؐ کی شفاعت اور جنت میں ساقیِ کوثرؐ کے دستِ مبارک سے آپ کوثر پینے کی آرزو کا اظہار ہوتا ہے۔ غزل کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں کہی گئی مختلف شاعروں کی تقدیسی نظموں میں بھی تقریباً اسی قسم کے جذبات کا اظہار ہوتا رہا ہے، البتہ اسالیب کے فرق کے ساتھ۔ لیکن علیم صبا کی یہ نثری نظمیں خود ''اپنی ذات'' میں ڈوب کر کہی گئی ایسی تقدیسی نظمیں ہیں جن میں آقائے نامدار احمدِ مجتبیٰ ﷺ کے روحانی اور نورانی رشتے کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علیم صبا کی ان تمام نظموں کا کلیدی لفظ ''نور'' ہے اور اس لفظ سے نہ جانے وہ کتنے نئے نئے انداز کی علامت نگاری، استعارہ سازی اور پیکر تراشی کا کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعے کی تمام نظمیں گویا ''اول ماخلق اللہ نوری'' کی تفسیر و تعبیر معلوم ہوتی ہیں۔ اہلِ سنت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ سب سے پہلے ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے نور سے رسول کا نور پیدا کیا اور رسولؐ کے نور سے ساری کائنات کی تخلیق ہوئی۔ اسی وجہ سے علیم صبا کہتے ہیں:

تہذیبوں کو نور دینے والا
لفظ و معنی کو شعور دینے والا
جذبوں کو جلوۂ ظہور دینے والا
سپنوں کو قرآنی آیتوں سے معمور کرنے والا
وہ نور ہی نور تھا
جو پھیل کر کائنات بنا
ارض و سما کی مقدس بارات بنا

(نظم: اول ماخلق اللہ نوری)

عشقِ نبیؐ کے طفیل شاعر پر مختلف اوقات میں مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔ مثلاً جب کبھی کالی کملی شاعر کے سر پر سایہ فگن ہوتی ہے تو شاعر محسوس کرتا ہے وہ سراپا منور ہو گیا ہے۔ (نظم معجزہ)

اُسی طرح جب شاعر رحمۃ اللعالمین کی رحمتوں کو جلوہ ریز پاتا ہے تو وہ خالقِ کائنات سے پوچھتا ہے:

وہ کون ہے؟
یہ وہی تو نہیں
جس کا ہماری پلکوں میں نور ہے

جو پتلیوں سے نکل کر

ہر سو رواں دواں ہے

(نظم: نورانی پتلیاں)

نظم ''نور الٰہی'' کا آغاز اُسی معصوم تحیر آمیز سوالات سے ہوتا ہے جو ہر بچے کے ذہن میں فطری طور پر پیدا ہوتا ہے، یعنی آسمان سے زمین کا، سورج سے چاند کا اور سمندر سے گھٹاؤں کا یہ کیسا رشتہ ہے؟ ہم سب کہاں سے آئے ہیں اور ہمیں کہاں جانا ہے؟ ان سوالوں کا جواب شاعر ان الفاظ میں دیتا ہے:

بس نور کا دامن تھام لیں

سارے پنہاں رموز

اپنی ذات کے اندر

واضح ہو جائیں گے

جب ہم خود میں کھو جائیں گے

علیم صبا کے ذیل کی سہ سطری نظموں سے ان کا موقف واضح ہو جاتا ہے:

- میری کائنات کا سورج
  میری زندگی کا محور
  نورِ محمدیؐ
- حضورؐ کی نسبت سے میں
  معتبر ہو چکا ہوں
  منور ہو چکا ہوں

یعنی نورِ محمدیؐ میں ساری کائنات ڈوب چکا ہے، شاعر کا سارا وجود اس تجلی سے سرشار و شرابور ہو چکا ہے۔

دراصل عربی لفظ ''نور'' ایک ایسا لفظ ہے جس کا مترادف کسی بھی زبان میں کوئی دوسرا لفظ ہے ہی نہیں۔ قرآن حکیم کی چھوٹی سی آیت ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط'' کو مختلف مفسرین نے مختلف انداز سے سمجھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مختلف مترجموں نے اس آیت کا ترجمہ الگ الگ انداز سے کیا ہے جس کی وجہ سے بعض ترجمے باہمی طور پر متضاد معلوم ہوتے ہیں اور ان میں بُعد المشرقین کا گمان ہونے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کے ترجموں پر غور کیجئے:-

Allah is the light of the heavens and the earth.

(Marmaduke Pickthal)

☆☆☆

اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔(مولانا ثناء اللہ امرتسری)

☆☆☆

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی)

اللہ آسمانوں کا بھی نور ہے اور زمین کا بھی (مرزا بشیر الدین محمود احمد)

مندرجۂ بالا چار ترجموں میں تقریباً ایک ہی مفہوم کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ان تراجم سے ہٹ کے دو اور ترجمے ملاحظہ فرمایئے:

(الف) اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا (مولانا اشرف علی تھانوی)

(ب) اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔(ڈپٹی نذیر احمد)

ان دونوں قسم کے ترجموں میں اصل اختلافی پہلو یہ ہے کہ اللہ بذاتِ خود نور ہے کہ نہیں؟ مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی کا کہنا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ بذاتِ خود ایک نور ہے یہ قطعاً غلط ہے۔نور تو اس کی ایک مخلوق ہے اور مخلوق اور خالق ایک نہیں ہوتے۔ارشادِ الٰہی ہے: ''وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّور'' (اس نے ظلمت اور نور کو پیدا کیا)۔

یہ ثابت ہوا کہ جاعل و مجعول کبھی ایک نہیں ہو سکتے، کیونکہ جاعل بہ معنی خالق اور مجعول بمعنی مخلوق ہے اور خالق ہے اور خالق و مخلوق اور فاعل و مفعول کا ایک ہونا امرِ محال ہے۔عام لوگوں کو خیال ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، حالانکہ عربی میں لفظ ''نور'' کبھی مصدر کے معنی دیتا ہے تو کبھی مفعول کے اور کبھی فاعل کے۔اس لئے عرب مفسرین اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔''اللہ منور السموت والارض ط'' یعنی ''اللہ آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا ہے۔''

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مولانا تھانوی اور ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمے مولانا کاندھلوی کے وضاحت کردہ مفہوم سے بڑی حد تک قریب ہیں۔لیکن اس ہیچ مداں راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ لفظ ''نور'' کا ترجمہ نہ "Light" ہو یا ''روشنی'' اس کا تعلق طبیعیاتی (Physical) کائنات سے ہے۔جبکہ ''نور'' کا تعلق مابعد الطبعیاتی (Metaphysical) اور طبیعیاتی دونوں طرح کی کائنات سے ہے۔''نور'' کا مفہوم اس قدر وسیع اور پُر اسرار ہے کہ اس کی معنوی گہرائی تک رسائی حاصل کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔طبیعیات میں روشنی یا "Light" کو فوٹن (Photon) اور برقی مقناطیسی لہر

(Electro-magnetic waves) کی شکل میں دیکھا جاتا ہے جبکہ مابعد الطبیعیاتی ''نور'' کا ان چیزوں سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ اللہ بہر حال آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور راقم الحروف کے خیال میں قرآنی آیت ''اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط'' کو ''اَللّٰہُ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' سے بدل دینا گناہِ عظیم بھی ہے اور لفظ ''نور'' کی وسیع دائرہ معنویت کو مسدود اور محدود کرنے کے مترادف بھی۔ بہر کیف یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ''اللہ کے نور'' کی کیفیت سوائے رسولؐ اللہ کے کسی اور کو معلوم نہیں۔

تصوف میں نورانی کیفیت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی نفسیاتی کیفیت ہے جس کا تعلق براہِ راست مابعد الطبیعیاتی تجربوں سے ہے۔ تصوف کے مختلف سلسلوں (مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ، سہروردیہ وغیرہ) میں مراقبہ کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ ان طریقوں سے گزرنے کے بعد سالک ایک ایسے مرحلے پر پہنچتا ہے جہاں اُسے مختلف قسم کے انوار کا سامنا ہوتا ہے۔ بقولِ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، یہ نور کبھی سفیدی لئے ہوئے تو کبھی سبزی اور زردی کے ساتھ عقیق کی طرح یا سیاہی مائل ہوسکتا ہے۔ اگر وہ نور بائیں کندھے کی جانب سے نمایاں ہو رہا ہے، لیکن اس میں اتصال نہیں ہے تو وہ شیطان کا نور ہے۔ اگر وہ نور اوپر کی جانب سے یا پیچھے کی جانب سے آرہا ہے تو وہ فرشتے کا نور ہے۔ جو نور درمیانِ ذکر و فکر عموی طور پر ظاہر ہوتا ہے، وہ کراماً کاتبین کا نور ہوتا ہے۔ اگر نور اوپر سے ظاہر ہوا ہے اور سالک کے کندھے سے لگا ہوا نہیں ہے، تو وہ مرشد کا نور ہے۔ لیکن اگر وہی نور قبلہ کی سمت سے آرہا ہے تو وہ نورِ محمدی ﷺ ہے۔ (صفحات ۱۰۱ اور ۱۰۲ ''تحفۂ قربِ الٰہی'' از مسلم احمد الفصیحی ملاحظہ ہو (Alhuda Publications @ yahoo.com)

علیم صبا نویدی نے اسی نورِ محمدی پر ہی نثری نظم کی شکل میں اپنی نعت گوئی کی اساس رکھی ہے۔ یہ بات غزل کے فارم میں لکھی گئی نعتوں میں ممکن نہیں تھی۔ لہٰذا نثر نما نعتیں خود علیم صبا کی دیگر نعتوں سے بالکل الگ تھلگ کیفیت کی حامل نظر آتی ہیں۔

یہاں ایک اور اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علیم صبا نے نورِ محمدیؐ سے والہانہ جذبۂ شیفتگی کے اظہار کے لئے نثری نظم کا وسیلہ کیوں اختیار کیا؟ اس عمل کے لئے ''آزاد نظم'' کا پیرایہ اپنا سکتے تھے (جسے ترقی پسندی سے لے کر جدیدیت تک بیشتر شعراء نے اپنایا تھا)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان (نثری نظم نما) نعتوں میں شاعری کے جذبات قالبِ الفاظ میں ڈھل کر اس قدر فطری انداز میں شگفتہ، شاداب اور تر و تازہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے خارجی اور داخلی آہنگ میں تصنع زدگی کا شائبہ تک نہیں گزرتا اور پھر علیم صبا جیسے مشاق شاعر کے لئے چھوٹے چھوٹے مصرعوں پر مبنی ان نثری نظموں کو پابند فارم میں ڈھالنا چٹکی بھر کا کھیل تھا۔ لیکن انھوں نے ایسا غالباً اس لئے نہیں کیا کہ ہمارے قارئین۔ یہ نثری نعتیں پڑھ کر ایک نئے ذائقہ، ایک نئے جمالیاتی نشاط

سے روشناس ہو سکیں۔

علیم صبا کی یہ نثر نما نعتیں فنِ شاعری کی تمام اہم خصوصیتوں مثلاً تشبیہات، استعارات، پیکر تراشی، علامت نگاری، معنی آفرینی، جذبات کی اضافی فراوانی وغیرہ سے مزین نظر آتی ہیں۔ بعض مقامات پر شاعر نے مختلف حاسوں (Senses) سے وابستہ پیکروں کو ایک ہی نظم میں یکجا کر دیا ہے، ایک ہی دھاگے میں پرو دیا ہے۔ مثال کے طور پر نظم ''سفر'' ملاحظہ فرمایئے:

پُرانے آسماں سے
طلوع ہونے والا نیا سورج
سب نے دیکھا
لیکن چند ذہین آنکھوں نے
اس کو چُھوا ہے
اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے
کہیں وہ خاموش اتھاہ سمندر ہے
کہیں ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اجالا
کہیں وہ تجلی کا ظہور
وہ سفر جس کا کوئی انت نہیں

''پُرانے آسماں سے طلوع ہونے والا نیا سورج'' کون ہے؟ ظاہر ہے کہ اسلام ہے جو پیغمبرِ اسلام کا نوعِ انسان کو بہترین تحفہ ہے۔ اس نظم میں شاعر نے پانچوں قسم کے حاسوں (جنھیں سنسکرت میں پنچیندریہ کہا جاتا ہے) سے وابستہ پیکروں کو بڑی خوش اسلوبی سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ یعنی:

(۱) آنکھوں نے اس کو چھوا ہے (پیکرِ لامسہ)

(۲) اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے (پیکرِ شامہ و ذائقہ)

نوٹ: یہاں امتزاجیت (Synesthesia) کا تجربہ انجام دیا گیا ہے۔

(۳) خاموش اتھاہ سمندر (پیکرِ سامعہ)

(۴) نورانی اُجالا اور تجلی کا ظہور (پیکرِ باصرہ)

اُسی طرح نظم ''نورانی لمحات'' میں بھی شاعر نے بیک وقت مختلف حاسوں سے وابستہ پیکر اخذ کئے ہیں، مثلاً:

(۱) نکہت و نغمے میں ڈوبے موسم (شامہ + سامعہ)

(۲) رنگ برنگی تتلیوں کا گیت (باصرہ + سامعہ)

(۳) سورج کرنوں کا جلوس (باصرہ)

(۴) ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں (لامسہ)

مذکورہ نظم کا اختتام یوں ہوتا ہے:

سب کے سب
محوِ درودِ مصطفےٰ

علیم صبا نے مختلف حاسوں سے پیکر اخذ کر کے ہمارے سامنے جس طرح ان کا ایک خوبصورت اور خوش رنگ آمیزہ پیش کیا ہے، اس کی مثالیں اردو کی دیگر پابند اور آزاد نظموں میں بھی بہت کم کہیں اور نظر آتی ہیں۔

علیم صبا کی نثر نما نعتوں کی ایک اور خصوصیت جو اپنی جانب قاری کا دامنِ دل بیک نظر کھینچتی ہے، وہ یہ ہے کہ شاعر فطری مناظر سے اپنا رشتہ استوار کرتے ہوئے ہر مقام پر جلوۂ نبی کی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔ یہ خوبی جوش کے علاوہ بنگالی شاعر قاضی نذر الاسلام کی نعتوں میں بطورِ خاص پائی جاتی ہے۔ اردو کے کُل نعتیہ سرمایے میں اس خصوصیت کا بڑی حد تک فقدان نظر آتا ہے۔ علیم صبا کی نعتوں کی ذیل کی مثالوں سے راقم الحروف کی یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے:

(الف)

میرا رشتہ
مسکراتے پھولوں سے
ہنستی کلیوں سے
بہاروں کی کونپلوں سے
پیڑوں کی چھاؤں سے
خوشبودار گاؤں سے
سرسبز وشاداب کھیتوں سے
ہری بھری پگڈنڈیوں سے
بہتی ندیوں سے

کہسار کے آبشاروں سے
جاگتے تالابوں سے
لہراتی جھومتی صبحوں سے
سرمست مہکتی شاموں سے
میرا رشتہ ہے مضبوط بہت
میں سب سے ہوں مربوط بہت
میری ذات میں نورِ نبیؐ ہے
میرا مقدر جوہری ہے (نظم: جوہری مقدر)
(ب)
ہریالی پہ مسکراتا ہوا
سرسبز پودوں میں لہلہاتا ہوا
تازہ پھولوں پتوں کی اوٹ سے جھانکتا ہوا
ایک چہرہ
منور چہرہ
کائنات کا بھید بھاؤ سمجھا رہا ہے (نظم: مقدس روانی)

غرض کہ اس مجموعے میں شامل تمام نثری نظمیں علیم صؔبا نویدی کے شعری سفر کے ایک نئے موڑ کا پتہ دیتی ہیں۔ امید قوی ہے کہ موصوف کا یہ مختصر سا شعری مجموعہ اردو کی تقدیسی شاعری کی تاریخ میں ایک نئے عہد کے آغاز کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

☆☆☆☆☆

بابِ خوشبوئے نور آفریں

پروفیسر علیم اللہ حالیؔ

"نثری نعتیں اور علیم صبؔا نویدی"

شاعری کی اثرانگیزی کے لئے اوزان و بحور اور قوافی و ردیف کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ اصل چیز ہے جذبے کی وارفتگی، موضوع سخن کے فن کار کا ناگزیر ذہنی رابطہ، اظہار کی تابابی اور بیان پر مکمل دسترس۔ اگر کسی فن کار کو یہ دولت مل جائے تو پھر اس کی شاعری دل نشیں ہو جاتی ہے۔ موضوع خواہ کچھ بھی ہو اگر فنکارانہ خصوصیات سے متصف ہے تو فن پارے میں رنگ دوام پیدا ہو جاتا ہے۔ تخلیق کا صحیح منصب اسی طرح پورا ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ کہ

من نہ دانم فاعلاتن فاعلات
شعر فی گویم بہ از آب حیات

اسی صورت میں قابل تسلیم ہوسکتا ہے جب فن کار متذکرہ بالا خصوصیات کا حامل ہو جائے۔ ہمارا عروض نظام بنیادی طور پر صوتی آہنگ کے حصول کا ایک آزمودہ وسیلہ ہے۔ جذبے کی وارفتگی بھی ایک صوتی آہنگ پیدا کر لیتی ہے۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ یہ ہمارے احساسات کو اس لئے متاثر کرتی ہے کہ اظہار کی بے تابی نغمگی کا باعث بن جاتی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے شعرالعجم میں ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک چھوٹے بچے کو کیڑے نے کاٹ کھایا تھا۔ وہ اس کیڑے کا نام نہیں جانتا تھا۔ روتے چیختے گھر پہنچا اور اپنے باپ سے کہا کہ ایک خوبصورت رنگین پروں والا پرندہ گاتا ہوا تیزی سے آیا اور اس نے مجھے ڈس لیا ہے۔ اس بیان کو سن کر صاحب خانہ کے دوست نے معاً کہا کہ بخدا یہی شاعری ہے۔ غور کیجئے تو چھوٹے سے بچے کے اظہار میں شاعری کے تمام لوازم موجود ہیں۔ درد و سوز نغمہ و سرور، رنگ و صورت، محاکات، پیکر تراشی، اظہار کی برجستگی۔ غرض وہ تمام اجزا موجود ہیں جو اعلیٰ درجے کی شاعری کے لئے ضروری ہیں۔

اس تمہید کے بعد جناب علیم صبؔا نویدی کی ان نثری نعتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا مجموعہ زیر

اشاعت ہے۔ علیم صبؔا نویدی نے اردو شعروادب کی اقلیم میں وہ شہرت حاصل کرلی ہے جو بہت سے لوگوں کو حاصل نہیں۔ انہیں اس فتح ونصرت پر فخر کرنا چاہئے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ ان کی شہرت عام کے پس منظر میں وہ متعدد فنی تجربات ہیں جو انہوں نے مختلف اصناف سخن کے سلسلے میں برتے ہیں۔ اپنی غیر معمولی طباعی سے انہوں نے بظاہر خشک اور اردو کی شعری روایتوں سے منحرف اسالیب میں بھی اپنے تخلیقی جوہر کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے نثری نظم کی صنف کو بھی اس حد تک مقبول ومعقول بنانے کی کوشش کی ہے جس حد تک اس صنف میں قبولیت کی گنجائش ہے۔

جناب نویدؔی کی پیش نظر نثری نعتیں فطری طور پر زیادہ روشن اور تابناک ہیں کہ نعتوں میں مقدس ومطہر جذبوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ ایسے روحانی اور سرمدی جذبات دل نشینی کے حامل ہوجاتے ہیں۔ بعض نعتوں (مثلاً سواری، نورانی تبسم، حب محمدیؐ اور تلاش وغیرہ) میں ایک غیر عجمی اور اعرابی لہجے کا احساس ہوتا ہے جس کی وجہ سے عشق رسول ﷺ کی وارفتگی قاری کے لئے زیادہ پُر اثر ہوجاتی ہے۔

نثری شاعری کے صنفی وجود کی بقا اسی وقت ممکن ہے۔ جب جذبات کی ناقابل تسخیر یورش ہو، ایک ایسا والہانہ پن اور بے محابہ کیفیت ہو جس کا احساس غالبؔ نے ''آ بگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے''، کہہ کر ظاہر کرنا چاہا ہے۔ علیم صبؔا نویدی کی مسلسل ریاضت اور روحانی ومعتقدانی کیفیت سے ان کی سرشاری کسی بھی ہیئت واسلوب پر حاوی ہوجاتی ہے۔ اور یہ نثری نعتیں اس کی تابندہ مثالیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

پروفیسر طلحہ رضوی برق

علیم صبا کی نثری نعتیں

قلم را آں زباں نبود کہ سرِّ عشق گوید باز
ورائے حدِّ تقریر است شرحِ آرزومندی

مجی علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں کا مسودہ پیش نظر ہے۔ ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں موصوف کے مرسلہ تحفے پر جی خوش ہوا، متشکر ہوں۔

نعت فن شاعری کی ایک پاکیزہ اور مقدس صنف ہے۔ نثر نویسی شعر گوئی کے برعکس اور اس سے مختلف ہے۔ شعر کی پہلی شرط اس کا موزوں ہونا ہے خواہ وہ کسی صنف شاعری کا ہو۔ نثر میں اتفاقاً ہی کوئی فقرہ یا جملہ موزوں ہو جاتا ہے، بلا قصد وارادہ۔

اردو میں روایت سے ہٹ کر جب شاعری کا چلن ہوا تو نثری نظمیں بھی لکھی جانے لگیں جو ''نظم معرا'' اور ''نظم آزاد'' سے بھی الگ ہیں۔ نثری نظم میں چھوٹی بڑی نثری سطریں گویا مصرعوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔ اس میں مبتدا و خبر اور دیگر لسانی ضابطے بھی نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی اس کا چلن شروع ہوا مگر عام نہ ہو سکا۔

''نثری نعتیں'' اپنے نام کے لحاظ سے احترام وتقدس کی حامل ہیں۔ علیم صبا نویدی نے رحمۃ للعلمین نبی مکرم ﷺ کی حیات وسیرتِ مبارکہ مقام نبوت ورسالت کا ذکر نثری انداز میں کیا ہے۔ حضور ﷺ سے ان کا جذبۂ عشق ومحبت اور ادب واحترام قابل لحاظ ہے جو ایک سچے مومن کے لئے لازم ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔

محترمی علیم صبا نویدی ایک پختہ کار اہل قلم اور خوش فکر شاعر ہیں۔ انھوں نے پابند شاعری کے بڑے ہی خوبصورت نمونے زیب قرطاس کئے ہیں جو کئی کتابوں کی شکل میں منظر عام پر آچکے ہیں۔

ان نثری نعتوں سے وہ اپنے فن پاروں میں ایک اور تازہ کار اضافہ کر رہے ہیں چھوٹی بڑی اڑتیس نثری نعتوں کا یہ مجموعہ دلچسپ اور لائق مطالعہ ہے۔ چند عناوین سے بھی نویدی کے پرواز فکر اور میلان طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً حُبِّ محمدی، معجزہ، وہ کون تھے، نور الٰہی، نور اول، محروم فیضانِ رسول، روشن جھولی، سجدہ، مبارک چہرہ، سنہری آیتیں، وسیلہ وغیرہ۔

ان کی دو ۲ بہت ہی مختصر نثری نعتیں ملاحظہ ہوں:

(۱) مقام لا	(۲) رحمانی دعاء
نعتِ نبی	دھڑکنیں ناراض
لکھتے لکھتے	خوشیاں خفا
سرشاری کیفیتیں	مسکراہٹ ہونٹوں کو چھونے سے معذور
مجھ پہ طاری ہوگئیں	شہ رگوں میں ٹھہر ٹھہر کے دوڑتے لہو
اور	کون دے گا
میں	رحمانی دعا
میں نہ رہا	آپؐ کے سوا

ایک نعت اور ملاحظہ ہو جس کا عنوان ہے "سفر"

پرانے آسمان سے
طلوع ہونے والا نیا سورج
سب نے دیکھا
لیکن چند ذہین آنکھوں نے
اس کو چھوا ہے
اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے
کہیں وہ اتھاہ سمندر ہے
کہیں اندھیکھی دھڑکنوں کا نورانی اُجالا
کہیں وہ تجلی کا ظہور ہے
وہ سفر جس کا کوئی انت نہیں

ان نظموں کا ایک ایک لفظ نورانی نقطہ ہے یا ہشت پہل ہیرا۔ خیالات کی دنیا کو روشن کرنے والا، بصیرت کے لئے روشنیوں کا ایک جھماکہ۔ تشبیہ استعارہ، کنایہ، مجاز اور اشاروں کی ایک سرسبز و خوش رنگ وادی۔ علیم اپنے قاری کو اپنے تراشیدہ الفاظ سے رنگ و نور کی دنیا میں دھکیل دیتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نویدی ایک ہوش مند، باخبر اور مشاق ادیب و شاعر ہیں، ذہانت ان کی بلائیں لیتی ہے۔ مجھے یقین ہے اہل نظر ان کی علمی کاوشوں سے محظوظ ہوں گے۔

دعائے صبح و شام تو کلید گنج مقصود است   بایں راہ و روش میر و کہ باولدار پیوندی

پروفیسر احمد سجاد

نعت نبی ﷺ کی نئی جہتیں

''نعت نبی کی نئی جہتیں'' کے زیر عنوان ایک مختصر سے مجموعہ کا مسودہ اس وقت راقم الحروف کے پیش نظر ہے۔ جس کے تخلیق کار اردو دنیا کے مشہور و معروف شاعر و ادیب، محقق و نقاد علیم صبا نویدی ہیں۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ علیم صبا اپنی شعری و نثری تخلیقات میں گھسے پٹے موضوعات کے بجائے ہمیشہ نئے نئے موضوعات و عنوانات کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس لیے بجا طور پر وہ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ:

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار　　خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

نعتیہ شاعری اردو میں اب ایک مقبول و محبوب صنف کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ اب ملک اور بیرون ملک میں نعتیہ مشاعروں کا بھی سلسلہ چل پڑا ہے۔ اہل نظر کے علم میں ہے کہ صنف نعت چونکہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ سے قلبی تعلق و محبت کا شعری اظہار ہوتی ہے اس لیے بعض اوقات اس کی نزاکت اور آداب 'حمد' سے بھی فزوں تر ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض شعرا خدا اور رسول کے فرق مراتب سے ناواقفیت یا جوش و جذبات میں ایک دوسرے کے مرتبے کو گڈمڈ کر دیتے ہیں اور شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

علیم صبا نے بڑی خاکساری کے ساتھ رسول کریمؐ کے حضور اپنی نظم ''ندامت'' میں اظہار شرمندگی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کے والدین اور خاندان میں ''عبادتوں کی خوشبوئیں'' اور ''درود کی کرنیں'' ہر جگہ ہر وقت چھائی رہتی تھیں مگر اس ماحول میں ان کی ذات ''غلاظتوں کی دلدل میں دھنسی'' ہوئی تھی۔ بالآخر اپنی خودی کو مسمار کر کے تائب ہوئے تو گویا ان کا ''دوسرا جنم'' ہوا تو گھر کا گھر ششدر رہ گیا اور اب ان کی آنکھوں میں ''تجلیوں کی ایک نئی کائنات'' اور درود مصطفیٰ کی مقدس آواز کی گونج تھی۔

بیشتر آزاد نظمیں مختصر ہیں مگر ان میں جو سرشاری اور سرمستی ہے وہ صوفیانہ بے خودی و بے کرانی کی یاد تازہ کرتی ہے۔ شاعر کی خوبی یہ ہے کہ اس سرشار کیفیت میں بھی اس نے حفظ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ ''مقام لا'' میں بھی اس کی ''آرزو'' یہ ہے کہ

میں خاک زاد ہوں
آپؐ سراپا نور کونین
تھوڑی سی روشنی بھی
مل جائے بھیک میں

حب رسولؐ کے انتہائی احساسات و جذبات کو شاعر نے تقریباً ہر نظم میں ''نور اور خوشبو'' کے مختلف الفاظ و اشارات کو بڑے جذب و مستی کے عالم میں پیش کیا ہے۔ مثلاً

''ایک چہرۂ نورانی، سراپا قرآنی، ذات اقدس کے جلووں، سراپا منور، نورانی اجالا۔ خوشبو کا ذائقہ، نورانی ملبوس،

نورانی پتلیاں، روشن زباں، جلوہ فشاں، نورانی لمحات، سرمست مہکتی شام، نور نبیؐ، نورانی دعائیں، روشن کائنات، معطر لمحات، نوری کرنوں سے منور، نورانی چہرہ، پرنور آنکھیں، نورانی سفر، صد جلوہ گاہ طور، مصطفائی کرن، صبح نورانی، نئی روشنی، روشنی کے بھید، نورانی پیکر، قرآنی نور"۔

ان علامتوں میں شاعر کا جذب دروں جھلکا پڑتا ہے۔ اس نے "مصطفائی تہذیب" اور "شعر مصطفیٰ کے ذریعہ" قرآنی نور، عرفان ذات اور "یہ شہر پھول والوں کا ہے" کہہ کے کچھ بھی نہیں چھپایا ہے۔ مگر باانداز شاعرانہ کہ یہی عمدہ شاعری کی پہچان ہے۔ علیم صبا کا اسلوب بڑا پہلودار اور جامع ہے، جہاں جن کیفیات و احساسات کو ظاہر کرنا چاہیں ان کے لیے موزوں ترین الفاظ ان کے خامہ پرنور سے تجلی ریز ہونے لگتے ہیں۔

واضح ہو کہ ذات اقدس کی قدامت اور "نور محمدی" کے متعلق اکابر صوفیا نے اس کا مختلف انداز سے تذکرہ کیا ہے۔ مشہور صوفی اور فلسفی شیخ اکبر محی الدین ابن العربی (۱۲۴۰ء۔۱۱۶۵ء) سے بہت پہلے ہی حضور کریم کی ہستی کی قدامت کا عقیدہ تسلیم کیا جاچکا تھا، جس کے مطابق اللہ نے جس کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ نور محمدی ہے جو آدم میں آیا اور نسلاً بعد نسلاً تمام پیغمبروں میں ہوتا ہوا بالآخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا۔

علیم صبا کو حسب موقع الفاظ و اسلوب کو فنکارانہ انداز میں برتنے کا سلیقہ آتا ہے اسی لیے مختصر نظموں اور بحروں کے آزادانہ استعمال کے باوجود ہر نظم موثر اور دل نشیں ہے۔ شاتم انبیاء یا جہاں حب رسول کے برخلاف گستاخان رسول کا تذکرہ آجائے تو وہاں علیم صبا کے زبان و بیان کی غضبنا کی و قہرمانی دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ مثلاً "محروم فیضان رسولؐ" اور "شہر مصطفیٰ" کو دیکھا جاسکتا ہے۔ شاعر نے اشارے کنائے میں ذات اقدس کی سیرت کے بعض پہلوؤں اور تاریخی واقعات کی طرف تو کم کم اشارے کیے ہیں مگر عشق رسولؐ میں وارفتگی اور نور الٰہی کے سیلاب تجلی کا بڑے موثر انداز میں جابجا اظہار کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اردو کی نعتیہ شاعری میں "نعت نبیؐ کی نئی جہتیں" اسم با مسمّیٰ کی حیثیت سے منظر عام پر آئی ہے۔ اور عاشقانہ رسول کے لیے یہ ایک قیمتی تحفہ ہے۔



علقمہ شبلیؔ، کلکتہ

نعت نبی ﷺ میں نئی جہتیں

نثری نظم کی ترکیب بھی میری فہم ناقص سے بالاتر رہی ہے۔ دو متضاد لفظوں کی یہ ترکیب ایک طرف انتشار اور بکھراؤ کی دعوت دیتی ہے تو دوسری طرف ترتیب و تنظیم کی متقاضی ہے۔ اس لئے اس پر طبع آزمائی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ مگر اسے کیا کیجئے کہ مبتدی شعراء اور متشاعروں نے اسے آسان صنف سمجھ کر اپنا تختۂ مشق بنایا اور اس طرح اپنے عجز بیان کا ثبوت تو فراہم کیا ہی، اس صنفِ سخن کو بھی ذلیل ورسو کیا۔ اس لئے اس طرح کی بیشتر نظمیں سپاٹ اور چند نثری فقروں کا مجموعہ نظر آتی ہیں۔ اگر وہ شعرا جو مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کرتے رہے ہیں اور جن کی کاوشیں پابند، آزاد اور معریٰ نظموں کی صورت میں سامنے آچکی ہیں، وہ نثری نظم کو بھی اپنا وسیلۂ اظہار بناتے ہیں تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے اور اس کے امتیازات کی نشاندہی ہوسکتی ہے۔

جناب علیم صباؔ نویدی ہمارے ان قادر الکلام شاعروں میں سے ہیں جن میں تخلیقی وفور وہبی بھی ہے اور کسبی بھی۔ وہ ایک مدت سے مختلف اصناف سخن پر نہ صرف طبع آزمائی کرتے رہے ہیں بلکہ اپنی قادر الکلامی، زود گوئی اور جدّت طرازی کی ایسی مثالیں پیش کرتے رہے ہیں جو نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ انہوں نے میدان شاعری میں نت نئے خوشگوار تجربے بھی کئے ہیں۔ جنہیں بہ نظر تحسین دیکھا گیا ہے۔ اس لئے جب ان کی کچھ نثری نعتیں موصول ہوئیں اور ان کو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو ایک بار پھر اُن کی قدرت کلام اور ندرت بیان کا قائل ہونا پڑا اور بے ساختہ زبان پر آگیا۔

''دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور سہرا''

میں نے اپنے مضمون ''نعت اور شعریت'' میں نعت پر اظہار خیال کرتے ہوئے جو لکھا تھا، اس کا اعادہ یہاں غیر مناسب نہیں ہوگا۔

> ''جس طرح دوسری اصناف سخن قصیدہ، غزل، مرثیہ، مثنوی وغیرہ میں اعلیٰ شاعری کے لئے شعریت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح نعت کا بھی اصل جوہر وہ شعری قوت ہے جو ہر باذوق قاری کے لئے مقناطیسی کشش رکھتی ہے۔ صرف جذبات عقیدت یا موضوع کی معلومات سے شعر کی قدر و قیمت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اسے باوقار بنانے کے لئے فنی نزاکتوں اور شعری

ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھنا اور تخلیقی تجربوں کو شعری جمالیات اور عصری ادبی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ شعریت کے بغیر محض جذباتِ عقیدت اور احساساتِ قلبی کو نظم کر دینے سے نعت گوئی کا تقاضہ پورا نہیں ہوتا۔ عقیدت و شعریت کے حسین امتزاج ہی سے اعلیٰ نعت کی تخلیق ہو سکتی ہے بلکہ دیگر اصناف میں جس قدر موضوع کی حرمت اور خیال کی طہارت پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔اس سے کہیں زیادہ نعت گوئی کے لئے یہ ناگزیر ہے کیونکہ نعت گوئی کی منزل بہت دشوار ہے۔ یہاں ذرا سی بے احتیاطی سے شاعر کی فکری کاوشوں اور شعری ریاضتوں کا خون ہو جاتا ہے۔ذرا حدِ اعتدال سے روگردانی کی اور اس کے ڈانڈے کفر و شرک تک پہنچ گئے۔اس میں ادبی پابندیوں کے ساتھ ساتھ مذہب کی عائد کردہ پابندیوں کا لحاظ بھی ضروری ہے۔''

خوشی کی بات ہے کہ علیم صبا نویدی نے اپنی نعتو میں شعریت کو مجروح ہونے نہیں دیا ہے۔عقیدت و شعریت کے امتزاج سے جو فضا تیار ہوئی ہے وہ جاں فروز بھی ہے اور روح افزا بھی۔نثری نظم میں ان کی نعتیں رسول اکرم ﷺ سے اُن کی عقیدت و محبت کی نشان دہی تو کرتی ہی ہیں، دوسری طرف ان میں تخلیقیت کا وفور بھی ہے۔الفاظ کے خلاقانہ دروبست سے بیشتر نعتیں ''از دل خیز و بر دل ریزد'' کی عمدہ مثالیں ہیں۔یہ دلوں کو چھوتی ہیں۔روح کو سرشار کرتی ہیں اور اس خاکی دنیا سے پرے ایسی فضا میں لے جاتی ہیں جہاں نور ہی نور ہے۔لبوں پر درود و سلام ہیں اور سرِ نیاز سراپا ناز کے آگے خم ہے۔زیادہ تر نظمیں مختصر ہیں اور کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی آفرینی کی مستحسن کوشش ہے۔نظموں کے اقتباس دے کر میں ان کے تاثر کو مجروح نہیں کرنا چاہتا۔ جب تک پوری نظم سامنے نہ ہو اس سے مکمل طور پر احتظاظ و انشراح ممکن نہیں۔ محض نمونے کے طور پر ایک مختصر نظم پیش خدمت ہے:

صدقہ

یہ ہوا کے سرد جھونکے
لوبانی خوشبوئیں
فرحت بخش موسم
ساون رُتیں
سر مستیوں کے دن

مبارک راتیں

مقدس لمحات

روحانی تجلیاں

حضورؐ کی آمد کا صدقہ

کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ مزید نعتوں سے محظوظ ہوں اور میری معروضات کی خود تصدیق کرلیں۔ یقین ہے کہ ان کی دوسری کتابوں کی طرح ان کی اس مجموعۂ نعت کی بھی علمی وادبی حلقوں میں پذیرائی ہوگی اور عام قاری کو بھی روحانی سرشاری سے ہم کنار کرے گی۔ تمنا ہے کہ علیم صبا نویدی صاحب تا دیر صحت و تندرستی کے ساتھ زندہ رہیں تا کہ زبان وادب کے خزانے میں با معنی اضافہ ہوتا رہے۔ ''امین دعا از من واز جملہ جہان آمین باد''!



ڈاکٹر شارب ردولوی، لکھنو

علیم صبانویدی اور نثری نعت

اردو میں نعت گوئی کی روایت فارسی شاعری سے آئی اور اسے اب فروغ حاصل ہوا کہ ہر صنفِ سخن پر چھا گئی۔ قصیدہ، رباعی، قطعہ، مخمس، مسدس اور غزل کی ہیئت میں لوگوں نے اپنی عقیدت اور رسولِ اکرم ﷺ سے اپنی محبت کا اس طرح اظہار کیا کہ وہ عبادت بن گیا۔ نعت گوئی عام شاعری کے مقابلے میں مشکل بھی ہے اور نازک بھی۔ شہنشاہوں کی شان میں جو قصیدے لکھے گئے ان میں شعراء نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے لیکن نعت میں تعریف بھی حدادب میں ہی رہ کر کی جاسکتی ہے فارسی کا ایک شعر ہے۔

ہزار بار بہ شویم دہن بہ مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

(ہزار بار بھی اپنی زبان مشکل وگلاب سے دھوتا ہوں پھر بھی تیرا نام لینا بڑے ادبی ہے)

یہ تہذیب نعت ہے کہ تمام احتیاط واحترام کے باوجود نام لینا بے ادبی محسوس ہوا۔ نام تو ہم اس کا لیتے ہیں جو برابر والا ہو پھر جو بڑوں میں سب سے بڑا ہو، جو احترام والوں میں سب سے محترم ہو اس کا نام کس طرح لیا جائے۔ اسے کمال احترام اور کمال عقیدت کے علاوہ کیا کہیں گے۔ جب احترام کے اس کمال پر کوئی پہنچے تب اس کی ہر نعت کے لئے قلم اُٹھائے جس کے لئے یہ گنبد بے در خلق کیا گیا۔ خسرو نے تو کالق کونین اور اس کے محبوب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر دیا۔ یہ بھی ایک انداز عشق ہے یا جسے دیوانگی کہیں۔

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

(خسرو رات جس محفل میں تھا اس پر خدا خود میر مجلس تھا اور محمدؐ شمع محفل)

اردو کے ایک اور شاعر نے قطع میں بڑی خوبصورت بات کہی ہے۔ نعت کا یہ انداز اور ایک عاشق رسول کی یہ سادگی معصومیت دیکھئے۔

دو ایک کو چاہیں تو بُرا ہوتا ہے آپس میں سلوک ناروا ہوتا ہے
اللہ کے محبوب کو چاہا میں نے اب دیکھئے واصف مرا کیا ہوتا ہے

سودا و ذوق نے اگر نعتیہ قصیدے لکھے تو حالی واقبال سے لے کر جدید شعراء تک لوگوں نے مختلف اسالیب سخن میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا یعنی نعت کسی ایک شعری ہیئت میں محدود نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہے

جو ساری ہیئتی قیود کو توڑ کر مدح سرور کائنات میں سربہ سجود ہو جاتا ہے۔ اس راہ میں دیوانگی ہی ہشیاری ہے۔

وقت اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ زبان اور اظہار کے طریقے بدلتے رہتے ہیں۔ آج شاعری کلاسیکی اظہار اور اسالیب سے نکل کر کتنے ہی اسالیب میں منقسم ہو گئی ہے۔ لیکن نعت کی نزاکت اور احترام اس نئے تجربات میں رکاوٹ رہا۔ افتخار عارف اور کئی دوسرے شعراء نے آزاد نظم کی صورت میں نعت و منقبت لکھی ہیں لیکن عام طور پر پابند شاعری ہی نعت گوئی میں مقبول رہی۔

علیم صبا نویدی اردو کے اہم شاعر، محقق ہیں ان کی ایک بڑی خصوصیت ان کے شعری تجربات ہیں۔ میرے خیال میں علیم صبا نویدی نے اردو شاعری میں جتنے تجربات کیے ہیں اتنے کسی اور نے نہیں کیے۔ وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے نثری نظموں میں نعت گوئی کا تجربہ کیا۔ میں نثری شاعری کا مداح نہیں ہوں لیکن اسلوب و اظہار میں تبدیلی وقت کا تقاضہ بھی ہوتی ہے اس لئے اسے انکار نہیں کیا جاسکتا میں علیم صبا نویدی کے تجربات اور ان کی تخلیقی اُپج کی قدر کرتا ہوں۔ نثری نعت لکھنا ایک بڑی جراءت کا کام تھا اس لئے کہ نعت گوئی سے وابستہ اسلوب کی ایک بڑی روایت کو توڑنا آسان نہیں تھا۔ علیم صبا نویدی نے اس احترام اور نزاکت اظہار کے تمام پہلوؤں پر سخت گرفت رکھی ہے۔ ان کی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ علم دنیا کے ساتھ علم دین سے بھی بہرہ ور ہیں۔ اس لئے یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جب ممدوح حبیب خدا ہو تو مداح یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ جبرئیل کو بھی ایک حد پر اک جانا پڑا تھا۔ علیم صبا نویدی نے جو نثری نعتیں لکھیں وہ مدح رسولؐ جب ایک عاشق کا سپاس نامہ ہیں جسے پڑھ کر دل کو وہی سکون، وہی مسرت اور کیفیت محسوس ہوتی ہے جو کسی بھی منظوم نعت کو پڑھ کر ہوتی ہے۔ ان کی یہ نعت ملاحظہ کیجئے۔

ہریالی میں مسکراتا ہوا
سرسبز پودوں میں لہلہاتا ہوا
تازہ پھول پتوں کی اوٹ سے جھانکتا ہوا
ایک چہرہ
منور چہرہ
کائنات کے بھید بھاؤ سمجھا رہا ہے
زمین و آسمان کی شادابی کے
سمندر کی سیرابی کے
فکر و فن کی بلندی کے

شعور و لاشعور کی زیریں لہروں کے
پوشیدہ اموز کے دروا کئے
اپنی طرف کھینچ رہا ہے
اور
ہم سب
آہستہ آہستہ
اس کی جانب رواں دواں ہیں۔ (مقدس روانی)

علیم صبا نویدی نے نعت گوئی کا جو منفرد انداز اختیار کیا ہے وہ رسول اکرم ﷺ سے عقیدت اور محبت کا بے حد پر خلوص اظہار ہے۔ جس میں نہ کسی طرح کا تصنع ہے اور نہ اہتمام۔ ان کی ایک اور چھوٹی سی نعت دیکھئے۔

وہ
ایک نام
روشن اور مبارک نام
سینے میں جلوہ فشاں
ہونٹوں پر نقش گر
سانسوں میں خوشبوئیں بھرتا ہوا
انگلی کے پوروں سے نکل کر
پتلیوں کے دریچے سے اتر کر
کون و مکاں کی آبرو بن چکا ہے
وہ ایک نام
مبارک نام (مبارک نام)

یہ نعتیں اس کا اظہار ہیں کہ محبت پابند رسم و رواج نہیں ہوتی۔ میں علیم صبا نویدی کو اس نئے مجموعے اور نئے اسلوب نعت کے لئے ہدیۂ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔



مختار ٹونکی

نعت النبیؐ کی نئی جہت

کہنے کو نعت حضرت عالی وقار کی
منہ میں زبان چاہیے پروردگار کی
ماہر القادری

نعتیہ شاعری اپنے مواد و موضوع اور طرز و آہنگ کے لحاظ سے اردو شاعری میں کوئی مستقل صنف سخن نہ ہونے کے باوجود ایک منفرد شناخت رکھتی ہے مگر اس سے عہدہ برآ ور ہونا ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں فی زمانہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب بھی کوئی قلمکار نعت گوئی پر خامہ فرسائی کرتا ہے یا کسی نعت گو شاعر کے مجموعۂ کلام پر تبصرہ کرتا ہے تو اس کا اولین جملہ یہی ہوتا ہے کہ نعت گوئی راہِ دشوار و پر خار ہے، تلوار کی دھار پہ چلنے کے مترادف ہے اور گویا پلِ صراط کی مانند ہے جس پر ہر ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا۔ اسی ضمن میں عرفی شیرازیؒ کے چار مصرعوں کو بھی دہرایا جاتا ہے کہ ''اس رہ نعت ست نہ صحرا'' ۔ کہ تیز روی دکھائی جائے اور نہ ''مدیح کے وجم'' ہے کہ قدرت کلام سے کام لیا جائے۔ بلا شبہ مدحِ سرور کائناتؐ جذبۂ ایمان کی نشانی اور ذکر نبی اکرمؐ خداوند قدوس کی ہم زبانی ہے کیونکہ ع

آبروئے ما زِ نام محمدؐ است

کہا گیا ہے کہ حمد باری تعالیٰ کے لئے عشق الٰہی اور دیوانگی و وارفتگی ضروری ہے وہی نعت شریف کے واسطے محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت مندی و ہوشیاری و فرزانگی بہر طور لازمی ہے کچھ یوں ہی نہیں کہا گیا ہے کہ

با خدا دیوانہ و با مصطفیٰؐ ہشیار باش

نعت کی شاعری واللہ حد درجہ احتیاط کی متقاضی ہوتی ہے کہ شاعر حدود آداب سے تجاوز نہ کرے۔ وہ صحیح العقیدہ ہو، مذہب کی واقفیت سے بہرہ ور ہو، قرآن و حدیث سے وابستہ ہو اور عشق نبیؐ و محبت رسول ﷺ

کے مظہر جذبے سے سرشار ہو۔ نزولِ شعر کے وقت شاعر ذہن و دماغ اور قوت متخیلہ پر حضور سراپا نور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی حاوی ہو۔ مدّاح نبی ﷺ حسان ابن ثابت انصاریؓ بہت پہلے کہہ گئے ہیں کہ

مَا اِن مَدَحتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِی

لٰکِن مَدَحتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّدٍ

واضح یاد کہ عہد حاضر میں ایسے سخنوروں کی بھی کمی نہیں جو شوقیہ طور پر نعت گویوں میں اپنا نام لکھانے کی خاطر طبع آزمائی کر رہے ہیں مگر علیم صبؔا نویدی کے لئے لاریب یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہوشمند و حساس نعت گو شاعر ہیں اور نعتیہ شاعری کا اہتمام کرنے میں وہ آداب و احترام اور احتیاط و التزام پر خصوصی توجہ دیتے ہیں یوں تو علیم صبؔا نویدی کی شخصیت اردو شعر و ادب میں منارۂ عظمت کی حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے اپنی خدمات جلیلہ اور مستحسن کارناموں سے نہ صرف برصغیر بلکہ عالم گیر پیمانے پر اپنی سخنورانہ جہاں گیری ثابت کی ہے۔ ہر صنف ادب پر یکساں دسترس رکھنے والے قلم کار کے لئے یہ کہاں مشکل ہے کہ وہ قلزم نعت میں شناوری نہ کر سکے۔ ''مراۃ النور'' ''نور السمٰوات'' ''ن'' ''نور اعظم'' ''اسمِ تاب'' وغیرہ نعتیہ مجموعے انھیں بہترین ساعت بھی ثابت کرتے ہیں۔ مستزاد یہ کے انھوں نے نعت شریف میں ہیئتی تجربات کے جوہر دکھائے ہیں۔ ''نور السمٰوات'' میں ان کو بہت سے نعتیہ سانیٹ راقم الحروف کو بہت پسند آئے اور ان کی یہ ادائے مجتہدانہ میری نظر میں مقبول ٹھہری اور اب وہ جہانِ نعت کو نثری نظموں میں سمیٹنے کی سعی مستحسن کر رہے ہیں جو سونے پر سہاگہ کا مصداق بنیں گی۔ مجھے ذاتی طور پر پابند شاعری کے مقابلے میں 'نثری نظم' بے جواز لگتی ہے مگر علیم صبؔا نویدی کی نثری نعت پڑھ کر متاثر و معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور بعض جگہ تو احسنت و مرحبا کے الفاظ کہنے پڑے۔ انھوں نے بہر طور یہ ثابت کر دیا کہ۔

شرط سلیقہ ہے ہر ایک امر میں عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے

سب سے پہلے عرض کر دوں کہ نعت شریف میں موضوع کی یکسانیت کی وجہ سے تنوع پیدا کرنا اور جدت و ندرت کے پھول کھلانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ کمالات نبوت اور مدارج رسالت کے بیان میں عقل کو پاسبان رکھ کر بھی کوئی نئی بات مشکل سے کہی جا سکتی ہے۔ مگر علیم صبؔا نویدی ہیئت پسند ہونے کے ساتھ کیفیت نگار بھی ہیں۔ واقعہ نگاری میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ وہ اس ڈھنگ سے اپنی فکر پارہ پارہ کی قندیلیں روشن کرتے ہیں کہ موضوع کے در و بام خود بخود جگمگا اُٹھتے ہیں اور فضا کو مبین و منور کر دیتے ہیں اور قاری کے ذہن میں بھی نور کی کرنیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ ایک نثری نعت ''سواری'' مثالاً ملاحظہ ہو جس میں انھوں نے پامال خیال کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ نثری نظم کا جامہ پہنایا ہے۔

سواری

یہ دف بجاتی دوشیزائیں
رس بھرے راگوں کے دلکش باغ
مہکتے لمحوں کی باراتیں
مسرت میں جھومتی، مسکراتی شامیں
ٹہنیوں پہ چہچہاتے پرند
شاخوں پہ ڈولتی تتلیاں
لہلہاتے آنکھ مچولی کھیلتے پودے
نور کے رتھ پہ آنے والی
سواری کے منتظر ہیں......

ایک تو لفظوں کا انتخاب ہی جاذب نظر ہے۔ پھر دف بجاتی دوشیزائیں قاری کو پسِ منظر میں لے جاتی ہیں اور سرور کی کیفیت سے ہمکنار کرتی ہیں۔ وحدت خیال اور وحدت تاثر سے بھی سرشاری ہوتی ہے۔ اگر اس نثری نعت کے بطن میں اترا جائے تو فکر و معنی کی پرتیں بھی کھلتی نظر آئیں گی۔ اسی طرح ان کی دوسری نثری نعتوں میں یک گونہ تنوع ملے گا اور وحدت تاثر بھی ایک اکائی پر مرکوز نظر آئے گی۔ ممدوح اعظم ﷺ کی شان میں انھوں نے ''اسم محمدؐ'' کے مجموعے میں جو کچھ کہا ہے یا زیر نظر مجموعے میں جو ربط اللسانی کی ہے اسے دیکھ کر مجھے یہ کہنے میں بھی ذرا بھی باک نہیں کہ ع

مدح خوانی کے لئے حق نے اتارا ان کو

عام طور پر نثری نظمیں غنائیت سے محروم ہوتی ہیں کیونکہ ان میں ردیف و قافیہ کا التزام نہیں ہوتا اوزان بھی پارہ پارہ ہوتے ہیں لیکن ان نثری نعتوں میں راگنی کی کیفیت بھی کسی حد تک ملتی ہے۔ ویسے تو ہر نثری نعت موضوع کے لحاظ سے مکمل ہے اور آخر میں ایک تاثیر چھوڑتی ہے لیکن علیم صبا نویدی کی پیش کش کا طریقہ بھی منفرد ہے وہ کہیں کہیں ایسے ٹکڑے چھوڑ دیتے ہیں کہ پوری نثری نعت پڑھے بنا مفہوم پر روشنی نہیں پڑتی مثلاً ''معجزہ'' کا اختتامیہ دیکھئے:

میرا سر
جو کل تک
سب کے آگے

سجدہ ریز تھا
آج میرے آگے
ایک دنیا سجدہ ریز ہے......

یہ معجزہ کیسے ہوا؟ پوری نثری نعت کو بغور پڑھے اس کا ادراک ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح ایک نثری نعت شریف کا درمیانی حصہ اس طرح ہے۔

عکس نے مجھ سے کہا
سجدہ کرو
میں سجدہ ریز ہو گیا......

کتنا بلیغ ٹکڑا ہے جو اپنی جگہ بھر پور کیفیت کا حامل ہے مگر پوری نثری نعت سے اس کے درد و محبت اور بھی واضح ہوں گے۔ کوئی بھی پابند نظم یا نثری نظم اور شعر پارہ چاہے طویل ہو کہ مختصر تب ہی بہتر و بہترین کہا جا سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ قاری کو شاندار لگے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے ذہن پر ایک نقش چھوڑے۔ علیم صبا نویدی کے یہ نعت پارے اس خوبی کی کسوٹی پر بھی کھرے اترتے ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ انھوں نے ''نور اولیں'' سے اس قدر اکتساب فیض کر لیا ہے کہ نور مجسم کے طفیل ان کی شفقت بھی نورانیت کے سانچے میں ڈھل گئی اور وہ ہمیشہ نورانی قندیل سے اپنے قصر شاعری کو روشن کرتے ہیں۔ بہر کیف میری نظر میں ان کی یہ سعئ مشکور بھی بارگاہ رسالت میں مقبول ہوگی اور اہل نظر کی نظر میں بھی پسندیدہ ٹھہرے گی۔ دعائیہ طور پر کہہ دوں کہ اے علیم صبا نویدی

کیا ہے یہ کام خوب ہی تو نے
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید شکیل دسنوی (کٹک)

علیم صبانویدی کی نثری نعتیہ شاعری

نعت گوئی کا پس منظر جتنا مقدس ہے اتنا ہی جاذب توجہ اور وسیع بھی ہے۔ عربی فارسی اور اردو کے شعراء نے نعت گوئی کا بیش بہا خزانہ وراثت کے طور پر دنیائے شعر و ادب کو عطا کیا ہے جس پر بجا طور پر ناز کیا جا سکتا ہے۔ علیم صبؔا نویدی کی جدت پسند فطرت نے اس سمت ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے نظم معریٰ یعنی (Blank Verse) میں نعت گوئی کا نیا تجربہ کیا ہے۔ زیر ترتیب مجموعے میں شامل تمام نعت بنیادی طور پر نثری ہیں اور اپنی ایک انفرادیت رکھتی ہیں۔

نثری نظم مجموعی طور پر وہ صنف سخن ہے جس کا شمار نہ تو شعری ادب میں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی نثری ادب میں۔ نثری نظم آج اپنی ہیئت کی تلاش میں تجربات کے بے آب و گیاہ صحرا سے گزر رہی ہے۔ اگر معتبر اور سند شعرا نے دست گیری نہیں کی تو امکان ہے کہ دوسری اصناف سخن کی طرح یہ بھی اردو ادب کی تاریخ میں گمشدگی کا استعارہ بن کر رہ جائے۔ اس پس منظر میں مستند اور تجربہ کار شاعر علیم صبؔا نویدی کی یہ کاوش قابل ستائش ہے جو آگے چل کر نثری شاعری کے لئے ایک سنگِ میل ثابت ہو سکتی ہے۔

اردو نعت گوئی وہ صنف سخن ہے جس میں بیشتر اساتذہ سخن نے طبع آزمائی کا شرف حاصل کرنا باعث افتخار سمجھا ہے۔ امیر مینائی ہوں یا حالی، حفیظ جالندھری ہوں یا بیدم شاہ وارثی، فاضل بریلوی ہوں یا ماہر القادری سبھوں نے فخر البشر کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ عربی اور فارسی نعت گو شعرا کی طرح اردو نعت گو شعرا کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔ ان کے والہانہ اشعار سے نعت گوئی کا افق منور ہے۔ علیم صبؔا نویدی بھی اپنی نثری نعت گوئی کا جدید تجربہ لے کر پیش پیش ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام میں شعری شعور حب رسول ﷺ کا تقدس اور قرآن کی حکیمانہ بصیرت اپنی تمام تر رعنائی، گہرائی اور گیرائی کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ ایسے کلام کی دل آویزی اور وجدانی کیفیت ہر صاحب ایمان کو اپنے سحر انگیز تاثر میں گرفتار کر لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تمام اصناف سخن میں نعت گوئی درحقیقت نہایت حساس اور پرخطر صنف شاعری ہے۔ پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے۔ مشہور فارسی شاعر عرفی کے خیال میں نعتیہ شاعری تلوار کی دھار پر چلنے کا فن ہے۔ عشق رسول ﷺ میں جذبہ وتخیل کی پرواز اگرچہ حد سے زیادہ بلند ہوئی تو صفات خداوندی کی مملکت میں دراندازی کا خطرہ سر پر منڈلانے لگتا ہے اور اگر ہلکی سی لغزش ہوگئی تو شان نبوت میں گستاخی کا مرتکب ہوسکتا ہے اور اپنی عاقبت خطرے میں ڈال لیتا ہے چنانچہ ہر قدم پر احتیاط بے حد لازمی ہے۔

نعت گوئی صرف رسول پاک کی تعریف پر مبنی نہیں ہے بلکہ نشانِ نبوت کی مکمل تصویر کشی کا نام ہے جس ایمان تروتازہ اور روح سرشار ہوجائے۔ اچھی اور سچی نعتیہ شاعری ابتدا میں کیف وسرور سے ہمکنار کرتی ہے اور بعد ازاں احساس وافکار پر کچھ ایسی کسک چھوڑ جاتی ہے جو دل ودماغ پر دیر تک ایک کرب نشاط انگیز کیفیت سے ہمکنار کرتی ہے اور اپنی وجدانی کیفیت کی گرفت سے نکلنے نہیں دیتی۔

جہاں تک علیم صبا نویدی کی نثری نعت گوئی کا تعلق ہے اس کی بنیاد مغربی شاعری کے (Blank Verse) پر استوار ہے۔ مغربی ادب میں نظم معریٰ یعنی (Blank Verse) مقبول ترین صنف سخن میں شمار ہوتی ہے۔ علیم صبا نویدی کی نثری نعت بھی ایک دلچسپ اور کامیاب تجربہ کے زمرے میں رکھی جاسکتی ہے۔ انھیں اگر ایک علامتی شعر تصور کیا جائے تو یہ شعر اپنی معنوی تہہ داری کے ساتھ ذہن میں اترتا چلا جائے گا۔ نثری نظم بحر اور وزن پر مبنی عروض نظام کی نفی ہے۔ جس کی ہیئت (Structure) اکثر وبیشتر واقعاتی ہوتا ہے اور اس میں شاعری کی سی تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نثری تحریر کو نظم کی طرح پیش کرنا کاروارداتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ علیم صبا نویدی کی جدت طرازی کو حسان بن ثابت کی نعتیہ شاعری کی جدید توسیع کے طور پر دیکھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

شعور کی پختگی اور شعر گوئی پر دسترس ان کے نعتیہ کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اشعار کے تیور اس صنف سخن پر ان کی قادر الکلامی اور فنی مہارت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ان کی نعت گوئی کے موضوعات آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مربوط ہیں۔ تہہ دار اور پیچیدہ افکار کو نہایت سادہ سلیس زبان میں اس طرح ادا کرتے ہیں کہ بات دل میں اتر جائے۔ جو کیفیت دل پر گزرتی ہے اشعار کے پیرہن میں مجسم ہوکر سامنے آجاتے ہیں۔ ان کے یہاں استعارے، تشبیہات اور لفظیات کا قابل قدر ذخیرہ موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

قمرؔ سنبھلی، لکھنو

زرخیز تخلیقی ذہن کی حامل شخصیت علیم صبانویدی

نصف صدی سے زاید مدت سے تخلیقی کاموں میں معروف ایک زرخیز ذہن کی حامل شخصیت جناب علیم صباؔ نویدی بڑے انہماک سے مختلف روایتی اور نئی نئی اصناف سخن پر اپنے ادبی کاموں کے ذخیرے میں مسلسل اضافے کر رہے ہیں اور نئے نئے تجربوں سے بھی ادبی دنیا کو چونکاتے رہتے ہیں۔ تخلیقی کاموں کے ساتھ تحقیقی میدان میں بھی آپ کا قلم برابر متحرک نظر آتا ہے۔ پیرانہ سالی کے باوجود بغیر کسی تھکن کے احساس کے اردو شعروادب کو اپنی نگارشات سے مالا مال کر رہے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ دوسری اصناف شعری کے ساتھ نعت میں بھی مختلف پہلوؤں سے دادِ سخن دے رہے ہیں اور کئی زاویوں سے تجربات کر کے اس کے دامن کو وسعت بخش رہے ہیں۔ آپ کے ادبی کارنامے رسالوں کے صفحات نیز مستقل کتابوں کی صورت میں اہلِ ادب کی نظر سے گزرتے رہتے ہیں۔ اس تجرباتی دور میں ''نثری نظم'' نے بھی کچھ لوگوں کو اپنی گرفت میں لیا ہے۔ جس کے نمونے برابر نظر سے گزر رہے ہیں۔ ہر چند کہ ذاتی طور پر ناچیز (قمرؔ سنبھلی) ''نثری نظم'' سے اتفاق نہیں رکھتا اور اسے ''نثر پارے'' کے طور پر دیکھتا ہے۔ بہرحال جناب علیم صباؔ نویدی نے نثری نظم پر خاصا کام کیا ہے اور اب اس سلسلے کی ایک اہم کڑی کی طور پر باقاعدہ نعتیہ مجموعہ منظر عام پر آ رہا ہے۔ اس وقت آپ کے ایسے ہی نعتیہ کلام کے مسودے کا کچھ حصہ میرے سامنے ہے جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اس کلام میں بھی پاکیزہ جذبات، حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے مختلف گوشے اور آپ کی تعلیمات کے روشن پہلو جگہ جگہ محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ جناب رسولؐ خدا سے والہانہ محبت رکھنے والے ایک خوش عقیدہ مسلمان کے جو دلی جذبات وخیالات اپنے آقاؐ کے بارے میں ہو سکتے ہیں۔ وہ سب بڑے سلیقے سے ان

نظموں (نثر پاروں میں) دامنِ دل کھینچتے نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں بعنوانِ ''سفر'' آپ کے احساسات:

پرانے آسماں سے
طلوع ہونے والا نیا سورج
سب نے دیکھا
لیکن چند ذہین آنکھوں نے
اس کو چھوا ہے
اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے
کہیں وہ خاموش اتھاہ سمندر ہے
کہیں ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اُجالا
کہیں وہ تجلی کا ظہور
وہ سفر جس کا کوئی انت نہیں

یہاں بالکل نئے اور غیر روایتی انداز میں اس مضمون کو نعت کے پیکر میں ڈھالا گیا ہے۔ مندرجۂ ذیل نظم ملاحظہ فرمائیں۔

سواری

یہ دف بجاتی دوشیزائیں
رس بھرے راگوں کے دلکش باغ
مہکتے لمحوں کی باراتیں
مسرت میں جھومتی مسکراتی شامیں
ٹہنیوں پہ چہچہاتے پرند
شاخوں پہ ڈولتی تتلیاں
لہلہاتے آنکھ مچولی کھیلتے پودے
نور کے رتھ پہ آنے والی
سواری کے منتظر ہیں

کبھی وقت نعت گوئی میں استغراق کا عالم بھی شاعر پر گزرتا ہے کہ نعت گو اس سرشاری کے عالم میں خود اپنی ذات کی بھی نفی کرتا نظر آتا ہے۔ مندرجۂ ذیل نظم ''مقامِ لا'' ملاحظہ فرمائیں۔

نعتِ نبیؐ

لکھتے لکھتے

سرشاری کی کیفیتیں

مجھ پر طاری ہوگئیں

اور

میں

میں نہ رہا............''مقامِ لا''

غرض علیمؔ صبا نویدی کے اس نئے انداز اور تجرباتی صنف کے نعتیہ مجموعے میں آپ کو صفحے صفحے پر اسی طرح کے روح کی تسکین اور جذبات کی سرشاری کے نمونے ملیں گے۔ یہ اللہ کی توفیق ہے کہ جناب علیم صباؔ نویدی کتنی ہی اصناف پر مکمل دسترس رکھتے ہوئے تصنیفات کے ڈھیر لگاتے جارہے ہیں۔ خدا ان کے علم اور قوتِ عمل میں مزید اضافے فرماتا رہے اور وہ اسی طرح اردو ادب کی آبیاری کرتے رہیں۔

مجھے یقین ہے ان کی دیگر تخلیقات کی طرح یہ مجموعہ بھی قبولیت کا شرف حاصل کرے گا اور شاعر کی نجات کا بھی ذریعہ بنے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

قمرؔ سنبھلی، لکھنو

معرفت مولانا برہان الدین سنبھلی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنو

نثری نعتیں اور علیم صبانویدی.........ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط

''نعت'' موضوعی صنفِ شاعری میں شمار ہوتی ہے۔ اس موضوع کا تعلق ہماری عقیدت اور عقیدے سے ہے، جو ہم حضرت محمد ﷺ کے تئیں رکھتے ہیں اور ''مسلمان'' کے جزوایمان میں داخل ہے۔ اردو زبان کی ابتداء ہی سے اس صنف کے آثار اس کے ادب میں پائے جاتے ہیں۔ فی زمانہ نعتیہ ادب کی مقبولیت میں خوب ترقی ہوئی ہے اور جہاں قدیم زمانے میں چند نعتوں پر شعراء کرام اکتفا کر لیتے تھے آج اس کی بہ نسبت نعتیہ مجامع کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں نعت جیسی مقدس صنف میں اب تو تجربوں کو بھی روا رکھا جانے لگا ہے۔ علیم صبانویدی نے نعتیہ شاعری میں ہوئے تجربات پر ایک مکمل کتاب اردو ادب کو دی ہے۔ یہ کتاب نعتیہ شاعری کے تحقیقی ادب میں نہایت اہم ہے۔ موصوف نے نعتیہ ادب پر چند تنقیدی مضامین بھی سپرد قلم کیے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ خود نعتیں بھی کہتے ہیں اور ان کی نعتوں کے مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ علیم صبؔا نویدی کی نثری نعتوں کا ہے۔ ''صلصلۃ الجرس''، ''منحمنا''، ''فارقلیط''، وغیرہ اسی قبیل کے نعتیہ مجموعے اس سے قبل شائع ہو کر مقبول ہوئے ہیں۔ ان میں سیرت رسولؐ پر طویل نثری منظومات ہیں اور حضرت محمدؐ کی ثنا و توصیف پر بھی نثری نظمیں شامل ہیں۔ علیم صبؔا نویدی نے اپنی نثری نعتوں میں صرف مدحتِ رسولؐ ہی بیان کی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی ان نعتوں میں جو گل بوٹے شاعر نے کھلائے ہیں ان میں عقیدت کی مہک قلب و ذہن کو معطر و مطہر کرنے والی ہے۔ ان نثری نعتوں کا خاص وصف یہ ہے کہ ان میں عقیدت کا غلو نہیں ملتا۔ شاعر نے آپؐ کی ذات کو مدحت میں خیر البشر تو ضرور کہا ہے مگر فوق البشر بنانے کی عمداً کوشش نہیں کی۔ اس اعتبار سے زیرِ نظر مجموعے کی نعتوں میں آپؐ کی ذاتِ بابرکات بشریت کے منور ہالے میں پیکرِ نور نظر آتی ہے۔

تقدیسی ادب میں عقیدت کی شاعری کو شعریت سے معرا سمجھا جاتا ہے۔ حمد، نعت، منقبت و مناجات کو اسی نظر سے دیکھا جاتا ہے، لیکن علیم صبؔا نویدی کی ان نثری نعتوں میں شعری اوصاف کو برتنے کی دانستہ کوشش کی گئی ہے۔ ان کی نثری نعت ''سواری'' کو اس ضمن میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ ہجرت کے موقع پر مدینہ میں آپؐ کا استقبال کرنے کے لئے انصاری لڑکیوں نے بڑا اہتمام کیا تھا اور ''بدر علینا'' یہ گیت وہ گنگنا رہی تھیں۔ اسی واقعہ کی طرف اس نثری نظم میں اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ دف بجاتی دوشیزائیں
اس بھرے راگوں کے دلکش باغ
مہکتے لمحوں کی باراتیں
مسرت میں جھومتی، مسکراتی شامیں
ٹہنیوں پر چہچہاتے پرند
شاخوں پر ڈولتی تتلیاں
لہلہاتے آنکھ مچولی کھیلتے پودے
نور کے رتھ پر آنے والی
سواری کے منتظر ہیں

اس نظم میں اس بھرے راگ، مہکتے لمحے، مسکراتی شامیں، ڈولتی تتلیاں، آنکھ مچولی کھیلتے پودے وغیرہ تراکیب میں شعری حسن بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ تاریخی واقع کو شاعر نے شعریت میں دھندلا نہیں ہونے دیا۔ ان کی نثری نعتوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں آپ کی ذات واعمال کا پس منظر سراسر ارضی صداقتوں سے جڑا ہوا ہے۔ فوق الفطری اور معجزنما کوائف سے شاعر نے کلیتاً اجتناب برتا ہے لیکن تقدس وپاکیزگی سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔

علیم صبؔا نویدی نئی لفظیات وضع کرنے کی بھی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان نثری نعتوں میں انھوں نے چند اوصافی تراکیب بنائی ہیں۔ جیسے ''سورجی کرن'' ''جاگتے تالاب''، ''محو نظارہ سانسیں''، ''نورانی برساتیں''، ''روشن کائنات''، ''روشن لمحہ''، ''مبارک لفظ''، ''آسمانی احساس''، ''نورانی اظہار'' وغیرہ۔ ان نثری نعتوں میں قدرتی مناظر کی منظر کشی جاذب نظر، فرحت بخش اور سکون پرور ہے۔ ''ہواؤں کے سرد جھونکے''، ''سلون رت''، رنگ برنگی تتلیوں کا گیت، کھیتوں کی مسکان، پگڈنڈیوں کے راگ، سرسبز بیل بوٹے، ٹہنیوں پر چہچہاتی چڑیاں، تالابی مناظر، وغیرہ لفظیات میں کئی حسین مناظر عکس ریز ہیں۔

ان نثری نعتوں کا یہ بھی وصف ہے کہ ان میں شریعت وشعریت کا بدرجۂ اتم خیال رکھا گیا ہے۔ نہ تو شریعت کی زد میں شعریت آئی ہے نہ شعریت کے دبیز پردے میں شریعت پوشیدہ ہے۔ ان نثری نعتوں میں علیم صبؔا نویدی نے صنائع بدائع کا بھی بحسن وخوبی استعمال کیا ہے۔ نثری نعتوں کے مجموعوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ علیم صبا کا یہ مجموعہ بھی مقبول ہوگا۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر جاوید احمد کامٹوی

علیم صبآ نویدی کی جدت پسندی (نثری نعتوں کے آئینے میں)

اردو ادب کے منظرنامے پر ایک نام تیزی سے ابھرا ہے۔ ہمارے علاقے کے محبوب راہی اور چیتی کے علیم صبآ نویدی ایسے دو افراد ہیں جن کے نام ملک کے کسی بھی علاقے سے شائع ہونے والے اخبار ،رسائل میں تواتر سے دیکھے جاسکتے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ جنوبی ہند جسے اردو مرکز سے دور سمجھے جانے والے علاقے کے یہ حضرات یہاں کی نمائندگی کررہے ہیں۔

عموماً اردو شعرا اتبرکاً اپنے مجموعہ کلام کی ابتداء حمد نعت وغیرہ سے کرتے ہیں۔ مگر چند اہل قلم ایسے ہیں جنھوں نے نعت گوئی کے میدان کو اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے۔ ایسے خوش نصیبوں میں علیم صبآ نویدی کا شمار ہوتا ہے۔

نعت گوئی ایک مشکل فن ہے اس میں شاعر کو موضوع سے چھیڑ چھاڑ کی آزادی نہیں ہوتی اسے خود کو افراط وتفریط سے بچاتے ہوئے چلنا پڑتا ہے ذراسی غلطی آخرت کی ناکامی کا سبب بن سکتی ہے۔ یہاں میں غلو بھی ناپسندیدہ ہے شاعر کا تخیل آسمان کی بلندیوں کو چھوسکتا ہے مگر نعت گوئی میں اسے پرواز کی آزادی نہیں ہوتی اس میں محبت نبوی ﷺ سے سرشاری، عشق محمدیؐ کا سوز ہونا ضروری ہے تاکہ قارئین تک یہ اپنے احساسات کو موثر زبان میں پہنچاسکے، اس محدود میدان میں جوہر دکھلانا ہی خوبی ہے اور معاملہ جب مروجہ ہیئت سے پرے نئے فارم میں خیالات کے اظہار کا ہو تو شاعر کی دقتیں بڑھ جاتی ہیں۔ علیم صبآ نویدی اپنی ندرت طبع کے لئے یاد کئے جاتے ہیں چنانچہ روایتی انداز کی ردیف وقافیہ والی شاعری کے علاوہ انھوں نے سانیٹ، ہائیکو میں نعتیں کہہ کر اردو شاعری میں ایک بنیاد ڈالی ہے اس کا اعتراف پروفیسر سید سجاد حسین نے یوں کیا ہے۔

> ''وہ انفرادیت کا حامل، جدیدیت کا علم بردار، نئی جہتوں کا متلاشی اور نت نئے تجربات کو شعر وادب میں روا رکھنے والا ایک عظیم فن کار ہے۔''

(صفحہ ۷ پروفیسر سید سجاد حسین ''اسم محمدؐ'' مطبوعہ ۲۰۱۳)

علیم صبا نویدی نعتوں کے مجموعے ''مراۃ النور'' ''نورالسمٰوات'' ''ن'' ''نورِ اعظم'' لے کر حاضر ہو چکے ہیں اور ''اسمِ محمدؐ'' کے تحت ان کی چندہ نعتوں کا یکجا کر دیا گیا ہے مگر موجودہ مجموعہ ان کی نثری نعتوں پر مشتمل ہے۔ سانیٹ، ہائیکو کے بعد نثری نعتوں کے یہ نمونے علیم صبا کی اولیت کو ثابت کرتے ہیں اس اعتبار سے وہ اردو میں بیشتر اصناف کے موجد، مجاہد اور مجتہد ہیں۔ علیم صبا کی غزلوں کا مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف غزلیہ شاعری کے ماہر ہیں لیکن ان کی نعتوں کو دیکھنے پر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کا خاص میدان نعت گوئی ہے۔ یہ انفرادیت زبان و بیان پر قدرت اور ان کے فنی اظہار کی بدولت ہے۔ اس خوبی کو مشاہیر، نقادوں اور دانشوروں نے سراہا ہے۔ سبھی مشاہیر کی آرا کا اظہار طوالت کا سبب بنے گی اس لئے چند پر اکتفا کرتا ہوں۔

''صبا کی شاعری نے بہت سے پتھروں کو بولنے پر اکسایا ہے'' (پرکاش فکری - رانچی)

''صبا کے یہاں روایت کی چھوٹ بھی ہے اور جدید انداز سے کہنے کا سلیقہ بھی

(محسن بھوپالی - پاکستان)

''صبا کی غزلوں میں جدید حسن کے ساتھ نام نہاد جدیدیت کی تمام خامیوں سے احتراز بھی ہے۔''

(پروفیسر آزاد گلاٹھی، پنجاب)

اس اعتبار سے ہندو پاک ہی نہیں دنیا کے دوسرے گوشوں کے دانشورں نے ان کی عظمت کو سلام کیا ہے۔

اس مجموعہ کی نثری نعتیں اردو میں ایک نیا تجربہ ہیں، یہ نعتیں ردیف و قافیہ کی پابندی سے آزاد ضرور ہیں مگر ان میں نغمگی، وارفتگی اور نئے پن کا فنی اظہار ملتا ہے۔ ان میں شاعر کی آرزوئیں، تمنائیں، دعائیں اور نبی برحق سے ان کی عقیدت بھی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ نعتیں عشق نبی ﷺ میں ڈوب کر کہی گئی ہیں۔ اس لئے سیدھے دل میں اتر جاتی ہیں۔ یہ ذہن میں رہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش ''نور'' سے ہوئی تھی اس لئے یہ نورانیت صبا کے کلام میں جابجا بکھری نظر آتی ہے۔ ''نورِ اول'' ''نورِ الٰہی'' ''نورانی تبسم'' ''نورانی پتلیاں'' ''نورانی لمحات'' اس کی واضح مثالیں ہیں۔ نعت ''محروم فیضانِ رسول'' میں اس شخص کی نامرادی کو بیان کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کی محبت سے خالی ہو۔ اس طرح حُبّ نبوی کے سارے گوشوں کی ترجمانی کر دی گئی ہے۔

نعتوں میں عموماً ہندی الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جاتا ہے مگر صبا نے انت، بھید بھاؤ، ساون، سمبدھ، راگ جیسے سرل ہندی الفاظ کو استعمال کر کے محسن کاکوروی کی روایت کی پیروی کی ہے۔ یہ الفاظ غیر

مانوس نہیں محسوس ہوتے۔ صبا اپنے بیان میں تائید پیدا کرنے کے لئے نئی تراکیب نئے مفہوم کا استعمال کرتے ہیں۔ اے میرے محبوب، (صفحہ ۲) میں ''راتیں بیوہ - دن مخنث'' اسی طرح ''لوبانی خوشبوئیں'' (صفحہ ۴)، ''گرتی ہوئی چکنی مٹی'' (صفحہ۱۹) ان کے علاوہ اور نئی تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔ ''اے مرے محبوب'' میں غضب کی منظر کشی کی گئی ہے۔ ''مقام لا'' کو بطور نمونہ دیکھیں۔

مقام لا

نعت نبیؐ

لکھتے لکھتے

سرشاری کیفیت

مجھ پر طاری ہوگئی

اور

میں

میں نہ رہا

صبا کے ترائیلے، ہائیکو، سانیٹ اور اب نثری نعت یہ سب اردو شاعری میں نئے تجربہ ہیں اپنی بات کو علامہ ناوک حمزہ پوری کی اس رائے پر ختم کرتا ہوں۔

سہل کب ہے سمجھنا تجھ کو صبا

ہر سخن ترا اک مقام سے ہے

(تبصرہ ''نور اعظم'' علامہ ناوک حمزہ پوری ص ۱۸)

☆☆☆☆☆

پرنسپال علی منیر، ہزاری باغ

نثری نعت کی نئی سمت

''رہے شعراء تو ان لوگوں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا''۔ اس حکم کے بعد سب سے بڑی راحت ''اِلّا الَّذِینَ'' کے بعد ملتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پاس ایمان کی دولت ہوگی اس کا عمل بھی صالح ہوگا کیونکہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اور اگر دونوں اوصاف موجود ہوں تو شاعر حسان بن ثابت بھی ہو سکتا ہے جسے نعت گوئی کے طفیل منبر رسول کا قرب حاصل ہوا۔

نعت کا یہ فن عربی زبان وادب سے فارسی اور پھر اردو شاعری کا ایک اہم ستون بن گیا۔ شاعروں نے اسے اپنے مجموعہ کلام کے آغاز میں خیر و برکت کا ذریعہ بنالیا کیونکہ اس میں صرف اور صرف مدح رسولؐ ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اس کا معنی بھی مدح، تعریف، توصیف وخصائل، احوال وکوائف کو بیان کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ نعت کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ برادران وطن بھی جب اردو غزلوں کا کوئی مجموعہ شائع کراتے ہیں ایک نعت ضرور اس مجموعے میں شامل کر لیتے ہیں اور اسی جذبے نے اس متبرک صنف کو روائت پسندی کے دائرے میں مقید کر دیا ہے۔ چنانچہ بہ ایں وجہ برادرم ناوک حمزہ پوری فرماتے ہیں: ''وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس میں ان کی عقیدت نہیں ہوتی، بلکہ روایت پرستی کا مظاہرہ ہوتا ہے''۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں جان دینے والے شعراء سارے ذرائع اور وسائل کے باوجود کبھی بھی اس کی کوشش نہیں کرتے۔

فن نعت گوئی بھی دوسرے اصناف شاعری کی طرح ہیئتی تجربوں کا شکار رہا ہے۔ مختلف اصناف میں لاحقوں اور سابقوں کے ساتھ اس طرح کے تجربوں کا رواج عام ہوتا چلا گیا۔ آزاد غزل، غزل نما، آزاد نظم، نثری نظم، دوہا غزل، دوہا نعت، نثری نعتیہ نظم وغیرہم، ان سارے ہیئتی تجربوں سے اردو شاعری کا کتنا بھلا ہوا یہ تو اردو زبان وادب کے نقاد ہی بتا سکیں گے۔ میں تو صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ کیا ان تجربوں کو دوام حاصل ہوگا یا یہ بھی قصیدوں کی طرح دم توڑ دیں گے۔ اس ضمن میں سید مبارک علی فرماتے ہیں: ''غزل، نظم، قطعہ، مثلث وغیرہ کے لئے کسی بحر ووزن کی پابندی نہیں ہوتی۔ بحر کے نام کا سابقہ لگا کر اسے شائع کرنا بے معنی ہے''۔

علیم صبانویدی کی نثری نعتیہ نظموں کا مجموعہ جو نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے کے ضمن (فہرست) میں آتا ہے اور جہاں تک میری جانکاری ہے یہ تجرباتی مجموعہ غالباً دو گتوں کے درمیان پکی سیاہی میں شائع شدہ پہلا مجموعہ ہے۔ اب اس کی ادبی حیثیت کا فیصلہ تو اشاعت کے بعد اہل قلم حضرات ہی کریں گے۔ زیر نظر نثری نعتیہ نظموں میں کل ۴۶ طویل اور مختصر نعتیہ نظمیں ہیں جو خالص نثر میں لکھی گئی ہیں۔ اس سے قبل کہ میں ان نعتوں پر کچھ لکھوں مجھے کہنے دیجئے کہ فن نعت گوئی ادب کا مشکل ترین فن ہے۔ اس کے راستے پر چلنا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار پر چلنے کے مترادف ہے کہ ذرا سی غلطی ہوئی کہ نہ تو دین کے رہے اور نہ دنیا

کے۔ عاشقانِ رسولؐ نے اللہ اور رسولؐ کے درمیان کی باریک لکیر کے مدنظر نعت کہی تو یہ اس کی کامیابی کی ضمانت ہے ورنہ نبی نبی ہے خدا خدا ہے یا نبی خدا ہے، خدا نبی ہے کہنا دونوں ایمان کے خاتمے کا باعث ہوسکتا ہے۔ اس لئے 'بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'۔

علیم صبانویدی کثیر الجہات شخصیت کے مالک ہیں۔ اردو نثر و نظم کی کوئی ایسی صنف نہیں ہے۔ جس پر انھوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ نثری نعتیہ نظمیں ان کی تازہ تخلیق ہے۔ اس سے قطع نظر کہ مجھے ان کی نثری نعتیہ نظم کی ترکیب پسند نہیں کیونکہ یہ نثر میں کی گئی ''مدح رسولؐ'' ہے۔ اس لئے اسے نثری نعت کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ نعت اگر نظم کے فارم میں لکھی جائے تو نعتیہ نظم اور اگر نثر میں لکھی جائے تو نثری نعت کہی جائے گی۔ اس لئے نثری نعتیہ نظم کی ترکیب غلط ہوگی۔ چونکہ علیم صبانویدی کو زبان و بیان پر مکمل قدرت حاصل ہے اور ساری ادبی دنیا ان کے قلم کی معترف ہے۔ اس لئے بلا شک و شبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان نثری نعتوں میں بھی مدحت رسول کی وہی بھینی بھینی خوشبو رچی بسی ہے جو ان کی پابند نظموں میں موجود ہے۔ نثری نعت کے چند سطور ملاحظہ فرمائیں:

معجزہ

کالی کملی
میرے سر پہ
سایہ فگن کیا ہوئی
رحمتیں
میرے حق میں آگئیں
میں سراپا منور ہوگیا
میرے ظاہر و باطن کی کائنات
ذاتِ اقدس کے جلووں سے
نورانی ہوگئی

آمدِ رسول

یہ سرد ہوا کے جھونکے
لوبانی خوشبوئیں
فرحت بخش موسم
ساون کی رُتیں
سرمستیوں کے دن
مبارک راتیں
مقدس لمحات
روحانی تجلیات
حضور کی آمد کا صدقہ

علیم صبانویدی کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ ایک اچھے شاعر، نثر نگار اور مقرر ہیں۔ عموماً یہ تینوں اوصاف کسی ایک انسان میں جمع ہو جانا ناممکن تو نہیں لیکن از حد دشوار ہے۔ میں ان کے قلم کی روانی کا معترف ہوں۔ میرے چنئی قیام کے دوران میرے کمرے میں بیٹھ کر غزلیں کہتے اور مجھے سناتے۔ میں ان کی زود گوئی پر رشک کرتا۔ وہ ایک اچھے ادیب اور شاعر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے انسان بھی ہیں۔ اور اس وجہ سے میں انہیں چنئی کا ''گڈ سمریٹن'' کہتا ہوں۔ تین قسطوں میں تقریباً ڈیڑھ ماہ قیام کے دوران ان کی شاعری کے قوس و قزحی رنگ اور ان کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوا۔ سرور کائنات کی مدح میں از سر تا بقدم کہی گئی بے شمار نعتوں کے کچھ مجموعے مثلاً: ''مراۃ النور''، ''نور السمٰوٰت''، ''اسم محمدؐ'' وغیرہم ان کی عقیدت و محبت کے مظہر ہیں جن کا انتخاب جناب سلیمان اطہر جاوید نے نقشِ قلم کے نام سے کرایا ہے۔ دو نثری نعتیں اور ملاحظہ ہوں۔

سفر

پُرانے آسمان سے

طلوع ہونے والا نیا سورج

سب نے دیکھا

لیکن چند ذہین آنکھوں نے

اس کو چھوا ہے

اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے

نورانی پہلواں

اٹھو

اس سمت چلیں

جہاں رحمتیں ہی رحمتیں جلوہ ریز ہیں

جہاں شہادت کی انگلیاں

اشارے سے پڑھتی ہیں

درودِ مصطفےٰ

''نعت میں نئی جہتیں'' علیم صبا نویدی کی نثری نعت کا مجموعہ ہے جو خالص نثری انداز میں کہی گئی ہیں لیکن نثر میں غزلوں کے لب ولہجہ سے قریں تر ہونے اور اس کی غنائیت، موسیقیت اور مترنم الفاظ اور لہجے کی بنا پر اسے نثری نظم کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ غرض نعت رسولؐ کے مختلف پہلوؤں جیسے ان کی آمد، رسالت، ذات وصفات شمائل وخصائل از سرتا بقدم حضور کی تعریف وتوصیف کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ نثری نعتوں کے چند سطور ملاحظہ فرمائیں:

کیا ممکن ہے

میں خاک زاد ہوں

سراپا کونین آپ

بس ایک کرن

آپ کے چشمِ کرم کی

بھیک میں

مل جائے مجھے

میں اپنے آپ کو تقسیم کردوں

جہانِ عرفان میں

مبارک چہرہ

ابھی کچھ دیر پہلے

میرا کمرہ

کمرے کے درودیوار

خوشبوؤں سے معطر

نورانی کرنوں سے منور تھے

میں نے دیکھا

ایک مبارک چہرہ

جس کے آگے محوِ سجدۂ کائنات

مقام لا

نعت نبی

لکھتے لکھتے

سرشاری کیفیتیں

مجھ پر طاری ہوگئیں

اور میں میں نہ رہا

موسم

میرا دل دھڑکنوں سے نابلد

میرا ذہن آہ وفغاں کے تھیلے میں مقید

اور بدن کا ریشہ ریشہ زخموں سے چور

کوئی خاکِ زمینِ مصطفےٰ لادے

میرے زخموں کے لئے پھاہا بنادے

کہا جاتا ہے کہ دعویٰ بغیر دلیل کے درست نہیں۔

رسول کی محبت کا دعویٰ ان کے احکام کی پیروی ہے یعنی رسول کی اطاعت ان کی محبت کا ادنیٰ سا تقاضہ ہے کہ محبوب کی پسند کو اپنی پسند بنالیا جائے۔ نعت گو اور نعت خواں حضرات قابل صد احترام ہیں کہ ان کی رگوں میں حضور کی محبت موجزن ہے۔ ان کے قلم اور ان کی آواز کو میں سلام کرتا ہوں۔ لیکن اس صنف میں ایک عبرت ناک واقعہ نقل کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جو برادرم ناوک حمزہ پوری کے ساتھ پیش آیا کہ ایک نعتیہ مشاعرے میں نماز عشاء سے لے کر فجر کے پہلے تک مشاعرہ چلتا رہا لیکن فجر کی جماعت میں نصف سے بھی کم نعت گو شعراء نظر آئے۔ اللہ قول و فعل کے اس تضاد سے ہم مسلمانوں کو بالعموم اور نعت گو شعراء کو بالخصوص محفوظ فرمائے اور رسول کی محبت میں استواری عطا فرمائے۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو (غالبؔ)

☆☆☆

Ali Munir,

Principal(Redtd.),

Editor:-UFUQ-E-ADAB,

Friends Colony,

Moh.:-Pugmil,

Hazaribagh-825301(JHARKHAND)

Mobile No,:-09431796561

ڈاکٹر رؤف خیر

خواجہ ادب نواز

بے آب گیاہ علاقے کے کسی اندھے کنویں میں ایک قافلے کے کچھ لوگوں نے شہداب کی تلاش میں ڈول ڈالا تو ڈول میں بیٹھے پانی کے ساتھ ساتھ میٹھی صورت والا ایک حسین بچہ بھی برآمد ہوا اس خوش ذوق بچے کی میٹھی زبان نے سارے قافلے کا دل موہ لیا۔ اردو ادب کا یہ خوش مذاق لڑکا بازار مصر پہنچا تو سارا شہر اس کا گرویدہ ہو گیا حتی کہ ایک عجوزہ نے بھی اس کی بولی لگائی مگر وہ عزیز مصر کے مقدر میں تھا اور جب ذرا ہاتھ پاؤں نکالے تو زلیخا نے اس کے دامن پر ہاتھ ڈالا شکر ہے کہ اس کا دامن پیچھے سے پھٹا اور یہ گریبان چاک نفس کے شر سے نبرد آزما اپنی فطری معصومیت کی حفاظت میں کنج قفس کو اس نے اہمیت دی اور گوشہ نشین ہو گیا اور جب سات دبلی گائیں سات موٹی گایوں پر ''شب خون'' مارنے لگیں تو سوائے اس کے شہر میں کوئی اور تعبیر دینے والا باقی نہ رہا۔ اسی نے اس کنج بے آباد کو لائق اعتنا بنایا، عزیزانِ بے ادب کو اپنی تخلیقی تعبیرات سے روشناس کروایا۔ اب سارا شہر اس کے فکر و فن کا لوہا ماننے لگا۔ اس کی ہر فن مولائی حیثیت ہر فرعون و نمرود ادب سے داد پاتی رہی۔ یہ وہی خوش مذاق، خوش سخن، خوش اخلاق، خوش فکر و خوش ادا شخصیت ہے جسے دنیائے فکر و فن علیم صبا نویدی کے نام سے جانتی ہے۔ یہ بھلے ہی یوسف نہ سہی ادب کا ابو یوسف ضرور ہے جس کی ایک جنبشِ قلم سے اسلاف کی کنیز کا ''باب الداخلہ'' اخلاف کی دستک پر کھل جاتا ہے۔ نتیجتاً ابو یوسف کا منہ موتیوں سے بھر جاتا ہے کہ اس نے وہ دروازہ بڑے سلیقے سے کھول دیا جسے بند سمجھا جاتا تھا۔ اس نے ہر صنفِ سخن میں نئے نئے دریچے وا کیے، کلمۂ حق سے رد کفر کیا۔ اور خود کو شناخت کی حدوں میں لایا یہ سب اہلِ ادب کب مانتے تھے، بڑی مشکل سے منوایا گیا ہوں حمد و مناجات، نعتیہ سانیٹ، ہائیکو، آزاد غزل، نظم و غزل کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں علیم صبا نویدی نے اپنی پہچان نہیں کروائی۔

اب نثری نعتوں کا ایک انوکھا تجربہ ان کا شناس نامہ بن گیا ہے

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزہ نہ رہا

علیم کی نثری نظم کی ہیت میں لکھی ہوئی نثری نعتیں بھی چونکاتی ہیں ان میں ایسی روانی ہے کہ قاری کو جوہر شناس بنانے لگتی ہے۔

● **جوھری مقدر**

میرا رشتہ
مسکراتے پھولوں سے
ہنستی کلیوں سے
بہاروں کی کونپلوں سے
پیڑوں کی چھاؤں سے
خوشبودار گاؤں سے
سرسبز و شاداب کھیتوں سے
ہری بھری پگڈنڈیوں سے
بہتی ندیوں سے
کہسار کے آبشاروں سے
جاگتے تالابوں سے
لہراتی جھومتی صبحوں سے
سرمست مہکتی شاموں سے
میرا رشتہ ہے مضبوط بہت
میں سب سے ہوں مربوط بہت
میری ذات میں نورِ نبی ہے
میرا مقدر جوہری ہے

علیم کا ''مقامِ لا'' بھی سوچنے پر مجبور کرنے والا ہے

● نعتِ نبی لکھتے لکھتے
سرشاری کیفیتیں
مجھ پر طاری ہوگئیں
اور میں

میں نہ رہا

علیم صبا نویدی ایسے ماحول اور ایسے بے حس معاشرے سے نالاں ہے جو کتاب وسنت کا ادراک نہیں رکھتا اور جو اس ''نور'' سے نابلد ہے جو ظلمتوں کو دور کرنے کے لئے بھیجا گیا علیم کہہ اُٹھتے ہیں:

● محروم فیضانِ رسول
اس کی زبان نوچ لو
اس کے ہاتھ قلم کردو
اس کے
احساس کو سولی پر چڑھادو
اس کی فکر کو زندہ درگور کردو
اس کے اظہار کو سیاہی کا کفن پہنادو
اس کے جذبوں کو گرم سلاخوں پر رکھ دو
وہ اپنے آباواجداد کی تہذیبوں کا دشمن ہے
وہ ان کے صالح روایات کا مخالف
وہ ان کے علمی اثاثے کا ناقدرداں
وہ ان کے آثارِ قدیمہ کا منکر
وہ حضور کے فیضان سے محروم
وہ زندہ ہے مگر مردوں میں شامل

جس طرح آنکھ والا اور اندھا برابر نہیں ہو سکتے اسی زندہ مردہ مساوی نہیں اسی لئے علیم صبا کہتا ہے اے میرے محبوبِ خدا:

● میرا ماحول تعفن آمیز
میرے گھر کے لوگوں کے دل زنگ آلود
درودیوار شکوک آور
بستر گناہوں سے ملوث
نیندیں چاک گریباں
خواب برہنہ

جسم ناپاک
آرزوئیں صد چاک
راتیں بیوہ
دن مخنث
عبادت گاہوں سے دور
رہنے والوں کے پاس
نہ خوفِ خدا نہ حبِ رسول
ہر طرف دھواں ہی دھواں
اے میرے محبوبِ خدا
اک نظر عنایت کی اس طرف بھی

علیم نے بے رسول و بے خدا معاشرے کا خاکہ کھینچ کر اس کے دن رات کی علامتی کیفیت بیان کردی۔

شاید قافیہ ورد یف کی پابندی کی وجہ سے وہ یہ سب کچھ کھل کر کہہ نہ پاتے جو ان نثری نعتوں میں کہہ گئے۔اس طرح ان نثری نعتوں کا جواز نکل آتا ہے۔کوئی خواجہ غریب نواز ہے،کوئی خواجہ بندہ نواز ہے تو علیم صبا نویدی ''خواجہ ادب نواز'' ہے۔KGN اور KBN کی طرح KAN کا نام ہے ٹامل ناڈو کی سرزمین سے ابھرنے والا یہ خواجہ ادب نواز کے کوفہ و بغداد میں کبھی بھلایا نہ جاسکے گا اس کی خواجگی سے انکار کوئی دشمنِ ادب ہی کرسکتا ہے۔

خواجہ ادب نواز (KAN) علیم صبا نویدی کے ملفوظات،مکتوبات،تصنیفات و تالیفات بے شمار ہیں ایک تخلیق کی ابھی آمد ہونے نہیں پاتی آنول کٹنے نہیں پاتی ہے کہ دوسری تخلیق کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔اس نارنگی و نیرنگی شخصیت کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں کئی با اثر راہی اور جاوید ین ہیں جو اس کے نام اور کام کی تشہیر کرتی رہیں گی ویسے یہ کام وہ خود بھی احسن طریقے پر ایک زمانے سے انجام دیتا آرہا ہے۔وہ اپنے آپ کو کبھی منظرنامے سے محو ہونے نہیں دیتا اور نہ اپنے مقام کو اردو ادب کے نقشے میں بے نشان ہونے دیتا ہے۔

رؤف خیرؔ
موتی محل،گولکنڈہ،حیدرآباد

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

نویدیؔ کی نعتیہ نثری نظمیں

ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اجالا

نعت کا فن عظیم بھی ہے اور قدیم بھی، یہ نہایت وسیع بھی ہے اور وقیع بھی۔ نعت کا موضوع ایک ایسی ذات گرامی سے وابستہ ہے جس کی عظمت لامحدود اور جس کی وسعت بے پایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت کا سمندر شعر وسخن کی کسی ایک صنف یا کسی مخصوص ہیئت میں کبھی قید نہ رہ سکا اور جدید وقدیم تمام شعری اصناف اور ہیئتوں میں اس کا اظہار ہوتا رہا ہے۔

جناب علیم صباؔ نویدی عصرِ حاضر کے ایک ایسے ہی ممتاز ومنفرد نعت گو شاعر ہیں، جو رسول کریم کی ذات اقدس سے والہانہ عشق وعقیدت اور محبت ووارفتگی کے ساتھ سرزمین حجاز گہری وابستگی اور دبستگی رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کے عشق ومحبت کا جوار بھاٹا بھی شاعری کی کسی ایک ہیئت میں قید نہ رہ سکا ہے اور انہوں نے قدیم شعری اصناف وغزل اور رباعیات وقطعات کے ساتھ ساتھ جدید شعری ہیئتوں نثری نظم، تین سطری نثری نظم، ثلاثی، آزاد غزل، سانیٹ، ترائیلے، ہائیکو، واکا، ماہیا پھر اسی کے ساتھ گیت، دوہا اور لوری وغیرہ میں بھی نعتیہ شاعری کے کامیاب نمونے اور تجربے پیش کئے ہیں۔

جناب علیم صباؔ نویدی کی نعتیہ نثری نظموں کا ایک مختصر قلمی مجموعہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے جا رہا ہے۔ لیکن سب سے پہلے نثری نظم اردو شاعری میں آزاد غزل کی طرح ایک ایسا تجربہ ہے جو ابھی تک اردو شاعری کی روایت کا مضبوط حصہ نہ بن سکا ہے۔ بہر حال اردو شاعری میں قافیہ، ردیف کی بندش اور وزن و بحر کی قید و بند کا احساس تو معریٰ نظم کی ابتدا سے پہلے ہی ہو چکا تھا، لیکن نظم معریٰ میں صرف قافیہ و ردیف ہی سے چھٹکارا حاصل کیا گیا تھا۔ آزاد نظم ایک قدم آگے بڑھ کر بحر سے چھٹکارا حاصل کر لیتی ہے جب کہ نثری نظم وزن کی غلامی کو بھی ختم کر ڈالتی ہے۔ جہاں شاعری میں صرف جذبہ کے بہاؤ اور دباؤ کے تحت، بول چال کی زبان کے آہنگ اور جملے کی نثری ترتیب کو اپنا لیا جاتا ہے۔ اب چونکہ نعت گو شعراء نے ہر دور میں نعت کے مضامین کو کم وبیش تمام اصناف سخن میں قلم بند کیا ہے اور جو صنف شعر جس عہد میں زیادہ مقبول ومروج رہی، اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ لہٰذا آج نثری نظم کے فارم میں بھی نعتیں خوب خوب لکھی جا رہی ہیں۔

جناب علیم صباؔ نویدی اس لحاظ سے یقیناً لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے جدید شعری ہیئتوں میں نعتوں کے حوالہ سے بعض بڑے کامیاب تجربے کئے ہیں۔ نویدیؔ کی ان نورانی نثری نعتوں میں رسول اکرمؐ سے عقیدت ومحبت کے اظہار، آنحضرتؐ کی زندگی کو نئے زاویوں سے دیکھنے دکھانے اور نعت کے باب میں فکر وفن کی نئی راہیں کھولنے کی ایک کامیاب

کوشش نظر آتی ہے۔ یقیناً فکر و نظر کے لحاظ سے ان کی نوعیت اور ہیئت پرانی اور روایتی نعتوں سے بہت مختلف ہیں۔ ان کی جدت پسند طبیعت نے نئے نئے اسلوب و انداز میں نعتیہ جذبات کی ایسی خوبصورت ترسیل کی ہے کہ مشام جاں معطر اور قلب و نظر منور ہو جاتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ اب نویدی کی چند نثری نعتوں کی بنت میں اترا جائے اور ان کی چند سطریں پیش خدمت کر دی جائیں۔

۱) پرانے آسماں سے/ طلوع ہونے والا نیا سورج/ سب نے دیکھا/ لیکن چند ذہین آنکھوں نے/ اس کو چھوا ہے/ اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے/ کہیں وہ خاموش اتھاہ سمندر ہے/ کہیں ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اجالا/ کہیں وہ تجلی کا ظہور/ وہ سفر جس کا کوئی انت نہیں۔ (سفر)

۲) کالی کملی/ میرے شر پر سایہ فگن کیا ہوئی/ رحمتیں میرے حق میں آ گئیں/ میں سراپا منور ہو گیا/ میرے ظاہر و باطن کی کائنات ذات اقدس کے جلوؤں سے/ نورانی ہو گئی (معجزہ)

۳) یہ دف بجاتی دوشیزائیں/ رس بھرے راگوں کے دلکش باغ/ مسرت میں جھومتی مسکراتی شامیں/ ٹہنیوں پہ چہچہاتے پرندے/ شاخوں پہ ڈولتی تتلیاں/ نور کے رتھ پر آنے والی/ سواری کے منظر ہیں۔ (سواری)

۴) میرا رشتہ/ مسکراتے پھولوں سے/ ہنستی کلیوں سے/ خوشبودار گاؤں سے/ بہتی ندیوں سے/ کہسار کے آبشاروں سے/ جاگتے تالابوں سے/ لہراتی جھومتی صبحوں سے/ سرمست مہکتی شاموں سے/ میرا رشتہ ہے مضبوط بہت/ میں، سب سے ہوں مربوط بہت/ میری ذات میں نور نبیؐ ہے/ میرا مقدر جوہری ہے۔

(جوہری مقدر)

نویدی نے ان نظموں میں نئی شاعری کے اس آبدار عنصر کا بالخصوص لحاظ رکھا ہے جو ایمائیت سے عبارت ہے۔ بلاشبہ اس علامتی طرز ابلاغ نے اُن کی نعتوں کو ایک ایسی تہہ داری سے ہم کنار کیا ہے، جس میں عمق اہم بات یہ ہے کہ نویدی کی ان نعتوں کے تناظر میں اگر انہیں نور اور نکہت کا نعت گو شاعر کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا، اُن کے پورے نعتیہ کلام میں بار بار روشنی اور خوشبو کا ذکر آتا ہے، ان دونوں باتوں کے بغیر وہ اظہار خیال ہی نہیں کرتے۔ مذکورہ بالا نعتوں کے چند مصرعوں کو ہی دیکھئے: ۔

طلوع ہونے والا نیا سورج، ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اجالا،
کہیں وہ تجلی کا ظہور، میں سراپا منور ہو گیا، نور کے رتھ پہ آنے والی
سواری، میری ذات میں نور نبی ہے، نورانی جلوؤں میں بھیگی
زتیں، حب محمدی کی روشنی میں، جس کے راہبر کی روشنی، ہماری
آنکھوں میں جلوہ فگن ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب ان مصرعوں کو چھوڑئے، اس مجموعہ میں شامل چند نعتیہ نظموں کے عناوین پر ایک نظر ڈالئے، جو نورانیت سے معمور ہیں۔ مثلاً اور ماخلق اللہ نوری، نورانی تبسم، نورانی پتلیاں، نورانی لمحات، روشن جھولی، نور الٰہی، نور اول وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے پانچ مجموعے۔ ۱) مراۃ النور (مطبوعہ ۱۹۸۸ء) ۲) نور السموات (مطبوعہ ۱۹۸۸ء) ۳) ن (مطبوعہ ۱۹۹۰ء) ۴) نور اعظم (مطبوعہ ۲۰۰۰ء) ۵) اسم محمدؐ (مطبوعہ ۲۰۱۳ء) شائع ہو چکے ہیں، جن کے نام ہی سے انوار رحمت کی بارش ہو رہی ہے۔

جناب علیم صبا نویدی نے نور اول کے مظاہر کو بڑی محنت اور احتیاط سے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے اور عشق رسول کی تنویر سے اپنے فکر و فن کی دنیا کو روشن کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا روشنی ان کی نعتیہ شاعری کا بنیادی استعارہ ہے اور وہ اپنی شاعری میں روشنی کے سفیر بن کر نمودار ہوئے ہیں، جس سے خود اُن کی پوری شخصیت اور شاعری منور ہے۔

میرے نزدیک اس مجموعہ میں شامل نویدی کی وہ نعتیں زیادہ موثر اور روح پرور ہیں، جس میں انہوں نے ملت اسلامیہ کی بے چارگی و بے کسی اور حالت زار کا ذکر کر کے رسول کریمؐ سے اس کا مداوا طلب کیا ہے، کہیں کہیں تو وہ سراپا دعا اور مجسم سوال بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہاں ان کی صرف ایک نعت بہ عنوان 'محتاج سہارا' پیش خدمت ہے:

''آسماں / سہارا دینے سے مجبور / زمین / سنبھالا دینے سے معذور /
سمندر / پی جانے پر آمادہ / ہمالہ / ٹوٹ کر گرنے کے لئے تیار / دور دور
تک / بہی خواہی / خیر خواہی ناپید / گویا / ہر شئے کے چہرے پر / نفرت

کے شعلے/ آگ کے گولے/ ایسے میں/ ستم رسیدہ/ گناہ گار/ مجروح
احساس لئے کدھر جائے گا؟/ آپ کا سہارا/ نہ ملے گا تو مرجائے گا۔''

واقعہ یہ ہے کہ جدید اردو نعت عصری آگہی اور ملی شعور کا مرقع ہے، اور یہ تاریخی و ملی شعور عصری حسیت، غم امروز اور اندیشۂ فردا کے عناصر علیم صبانویدی کی نعتیہ شاعری میں بھی پوری طرح جلوہ گر ہیں۔

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی
گورنمنٹ ڈگری کالج، کاروار، کرناٹک

سعید رحمانی، کٹک

علیم صبانویدی کی نعتیں نثری نظم کی ہیت میں

حضرت علیم صبانویدی اردو ادب میں ایک ہمہ جہت اور اجتہاد پسند شخصیت کے بطور معروف ہیں۔ زود نویس اور زود گو بھی ہیں لیکن اس زود گوئی میں بھی انھوں نے ایسی ہوش مندی کا ثبوت دیا ہے جس کی بنا پر ان کی شاعری رطب و یابس سے پاک نظر آتی ہے۔ شاعری میں بیشتر اصناف سخن کو انھوں نے اپنی طبع رسا کا محور بنایا ہے اور ہر صنف میں بصیرت و بصارت کے چراغ فروزاں کیے ہیں۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان کی نعتوں کا تازہ ترین مجموعہ "نعتِ نبی کی نئی جہتیں" جلد ہی منظرِ عام پر آرہا ہے۔ اس میں شامل سبھی نعتیں نثری نظم کے فارم میں کہی گئی ہیں۔ نعت ایک ایسی صنف ہے جس کے لیے کوئی مخصوص فارم نہیں ہے۔ آپ چاہیں کسی بھی ہیت میں نعت کہہ سکتے ہیں۔ خواہ وہ قصیدہ ہو، مسدس، مخمس یا درآمد شدہ اصناف جیسے سانیٹ، ہائیکو، ماہیا، ترائیلے، دوہا، یا پھر آزاد غزل، آزاد نظم اور نثری نظم وغیرہ۔

نویدی صاحب نے ان سبھی ہیتوں میں اپنی تخلیقیت افروزیوں کے گل بوٹے کھلائے ہیں۔ ان میں سے نثری نظمیں ابھی بھی تجرباتی مرحلہ سے گزر رہی ہیں کیونکہ بعض ثقہ حضرات اسے بطور صنف تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے باوجود نثری نظمیں کہی جارہی ہیں اور انھیں آج کے مستند ادیب، ناقد اور ماہر لسانیات حضرت گوپی چند نارنگ کی تائید حاصل ہے۔ اس کے فنی جواز کو صوتیات کی مدد سے بڑے سائنٹفک انداز میں موصوف نے ثابت کردیا ہے کہ عروض کے آہنگ کی طرح نثر میں بھی اتار چڑھاؤ اور سُر تال جیسا آہنگ ہوتا ہے۔ اس طرح نثری نظمیں بھی ہمارے ادب کا حصہ بن سکتی ہیں۔ نثری نظم کہنے والوں میں چند معتبر نام ہیں سجاد ظہیر، وزیر آغا، ڈاکٹر انور سدید، شہریار، منیر نیازی، باقر مہدی، حامدی کاشمیری، مخمور سعیدی وغیرہ اور ان کے ساتھ نثری نظم کہنے والوں کا ایک بڑا قافلہ بھی رواں دواں ہے۔ اس قافلے میں حضرت علیم بھی شامل ہیں۔ وہ اب تک بڑی تعداد میں نثری نظمیں کہہ چکے ہیں اور اب ان نثری نظموں پر مشتمل ان کا نعتیہ مجموعہ "نعتِ نبی کی نئی جہتیں" جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس میں شامل جتنی نعتیں راقم الحروف کی نظر سے بھی گزری ہیں ان کی روشنی میں، میں عرض کرسکتا ہوں کہ موضوع و مواد کے اعتبار سے یہ نعتیں نہ صرف لائقِ ستائش ہیں بلکہ ان میں عشقِ رسول کی ایک سرشارانہ کیفیت بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان نعتوں کی سب سے بڑی خوبی ان کا رمزیہ اور استعاراتی نظام اور معنیاتی تفاعل ہے جس سے شاعر کی خلاقانہ ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ ان کے ایمائی اور استعاراتی نظام سے لطف اندوز ہونے کے لیے یہاں ان کی ایک نعتِ پاک "شہرِ مصطفےٰ" کے چند مصرعے ملاحظہ فرمائیں:

یہ شہر پھول والوں کا ہے

اس شہر میں

خوشبوئیں نہیں پکتیں

درد جنم نہیں لیتے

زخم نہیں مسکراتے

داغ نہیں جگمگاتے

نظم کا یہ ایمائی انداز آخر تک برقرار ہے اوران تین مصرعوں کے ساتھ نظم کا اختتام اس طرح ہوتا ہے:

اس شہر میں

نورِ مصطفائی ہے

خوشبوئے خدائی ہے

ایک دوسری نعتِ پاک بعنوان ''معجزہ'' کے تحت انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی کالی کملی کے معجزنما اوصاف کا خاکہ اس طرح پیش کیا ہے:

کالی کملی

میرے سر پہ سایہ فگن کیا ہوئی

رحمتیں میرے حق میں آگئیں

میں سراپا منور ہو گیا!

اس خوبصورت نعتِ پاک کا نقطۂ ارتکاز Thrilling بھی ہے اور نبی کریم ﷺ کی بے انتہا رحمتوں کا برملا اعتراف بھی۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

میں سراسر

جو کل تک

سب کے آگے سجدہ ریز تھا

آج میرے آگے دنیا سجدہ ریز ہے

یہ منظر

کتنا تعجب خیز ہے!!!

اس میں شک نہیں کہ آقائے دو جہاں کی چشم کرم جس پر بھی ہو جائے وہ ذرہ سے ماہِ کامل بن جاتا ہے اور اسی خیال کو نویدی صاحب نے موثر انداز میں پیش کر کے اپنی شاعرانہ ہنرمندی دکھائی ہے۔ اس مجموعے میں شامل یوں تو سبھی نعتیں انجذاب توجہ کا باعث ہیں مگر جن نعتوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ان میں سواری نورانی تبسم نئی منزل حب محمدی نور اول مبارک چہرہ رحمانی دعا قابلِ ذکر ہیں۔ یہ نعتیں جہاں شاعر کے عشقِ رسول کے والہانہ جذبوں کا اظہار یہ ہیں وہیں ان سے شعری بصیرت فکری طہارت شگفتگی اور ندرتِ زبان و بیان کا بھی پتہ چلتا ہے۔ حسب معمول ان نعتوں میں بھی صبا ندی صاحب کا ایمائی اور استعاراتی اندازِ بیان نمایاں ہے۔ نور کی رتھ خاموش نورانی ملبوس نظرِ التفات کی میٹھی بوندیں سورجی کرنوں کا جلوس نورانی جلووں میں بھیگی رتیں نورانی برساتیں جیسے خوبصورت علائم واستعارات سے مزین یہ شاعری قاری پر ایک سحر ساطاری کر دیتی ہے۔

دل تو چاہتا تھا کہ یہاں ان کی چند مختصر مختصر نعتیں بطور حوالہ پیش کروں مگر طوالت کے خوف سے مزید حوالے پیش نہ کر کے اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو سرکارِ دو جہاں ﷺ کے سایۂ عاطفت میں چلنا پسند کرتے ہیں۔ نویدی صاحب بھی اسی راہ کے رہرو ہیں۔ ایسے راہی کے لیے کامرانیوں کی بشارت بھی ہے اور اخروی نجات کا مژدہ بھی۔

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ علیم صبا نویدی صاحب کا ایمائی اور استعارائی اندازِ فکر ان کی شاعری کو ایسی دل کشی اور جاذبیت عطا کرتا ہے جس کی مثال دوسروں کے یہاں خال خال ہی ملتی ہے۔ یہی وہ اندازِ فکر ہے جو انھیں دیگر شعرا سے ممیز بھی کرتا ہے۔ دوسری اہم بات ان کی خلاقانہ فطرت ہے۔ جس صنف کو بھی ان کے صریرِ خامہ کا لمس مل جاتا ہے وہ معراج کی بلندی چھو لیتی ہے۔ امید ہے کہ نثری نظم کی ہیت میں یہ نعتیں بھی اپنی خوشبوؤں سے قاری کے ذہن و دل کو بھی نہ صرف معطر کریں گی بلکہ دور تک اور دیر تک ان کی بازگشت بھی سنی جاتی رہے گی۔ نثری نظموں پر مشتمل اس منفرد اور اردو کے اولین مجموعہ کی اشاعت پر دلی مبارکباد کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ عقیدت کے یہ نذرانے بارگاہِ رسالتمآب میں شرفِ قبولیت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ علیم صبا نویدی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

ڈاکٹر وحید کوثر کرنول

نثری نعتیہ نظموں کا نمائندہ شاعر.........علیم صبا نویدی

علیم صبا نویدی کی شخصیت اردو دنیا کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے اردو شعر و ادب کی مختلف جہتوں کو اپنی فکری اور اپنے فن کی روشنی عطا کی ہے جو ان جہتوں پر آگے بڑھنے والوں کے لئے مینار نور سے کم نہیں۔ وہ ایک اچھے شاعر ہیں اور شاعری کی ہر نئی پرانی صنف میں طبع آزمائی فرما کر اپنی روانی طبع اور پختہ صلاحیتِ شعر گوئی کا ثبوت دیا ہے۔

علیم صبا نویدی کی شخصیت کا ایک پہلو ان کا عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہے۔ نعت گوئی چاہے کسی بھی صنفِ شاعری میں ہو اس ذاتِ اقدس کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنے جذبات و احساسات، عقیدت و محبت اور اپنی بے بسی اور کسر نفسی کا اظہار ہے جس سے متعلق ہر مومن کا اس ذاتِ اقدس پر ایقان و ایمان ہے کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' اس ذاتِ اقدس سے مخاطب ہو کر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب یہ ساری کائنات آپ ہی کے صدقے میں بنائی گئی ہے۔ علیم صبا نویدی نے سید الانبیاء، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علی وسلم سے حصولِ التفات کے لئے نعت گوئی کی راہ اپنائی ہے۔ اس سلسلے میں موصوف کا ایک اہم کارنامہ ''نعتیہ شاعری میں ہئیتی تجربے'' ہے۔ انہوں نے مختلف ہیئتوں (قدیم و جدید) میں کہی گئی اردو نعتوں کو نہ صرف ایک جا مع کر دیا ہے بلکہ اس موضوعی صنف کا ایک ایسا گلدستہ تیار کر دیا ہے جس کی مہک اردو نعت گوئی کی دنیا میں ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی۔

زیرِ نظر نثری نعتوں کا مجموعہ بھی اسی سلسلے کی ایک اور کڑی ہے۔ جہاں تک نثری نظم کا تعلق ہے یہ صنف انگریزی زبان کے اثر سے اردو میں رائج ہوئی ہے۔ ولیم کارلوس نے انگریزی میں نثری نظموں کو فروغ دیا۔ اردو میں ترقی پسندی اور جدیدت کے اثرات سے خود کو بچانے کے رجحان نے نثری نظم کو وجود بخشا۔ اس طرح اس کا رشتہ انگریزی نظم سے قائم ہو گیا۔ نثری نظم کے شعراء نے ایک طرف فیض، سردار جعفری اور مخدوم محی الدین کے اثرات سے دامن بچایا تو دوسری طرف راشد، میراجی اور اختر الایمان کے اثرات سے بھی اپنے کو دور رکھا۔

آزاد نظم نے جب بحور اور اوزان کے استعمال میں آزادی اختیار کی تو اس آزادی نے ایک قدم آگے بڑھ کر نثری نظم کی راہ ہموار کر دی۔ اس صنف کا تمام تر انحصار الفاظ پر ہوتا ہے۔ ذہن کی پرواز، دل کی دھڑکن اور جذبات و احساسات کا اظہار الفاظ ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ نثری نظم میں الفاظ کی ترتیب، خیال اور موسیقی دونوں کو سہارا دیتی ہے۔ یورپ میں نثری نظم پیراگراف کی شکل میں لکھی جاتی ہے لیکن اردو میں مصرعوں کی طرح سطریں چھوٹی بڑی کر دی جاتی ہیں اس لئے بھی کہ دیکھنے میں یہ نظم معلوم ہو لیکن اس میں نثر کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ اردو میں شعر منثور اور ادب لطیف کے نام سے جو کچھ لکھا گیا نثری نظم اسی کی ایک شکل قرار دی جا سکتی ہے۔ یہ صنف تمام قدیم شعری روایات کو رد کرتی ہے۔ شاید اسی بنیاد پر مظہر امام نے اپنے ایک مضمون میں کہا ہے کہ ''نثری نظم کو باقاعدہ صنف کہنا مناسب نہیں اور نثری نظم کہنے والے شاعروں کو اس پر اصرار بھی نہیں، صنف تو دراصل نظم ہے اور نظم کی مختلف ہیئتیں یا شکلیں'' لیکن خود مظہر امام، شمس الرحمٰن فاروقی اور وزیر آغا جیسے نقاد اس کو شاعری کے زمرے میں شامل نہ کرتے ہوئے بھی مستقبل میں اس کے امکانات کو رد نہیں کرتے۔

پاکستان میں نثری نظم ایک تحریک کی شکل میں سامنے آئی اس کارواں کو قمر جمیل اور مبارک احمد نے آگے بڑھایا اور کئی نوجوان شعراء اس میں شامل ہو گئے۔ جن میں افضال احمد سید، سارہ شگفتہ، عذرا عباس، تنویر انجم، نجمہ منصور، سیما غاں، ثروت حسین، شوکت عابد، انیس ناگی، احمد ہمیش اور اعجاز احمد وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہندوستان میں ڈاکٹر محمد حسین، ندا فاضلی، صادق، احتشام سید، نصیر احمد ناصر، رفیق سندیلوی، ابرار احمد اور سلیم آغا قزلباش نے اس صنف کو سہارا دیا۔ جہاں تک علیم صبؔا نویدی کا سوال ہے انہوں نے یورپ سے آئی اصناف میں نہ صرف طبع آزمائی فرمائی ہے بلکہ ان اصناف میں نعتیں لکھ کر ان اصناف کو نیک و پاک اور عشق و عقیدت کی راہ دکھائی ہے۔ ثبوت کے طور پر ان کا نعتیہ ہائیکو کا مجموعہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور اب زیر نظر مجموعہ نثری نظم میں نعت گوئی کے نمونے پیش کرتا ہے۔

علیم صبؔا نویدی نے اپنی تالیف ''نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے'' کے صفحہ ۹۸ پر اپنی دو نثری نعتیہ نظمیں اور صفحہ ۹۹ پر نصف درجن تین سطری نعتیہ نظمیں شامل کی ہیں۔ جہاں تک نثری نعتیہ نظموں کا تعلق ہے خود موصوف کا بیان ہے۔

''آزاد نعتیہ نظموں کے بھرپور مطالعہ سے ہماری معلومات میں اتنا ضرور پھیلاؤ آیا کہ ہمارے نعت گو شعراء نے موضوعاتی شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے اور عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر نئے پہلو اجاگر کئے ہیں۔

ان آزاد نظموں اور نثری نظموں کے مضامین میں بھی آداب واحترام، طریقۂ اظہار میں احتیاط اور موضوعات میں وسعت وگہرائی کا نہایت عمدگی سے احاطہ کیا ہے اور نعت کے ماخذات میں حدیثِ رسول ﷺ کو بھی مشعلِ راہ بنایا ہے۔" (نعتیہ شاعری میں ہئیتی تجربے صفحہ ۹۹)

زیرِ نظر مجموعہ میں کل ۳۸ نثری نعتیہ نظمیں ہیں۔ ہر نظم اپنے عنوان کا حق ادا کرتی ہے اور بعض میں شاعر کا جذبہ اور احساس ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ جس سے عقیدت ومحبت کا پہلو نکھر آیا ہے۔ اس طرح شاعر اپنے اس تجربے میں نہ صرف کامیاب ہے بلکہ اس نے اپنی اس کوشش کے ذریعہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری دی ہے۔



ڈاکٹر آفاق احمد آفاقی

نعتیہ شعری روایت میں قابلِ قدر اضافہ

علیم صبانویدی کا شمار ان شعرا وادباء میں کیا جانا چاہئے جنھوں نے اردو زبان وادب کی آبیاری میں خلوص و نیک نیتی کے ساتھ دلچسپی لی ہے۔ درجنوں نثری وشعری نگارشات اس بات کی بین ثبوت ہیں کہ علیم صبانویدی اپنی عمر کے تمام لمحوں کو اردو کے لئے وقف کردیا ہے۔ یہ اردو سے ان کے والہانہ عشق ہونے کا ثمرہ ہی ہے کہ انھوں نے اردو زبان کو وسیع تر مناظر میں استعمال کیا ہے۔ شعری اظہار کے مختلف اسالیب اور اصناف میں اپنے احساس وجذبات کو پیش کیا ہے۔ تاریخ، تہذیب، ثقافت اورادب کے تاریخی مصادر کے پہلو بہ پہلو معاصر شعروادب پر گہری نظر رکھنے والے اس قلم کار کی جملہ تخلیقات اقدار جہات اور اقدار فن کی بہترین ترجمانی بھی ہیں۔

علیم صبانویدی کے نعتوں کا مجموعہ ''اسم محمدؐ'' ادبی حلقوں میں دوسری تصانیف کی طرح ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب نے ان کے نثری نعتوں کا مجموعے کو ترتیب دیا ہے۔ ''نثری نعتوں'' کے اس مجموعے کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہاں بھی علیم صبانویدی کے وسیع تجربات اور مشاہدات پوری طرح مترشح ہوئے ہیں۔ عشقِ رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہر نثری فن پارہ قاری کے اندر حلاوت اور ایمان ویقین کی تراوٹ پیدا کرتا ہے۔ تقریباً چالیس نثری نعتوں پر مشتمل اس مجموعے میں ہر نعت کے لئے ایک عنوان مختص کیا گیا ہے اور اسی موضوع کے تحت پوری نعت ارتقا پذیر ہوتی چلی گی ہے۔ مثلاً معجزہ، سفر، اے میرے محبوبِ خدا، سواری بحتاج، نورانی تبسم، مبارک چہرہ، مرحم، امید قوی، مقاملا، تلاش، رحمانی دعا وغیرہ وغیرہ۔

علیم صبانویدی کی نعتیہ شاعری کا اختصاص یہ ہے کہ وہ کہیں بھی مبالغے سے کام نہیں لیتے اور نہ ہی حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ یعنی نعت لکھنے کے عمل کو راہ پل صراط پر چلنے کے مترادف قرار دینے والے خیال پر وہ پوری طرح کامیاب نظر آتے ہیں۔

وہ نبی اکرمؐ کی ذات کو نبی قوم انسان کی فلاح وصلاح کا محور ومرکز تصور کرتے ہیں۔ وہ کالی کملی کی رحمتوں سے اپنے قلب وجگر کو منور اور روشن پاتے ہیں اور اس کی برکت سے دنیاوی واُخروی زندگی میں کامیابی وکامرانی کی ضمانت تصور کرتے ہیں۔ وہ نبی اکرمؐ کی ذات کو ''طلوع ہونے والا نیا سورج'' کہتے ہیں جس نے

پرانے آسماں کی تقدیر بدل دی۔ کفر و جہالت، تاریکی و گمراہی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور پھر

''سب نے دیکھا
لیکن چند ذہین آنکھوں نے
اس کو چھوا ہے
اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے
کہیں وہ خاموش اتھاہ سمندر ہے
کہیں اَن دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اُجالا
کہیں وہ تجلی کا ظہور
وہ سفر جس کا کوئی انت نہیں'' (سفر)

علیم صبا نویدی تاریخ اسلام کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ بالخصوص حضور اکرمؐ سے قبل انسانیت جس طرح پامال ہو رہی تھی، کفر و جہالت، توہم پرستی، ظلم و بربریت اور تشدد نے جس طرح انسانوں کی زندگی پر قدغن لگا دیا تھا۔ وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ تعفن آمیز ماحول، زنگ آلود دل، برہنہ خواب اور ضمیر چاک آرزوؤں نے انسانوں کے دلوں کو خوفِ خدا سے عاری اور حبِّ رسولؐ سے خالی کر دیا تھا۔ ایسے میں رسول اللہ ﷺ کی ہی ذات تھی جس نے انسانیت کے دکھ کا مداوا پیش کیا اور تاریکی و گمراہی کا قلع قمع کر کے انسانوں میں اللہ کا خوف اور احساسِ ذمہ داری پیدا کی۔ آپؐ نے کائنات کے بھید بھاؤ کو مٹایا، رنگ و نسل، علاقائیت، زبان گروہ اور ہر طرح کے تعصب سے اس سرسبز و شاداب زمین کو پاک کیا۔ آپؐ کے قول و فعل کی یکسانیت، آپؐ کے اعمال و کردار بے مثل، آپؐ کے اخلاق و اطوار بے نظر گویا ہر عمل ہمارے لئے ایک ایسا ماڈل جس کی پیروی سے دنیا منور اور روشن ہوتی ہے اور انسان کی ترقی، فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔

علیم صبا نویدی نے اپنے اس نعتیہ مجموعے میں نبیٔ اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو تخلیقی جامہ پہنایا ہے۔ ہر نعت کا لب و لہجہ اچھوتا، زبان و بیان میں تازگی اور ہر لفظ رسول اکرمؐ کی حیاتِ مبارکہ کی تشریح معلوم ہوتا ہے۔ اچھوتی تراکیب، نادر تشبیہات اور عشقِ محمدیؐ میں سرشار شعری کیفیتیں قاری پر ایک ایسا تاثر قائم کرتی ہیں جس کے ذہن و فکر میں تازگی اور قلب و جگر میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ شعری مجموعہ اردو نعتیہ شاعری کی روایت میں ایک قابلِ اضافہ ہے اس لحاظ سے علیم صبا نویدی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر شارق عدیل

نثری نظم کو نعت کی خوشبو سے معطر کرنے والا شاعر علیم صبانویدی

اردو دنیا میں علیم صبا نویدی نے اپنے علمی نور کو جس طرح مختلف موضوعات کی کتب میں تقسیم کیا ہے اس کی مثال کسی بھی زبان کے شعروادب میں ذرا مشکل سے ہی دستیاب ہوگی۔

چونکہ انھوں نے ہر اس شعری احساس کو زندگی عطا کی ہے جو فطرت کے حسن سے منور ہے اور آپ نے نئے تجربات کا خیر مقدم بھی پوری زندہ دلی کے ساتھ کیا ہے۔ چونکہ تجربات ہی شعروادب کی راہوں میں امکانات کے چراغ روشن کیا کرتے ہیں، مگر کچھ لوگ تجربات کے نام پر پتا نہیں کیا کچھ اُگلتے ہیں اور قاری کے مزاج کو مجروح کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مثلاً محبوب غزل وغیرہ چونکہ اس قبیل کے تجربات میں تخلیقی ترنگ نہ ہونے کے برابر ہوا کرتی ہے۔ اس لئے رسائل وجرائد کے مدیران کو تجربات کے نام سے واہیات تخلیقات کی اشاعت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

فطرت کا یہ اصول ہے ہر آنے والی نئی چیز کا ماضی ضرور ہوا کرتا ہے اس لئے ہم کسی بھی تجربے کو ایک دم نیا تجربہ قرار نہیں دے سکتے، نثری نظم کا بھی اپنا ماضی ضرور ہے لیکن کچھ لوگ نثری نظم کو شعری راستے کا دوڑا تصور کرتے ہیں اور کچھ لوگ تو اس معصوم کے نام سے ہی چڑ جاتے ہیں، مگر اس سچائی سے شاید ہی کسی کو انکار ہی کہ نثری نظم کی زندگی میں کئی ایسے شعری تجربوں نے دم توڑا ہے جو گزرے ہوئے وقت میں تحریک کی صورت اختیار کر گئے تھے مگر آج وہی تجربے شعرا کے تخلیقی احساس تک سے محو ہو چکے ہیں، اس کے برعکس نثری نظم دھیرے دھیرے ہی سہی اب بھی سفر کر رہی ہے اور ادبی دنیا میں اپنے وجود کے ہونے کا احساس دلا رہی ہے۔

چونکہ نثری نظم میں عروضی آہنگ کے علاوہ سب کچھ نظم کے مماثل ہی ہوا کرتا ہے۔ اس کی تخلیق میں زبان وبیان اور موضوع پر گرفت بے حد ضروری ہوا کرتی ہے۔ اس لئے عروضی آہنگ سے سروکار نہ رکھنے کی

بناء پر نثری نظم کو کارآسان قرار نہیں دیا جاسکتا چونکہ اس کے مخالفین بغیر اس کی تخلیقی راہوں سے گزرے ہی اس کی مخالفت پر آمادہ نظر آتے ہیں، مگر علیم صبا نویدی ایسے معتبر فنکار کے حوالے سے اپنے شعری وجود کی اہمیت کو روشن سحر کی طرح ادباب فکر و نظر پر واضح کر چکے ہیں وہ بھی نثری نظم کے عشق میں گرفتار نظر آتے ہیں، اور کمال حیرت ہے کہ ان کی نثری نعتوں کا مجموعہ اشاعت کی منزل سے گزرنے کے لئے بے تاب ہے۔

میں سمجھتا ہوں مذکورہ مجموعہ نثری نعت کے حوالے سے پہلا مجموعہ ہے جو اپنے حوالے سے گفتگو کا طالب ہے۔ چونکہ اس کے اوراق پر نعت کا جو احساس فروزاں ہے وہ قاری کے دل و دماغ کو رسول اکرم ﷺ کی محبت سے لبریز کر دیتا ہے۔ میں اپنے دعوئ کی تائید میں ایک نعت رقم کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

کالی کملی
میرے سر پر سایہ فگن کیا ہوئی
رحمتیں
میرے حق میں آ گئیں
میں
سراپا منور ہو گیا
میرے ظاہر و باطن کی کائنات
ذاتِ اقدس کے جلوؤں سے
نورانی ہو گئی
جو کل تک
سب کے آگے
سجدہ ریز تھا
آج میرے آگے
ایک دنیا سجدہ ریز ہے
یہ منظر
کتنا تعجب خیز ہے

مکمل نعت کا مطالعہ کر لیجئے اور محسوس کیجئے کہ نعت اپنے معنوی حصار سے باہر قوم رکھنے کی حمایت میں نہیں ہے اور شعرا کو اس صداقت کی انگلی پکڑ کر نعت کے تخلیقی راستے پر سفر کرنا چاہئے کہ ہر اعتبار سے نعت کا

مفہوم ادا ہو جائے تو یقیناً شعرا کی عاقبت سنور سکتی ہے۔ نعت کا آخری حصہ دیکھیں شاعر کس عمدگی کے ساتھ عروضی آہنگ کی غیر موجودگی میں بھی نعت کو قوافی کے لمس سے آراستہ کر کے نثر میں بھی موسیقی کا احساس دلانے کی کوشش کرتا ہے جو نثری نظم کے وجود کو مزید زرخیزیت عطا کرتا ہے۔

''روشن جھولی'' نام کی نظم ''الفاظ'' کے سنگم کا بہترین نمونہ ہے۔

میری جھولی میں
دعائیں ہیں
انمول دعائیں
نورانی دعائیں
جن کے زیرِ سایہ
میں خود کو
اونچا اٹھالوں گا
عاقبت سنوارلوں گا
میری جھولی میں وہ دعائیں ہیں
جن کا رشتہ
حضور کے
دستِ مبارک کی
خوشبوؤں سے ہے

نظم کے اندر بہاؤ کی بہتات کو نظر انداز کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور اس مقام پر ہی نثری نظم کے مخالفین کو ٹھہر کر یہ سوچنا چاہئے کہ اس کے وجود کو یکسر نظر انداز کرنے سے اب تک کیا حاصل ہوا ہے۔ نظم کی دونوں آخری سطریں جس خوبصورتی سے اپنی معنویت پر اصرار کرتی ہیں۔ وہ نظم کے خالق کی ذہانت کا ثبوت مہیا کرا دیتا ہے۔ اسی قبیل کی ایک اور نظم ''صدقہ'' دیکھیں۔

لب پر درودوں کا سلسلہ
جگمگاتی قرآنی آیتیں
معطر لمحات
روشن کائنات

چاند سورج

محوِ عبادت

زمین و آسمان

سجدہ زن

سرورِ کونین کا صدقہ

تحریر کردہ نعت میں قوافی کی مداخلت نے نثر کے احساس کو بھی عروض آہنگ سے قریب کر دیا ہے چونکہ نثری نظم کے باب میں مذکورہ مجموعہ اضافے کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے قوی امکان ہے کہ آنے والے وقت میں نثری نظم اظہار کی مزید راہوں میں سفر کرتی ہوئی نظر آئے۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر رونق شہری

نثری نظم میں نعت گوئی - ایک مبارک قدم

پیغمبر اسلام ہادیٔ برحق، محسنِ انسانیت، سید الابرار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی تمام تشبیہات و استعارات ان کے شایانِ شان موزوں نہیں ہو سکتے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا کے مصداق کسی بھی صنف میں صفات رسول کا مکمل اظہار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اہلِ دانش ہوں کہ عقیدت مند سب پہ روشن ہے عظمت سرکار ﷺ کی جب ہم بات کرتے ہیں تو دل و دماغ کے بیچ ایک متوازن سی کیفیت کو راہ اپنے میری عافیت محسوس ہوتی ہے اور حضور کی ذاتِ اقدس پر عالمانہ نگاہ ڈالنے سے قبل سوئے قلم کی تیزی پر لگام لگاتے ہوئے نظم و ضبط کی خوش خلق فضا کی طرف دھیان مرکوز ہونے لگتا ہے۔

علیم صبا نویدی اردو شعر و ادب کے ایک ایسے فنکار رہیں جن کا تخلیقی سرچشمہ گہرے مطالعات و مشاہدات کے ثمر بار کیفیت و حلاوت سے پھوٹتا ہے۔ انہوں نے اردو شاعری میں نئے تجربات کے عنوان سے ایک ایسی کتاب لکھی تھی جس جدید نظم، سانیٹ، نثری نظم، ترائیلے آزاد غزل، ہائیکو، غزل نما نثری غزل، ماہیا، تروینی، کہ مکرنی، دوہا، دوہا گیت، دوہا غزل، کنڈلیا دوہکا دوپدے، حکونی، چولولے، چھلّے، نظمانے، ماہیا غزل غزنم غزلیہ، موشح نما غزل، دوپتی، لوری گیت، جیسی پرانی اور نو دریافت اصناف پر محیط تحقیقی معلومات تھیں۔ میرے پیش نظر نویدی کا نثری نعتیہ نظموں کا مسودہ پیش نظر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی نثری نظموں میں ایک نئی پیش رفت کا اشاریہ ہے۔ علیم صبا نویدی کی ادبی خدمات کا اعتراف مختلف مکتبۂ فکر کے لوگوں نے کیا ہے۔ یہ ایک زمانہ سے ''نورجنوب'' نامی رسالے کے مدیر ہیں۔ ان پر چار پی۔ ایچ ڈی بھی ہو چکی ہیں۔ انہیں آزاد غزل کا پہلا صاحب مجموعہ کلام کہلانے کا فخر حاصل ہے ان کا تخیلاتی ذہن کچھ نیا پیش کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ شعر و ادب میں کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جو ادب کی عمارت کی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ تاکہ

راہگیران ادب کی نگاہ یکلخت پڑے۔ کبھی کبھی یہ تجربہ خام بھی ثابت ہوا ہے۔ اس کے کئی مضحک پہلو سامنے آتے ہیں۔ ان پہلوؤں میں ایک پہلو شعور قارئین کی نظر میں مصنوعی حربگی سے شہرت حاصل کرنا بھی ہے۔ آج کل کتابوں کو ترتیب دینا بھی خالق ہونے کے مساوی سمجھا جارہا ہے۔ جبکہ یہ کام خاصا تکنیکی ہے۔ علیم صبا نویدی خیر سے کثیر الاصناف مواد کو پیش کرتے ہوئے ان میں علیم صبا کی حیثیت کلیدی ہوتی ہے۔ نثری نظم ہی کیوں نہ اس کی اہمیت وافادیت پر ان کی نظر عمیق ہے۔ نثری نظم بحیثیت چند تا حال متنازعہ فیہ ہے۔ اردو کا ایک وسیع حلقہ آج بھی اسے حلق سے نیچے اتارنے کو تیار نہیں ہے۔ ہندی میں ساری جدید کویتائیں نثری نظم کی مرہونِ منت ہیں۔ بقول غالب ''کچھ اور چاہئے وسعت مرے بیاں کے لئے'' ہی معنویت کو پیش نظر رکھیں تو نثری نظم کی تخلیق کی غرض وغایت بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ ادب کے دو اہم ناقدین میں شمس الرحمن فاروقی اور گوپی چند نارنگ کی اس کی صنفی شناخت کے لئے متضاد آراء قائم کرتے نظر آتے ہیں۔ اردو نظم کی بنیادی اور لسانیاتی طور پر جن شرائط کی تکمیل شروع کی جاتی رہی ہے وہ بحور واوزان کی سختی سے پابندی پر قائم رہنا ہے لیکن اس مفاعلن متفعل میں بھی ایک در وا کرتے ہوئے ایک دو زحاف کی کمی کرتے ہوئے متعینہ بحر میں ہی سرلہر کی اتباع کی گئی۔ جسے ہموار اور خوش آہنگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ میری سمجھ سے زمان ومکان کی ساری حدود ٹوٹ رہی اور لسانی سطح پر بحور واوزان میں بھی توڑ پھوڑ جاری ہیں۔ دوسری زبانوں سے منتقل اصناف کی اردو میں پذیرائی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم غیر محسوس طریقے سے فعل مستحسن کو لبیک کہہ رہے ہیں۔ ایسے میں آخر علیم صبا نویدی مدحتِ رسول کے اظہار کے لئے نثری نظموں کا وسیلہ قائم کرتے ہیں۔ تو ان کے جذبے سے زیادہ عقیدے کی تحسین ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ طبیعتاً بھی علیم صبا نویدی تمام منظوم اصناف میں قدرت کاملہ کی نشاندہی کرچکے ہیں۔ ان کی نثری نعتوں میں ایک بات جو قدر مشترک کی حیثیت رکھی ہے وہ یہ کہ ہر نظم میں معروضی طرز اظہار کو اپنایا گیا ہے۔ یہی شاعر بارگاہِ رسول میں ملتجانہ مدعا پیش کرتے ہوئے اپنی اوقات کی پذیرائی حضور کے حوالے سے یوں کرتا نظر آتا ہے۔

کالی کملی

میرے سر پر سایہ فگن کیا ہوئی

رحمتیں

میرے حق میں آگئیں ہیں

سراپا منور ہوگیا

میرے ظاہر وباطن کی کائنات

ذاتِ اقدس کے جلوؤں سے نورانی ہوگی

میرا سر

جو کل تک سب کے آگے سجدہ ریز تھا

آج میرے آگے ایک دنیا سجدہ ریز ہے

یہ منظر کتنا تعجب خیز ہے

محولہ یہ نظم کے کچھ ٹکڑے بکھرے بکھرے معلوم ہوئے ہیں لیکن تاثر کی وحدت بھی رکھتے ہیں۔شاعر نے ''کالی کملی'' کا بہت پُرانا استعارہ استعمال کیا ہے اس کے سایہ فگن ہونے پر ظاہر و باطن کی دنیا کا منور ہونا ایک نئی بات کا انکشاف ہے جو ذات بابرکات سے وابستہ ہے۔اس نظم میں کالی کملی کو نئی معنویت سے روشن کر کے نویدی نے ''ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی نجات کے مساوی گمبھیر فکری نظام کی تشکیل کی ہے۔ اس نظم کا عنوان ''معجزہ'' شایانِ شانِ رسول ہے۔''شعر'' کے عنوان سے نثری نظم بھی پرانے آسماں سے نورانی اجالا دریافت کرنے کی بات دورِ جہالت کے تاریخی تناظر کو پیش کرتی ہے۔اس نورانی سفر کا خاتمہ نہیں ہونے کی بات کہہ کر شاعر نے فخرِ موجودات کے تئیں حق پرستی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

''اے میرے محبوب خدا'' میں بشریت کی کمزوری کے باب میں شاعر نے اپنی ذاتِ احقر کے حوالے سے عنایت کی نظر متوجہ کرنے کی استدعا موجود ہے۔اس نوع کے لہجے میں حد درجہ شائستگی مترنم ہے محتاج سہارا میں بھی یہی کیفیت ہے۔''نورانی شبنم'' میں گلِ کلامِ الٰہی کی شکل میں ایک نام حروفِ آیت قرآن میں مہکنے اور تبسم ریز ہونے کا معاملہ درونِ معنی ہے۔''صدقہ'' میں شاعر کو جید حاصل خوشگوار لمحے حضور کی آمد کا صدقہ معلوم ہوتے ہیں۔اس طرزِ اظہار میں تطہیر ذات کا عمل دکھائی دیتا ہے۔میرے نزدیک ویسے بھی نعت گوئی تطہیر قلب کا معاملہ ٹھہرتا ہے اور اس زاویے سے جہاں بھی حضورؐ اکرم کی مداحی دیکھنے کو ملتی ہے۔اس خوش قسمت شخص کی قربت حاصل کرنے کو جی چاہتا ہے۔''آسرا'' نئی منزل جوہری مقدر میں تخلیقی طور پر نئے Similies اور Metaphors خلق کئے گئے ہیں۔''نورِ اول'' کی تخلیق میں علیم صبؔا نویدی دانشوری بحرِ ذخار میں ڈوبتے نظر آتے ہیں جب بھی یہ کہتے ہیں۔

کب کہاں نور اترا

اس کا نور تھا اسی نے دیکھا

وسیلہ میں نویدی نے فکر و احساس کے سفر کی کہانی چند نثری ٹکڑیوں کے ذریعہ ادا کرنے اور نعت گوئی کے جواز کو مربوط کرنے کی کوشش یوں کی ہے۔

آرزؤں کے قدم عرش پر
جذبے فلک سے بغل گیر
فکر سورج سے ناتہ جوڑے
احساس آسمانی
اظہار نورانی
نعت گوئی کا وسیلہ

''مرہم'' میں دکھی شاعر کی التجا کی تان اس بات پر ٹوٹتی ہے۔

کوئی خاکِ زمینِ مصطفےٰ لادے
میرے زخموں کے لئے پاہا بنادے

اور رحمانی دعا بھی اسی قبیل کی نظیر ہیں۔ تلاش میں ترسٹھ سال کا ہر ایک لمحہ معجزہ تیرا سے ہٹ کر حضور کو ایک دانشور کردار میں پیش کرتے علیم صبا نویدی نے نورانی سفر کو زماں ومکاں کو روشن کرنے والی ذات اقدس کو تاریخ علم وآ گہی کا منارۂ نور قرار دیتے ہیں۔ جو برحق ہے۔ یہی نہیں نویدی نعت کہتے وقت ''مقامِ لا'' تک پہنچتے ہیں جہاں ان کی شناخت گم ہو جاتی ہے اور صرف سرشاری کیفیت طاری رہتی ہیں۔

مصطفیٰ پڑھ کر کوچۂ طیبہ کی گلیوں کا طواف کرنے کو جی چاہتا ہے یہی اعجازِ نعتِ نثر بھی ہے اور علیم صبا نویدی کے جذبے کی طہارت خیزی بھی ہے۔ مجموعی طور پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان نثری نظموں میں نویدی نے انتہائی عقیدت سے زانوئے ادب کیا ہے۔ جس میں طبیعت کا فقر جھلکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی

ندرت پسند حضرت علیم صبا نویدی کا نیا کارنامہ
''نعت نبی میں نئی جہتیں''

علیم صبا نویدی اردو زبان وادب کا ایسا نام ہے جو اپنے کاموں اور کارناموں کی وجہ سے انفرادی شناخت رکھتا ہے۔ وہ بہ یک وقت ایک تجربہ پسند شاعر وادیب ہیں تو ایک قابل فخر محقق اور نقاد بھی ہیں ان کے تصنیفی تالیفی کاموں کے تناظر میں انہیں دیو قامت شخصیت کا حامل ادیب قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہ کام کی زیادتی کے باوجود نہ تو تھکان کا شکار ہوتے ہیں اور نہ کسی قسم کی یکسانیت کے روادار نظر آتے ہیں۔ گویا وہ ہر وقت نہ صرف یہ کہ ''ہے خوب سے خوب تر کہاں'' کی جستجو میں لگے رہتے ہیں بلکہ نئے امکانات کی دریافت پر بھی خاطر خواہ توجہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قارئین ان سے کبھی مایوس نہیں ہوتے ہیں۔ تخیل وتفاعل کی رنگا رنگی علیم صبا نویدی صاحب کی پہچان ہے۔ ان کا تخلیقی کارنامہ اکثر لوگوں کو مبہوت کرنے میں کامیاب رہتا ہے۔

اس وقت ان کی نثری نعتوں کا مسودہ ''نعتِ نبیؐ میں نئی جہتیں'' میرے پیش نظر ہے اور کہنا چاہئے کہ نعتیہ نظموں کے شوق میں حضرت علیم صبا نویدی نے عشق نبیؐ کے ساتھ ساتھ سیرت نبیؐ کے بعض اہم رموز سے واقفیت کا بھی خوب خوب ثبوت فراہم کیا ہے۔ ان کی نثری نعتیہ نظموں میں جو دلکشی پیدا ہوئی ہے وہ دراصل ان کے تجربے کی صداقت سے ان کے عقیدے کی صالحیت کی برکت ہے۔ میرا خیال ہے کہ نویدی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق نعتیہ نظموں کا یہ مجموعہ بھی عجلت ہی میں ترتیب دیا ہے اور اس کی اشاعت کا بھی آناً فاناً ارادہ کرلیا ہے۔ اس کے باوجود یہ مجموعہ عاجلانہ نظمیہ بیان کے عیوب سے بہت حد تک پاک ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ کسی بھی کتاب۔ یا کسی بھی صنف شاعری کا لحن ایک عرصہ دراز تک علیم صاحب کے اندر گونجتا رہتا ہے اور وہ اور ہی اندر اس لحن کی تربیت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کا

موجودہ لحن اپنا وجود پا چکا ہے تو نہایت تندہی سے اسے لفظوں کے پیکر میں ڈھال کر یا پھر حرف وصوت کے رگ و ریشے میں اتار کر قارئین کے حوالے کر دیتے ہیں اور قارئین میں سے بیشتر جو باطنی تربیت اور لحن یابی سے ناواقف ہیں اسے حضرت علیم کا عاجلانہ کارنامہ سمجھنے کے فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ ان کے فن پارے سے کوئی گہرا اور جذباتی رشتہ قائم نہیں کر پاتے ہیں، جس سے فن پارے کی صحت یا فنکار کے فنکارانہ کمال پر تو کوئی حرف نہیں آتا ہے البتہ ادب کے سنجیدہ قاری کا المیہ واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ کچھ دوسری نوعیت کی گفتگو ہے، جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ انسان خدا کی حمد وثنا اور نبی اکرمؐ کی تعریف وتوصیف کا حق ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس کے باوجود اپنی آرزو مندانہ سعی وجستجو اور خواہش وآرزو سے باز نہیں آتا ہے اور عشق کے الوہی جذبے کا اظہار کسی نہ کسی شکل میں ضرور کرتا ہے۔ ''نعت نبیؐ میں نئی جہتیں'' بھی اسی آرزو مندانہ کوشش اور جذبہ عشق کی مثال ہے، جس کے درو بست میں شاعر کے جذبے کی صداقت اور وفور کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ نعتیہ نظموں کے چند ٹکڑے اور مصرعے ملاحظہ فرمائیے۔

- ہریالی پہ مسکراتا ہوا
  سرسبز پودوں میں لہلہاتا ہوا
  تازہ پھول پتوں کی اوٹ سے جھانکتا ہوا
  ایک چہرہ
  منور چہرہ..................(مقدس روانی)

- یہ ہوا کے سرد جھونکے
  فرحت بخش موسم
  ساون رتیں
  حضورؐ کی آمد کا صدقہ.................''صدقہ''

- درودوں کا پھاہا
  مجرب علاج
  سب اپنے پرائے

ہیں مطلب شعار
سراپا غم خوار
امی لقب
شاہ عرب............''آسرا''

● وہ کون تھے؟
جن کے آگے
چاند، سورج، زمین، آسمان
سب کے سب
با ادب سر جھکائے کھڑے تھے............''وہ کون تھے''

نعتیہ نظموں کے ان ٹکڑوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علیم صبا نویدی نے روایتی نعتیہ طرز تخاطب سے الگ ہٹ کر کچھ کہنے کی کوشش کی اور جہاں تک ممکن ہوسکا ہے نبی اکرمؐ کی سیرت کے کسی واقعے، یا پھر ان کی ذات والا صفات کے کسی ایک رخ یا پھر ان کی آمد کی وجوں میں سے کسی خاص وجہ، اور ان کی ورود سعود سے پیدا ہونے والی لطافت وسعادت کی پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور حتی المقدور ان تمام چیزوں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اسلام کا تعلق ہے۔ ان کی بعض نظمیں تو واضح طور پر کسی خاص واقعہ کا منظوم بیان معلوم ہوتی ہیں۔ مگر جذبے کی صداقت یہاں بھی قائم رہتی ہے۔ اس حوالے سے ان کی نظمیں ''سواری'' ''نئی ملاقات'' وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔ نبی اکرمؐ سے محبت ایمان کی علامت ہے۔ مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے سب سے زیادہ محبت اپنے رب سے ہو اور پھر اپنے نبیؐ سے ہو۔ نبیؐ سے اسی محبت کے اظہار کے طور پر لوگ نعتیں لکھتے ہیں اور ان کی ذات وصفات کے علاوہ ان اشیا اور مقامات سے بھی اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں جس کا تعلق نبی اکرمؐ کی ذات سے ہے۔ چوں کہ حضور اکرم ﷺ کو شہر مدینہ سے محبت تھی اور انہوں نے یہیں سے دین اسلام کی تبلیغ کا کام کیا اور پھر اسی کی خاک میں آسودہ ہوئے اس لئے ہر نعت خواں کے یہاں مدینہ کا ذکر بڑے عقیدت مندانہ اور والہانہ انداز میں ہوتی ہے۔ علیم صبا نویدی صاحب کے یہاں بھی مدینے کا ذکر اور اس کی خاک کی اکسیریت کا ذکر بار بار ہوا ہے۔ مگر انہوں نے خاک زمین مصطفیٰؐ کا لفظ استعمال کر کے اس میں مکہ کو بھی اس خوبی سے ضم کر دیا ہے کہ ایک خاص طرح کا توازن پیدا ہوگیا ہے۔ ایک مثال دیکھئے:

● میرا سینہ چھلنی ہے
میری سانسیں پژمردہ
میرا دل دھڑکنوں سے نابلد
میرا ذہن آہ وفغاں کے شعلوں میں مقید
اور بدن کا ریشہ ریشہ زخموں سے چور
ٹیسوں سے معمور
کوئی خاکِ زمینِ مصطفیٰؐ لادے
میرے زخموں کے لئے پھاہا بنادے............"مرہم"

علیم صبا نویدی نے نہایت آسان اور نثری زبان میں نعتیہ نظمیں کہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعریت کے فقدان کے باوجود نظمیہ ساخت کے در وبست میں رچی بسی فنکارانہ خوش اطواری قارئین کو مایوس نہیں ہونے دیتی ہے۔ قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ عشق نبیؐ کی وارفتگی میں علیم صاحب ان حدود کو بھی عبور نہیں کرتے ہیں جن سے عابد و معبود کا احساس قائم ہے ظاہر کہ یہ احتیاط اور یہ شعور اسلام سے گہری واقفیت، شریعت وطریقت سے آگاہی اور خدا و نبیؐ کی عظمت وحرمت سے آگاہی وسرشاری کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علیم صبا نویدی نے جہاں نثری نعتیہ نظمیں لکھ کر اردو میں ایک اور صنف کی ایجاد واوّلیت کا سہرا اپنے سر پر باندھا ہے۔ وہیں انہوں نے نعت گوئی کے نام پر پھیلائی جانے والی بدعت سے گریز کرکے نعت رنگ شاعری کی صحت کا بھی احساس دلایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ حضرت علیم صبا نویدی کا یہ مجموعہ کلام اردو کے باذوق اور بالخصوص تجربہ پسند تخلیقی اور اختراعی فنکار کے لئے ایک تحفہ ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی
زبیدہ ڈگری کالج، بے نگر، شکاری پور
ضلع، شموگا، کرناٹک

رفیق شاہین، علی گڑھ

علیم صبا نویدی بحیثیت نعت گو

نعت اُردو شاعری کی ایک ایسی صنف سخن ہے جو حضرت محمد ﷺ کی مدح وثنا اور ان کی سیرتِ پاک کے بیان سے مختص ہے۔ اسے شعرائے کرام کی پسندیدہ صنف کا درجہ حاصل ہے۔ نعت ابتدا سے ہی عربی فارسی اور دیگر زبانوں کے وسیلے سے اپنا ارتقائی سفر طئے کرتی رہی اور آج تو یہ اپنے نقطہ عروج پر نظر آتی ہے۔

دنیائے ادب میں آفتاب عالمتاب کی مانند تاباں درخشندہ محقق، نقاد، ادیب اور شاعر علیم صبؔا نویدی جنہیں کثیر الموضوعات شاعر تسلیم کیا جاتا ہے اور جنہوں نے متعدد جدید وقدیم اور ملکی وغیر ملکی اصناف میں اپنی تخلیقی جولانیوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ تقدیسی ادب کی صنف نعت میں بھی انہوں نے اپنے آفریدگارانہ پروردگارانہ خلاقانہ ہنرمندانہ فنکارانہ فسوں کارانہ اور ساحرانہ جمال وجلال اور کمال کی خوب خوب جلوہ پاشیاں کی ہیں۔ عام طور پر نعت کے لئے شعرائے عظام بطور ہیئت غزلیہ یا پھر پابند وآزاد نظم کے طور طریقوں کو اختیار کرتے رہے ہیں لیکن علیم صبؔا نویدی کا اختصاص یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جودت طبع کا مظاہرہ کرتے ہوئے نعت گوئی کے لئے نثری نظم کی ہیئت کا انتخاب کیا ہے۔ نثری نظموں کو اگر چہ ادب کا ایک حلقہ شک وشبے کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن نویدؔی صاحب کی نثر میں جو نظم کا خوشگوار رنگ وآہنگ نغمگی بکھیر رہا ہے اُس سے متاثر ہوکر لگتا ہے مخالفین بھی نثری نظم کی اہمیت وافادیت اور اس کی دلفریب معنویت وتاثریت کے دل سے قائل ہوجائیں گے۔ موصوف نے علامات واستعارات کی زبان میں فطرت کے سحر انگیز مناظر کی مصوری اور لب ولہجے کی غنائیت ونشیئت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی دلی عقیدت کا شعری اظہار جس خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ وہ بے نظیر وبے عدیل ہے۔ نظم ''مقدس روانی'' میں حضور صلعم کے رخ روشن کی مرقع کشی میں جو شعریت، شیرینیت، تقدیست اور معنویت پیدا کی گئی ہے۔ وہ قاری کو خوشبو کی طرح روح میں اترتی

محسوس ہوتی ہے۔ ان کے فکروفن ہنرمندانہ اور ساحرانہ جمال وکمال سے لطف اندوز ہونے کے لئے اُن کی اس نظم کی چند ابتدائی سطریں مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں۔

''ہریالی پر مسکراتا ہوا، سرسبز پودوں میں لہلہاتا ہوا، تازہ پھولوں کی اوٹ سے جھانکتا ہوا، ایک چہرا، منور چہرا، کائنات کے بھید بھاؤ سمجھا رہا ہے، زمین وآسمان کی شادابی کے، سمندر کی سیرابی کے، فکروفن کی سربلندی کے، شعورولاشعور کی زرین لہروں کے''

ان کی مختصر نظم ''صدقہ'' بھی سرور کائنات حضرت محمد صلعم کی ذات اقدس کی حرمت وافضلیت پر دال ہے کہ اُس ذات پاک کی آمد بابرکت سے کس طرح عرب کی سرزمین سے جہل کی تاریکیاں دور ہوگئیں اور دنیا بھر میں کس طرح تہذیب وتمدن کا اُجالا پھیل گیا۔ خوشنما استعاروں کی خوشبو سے اطہر ومعطر اُن کی یہ جانفزا نظم اپنے اندر کائنات کی سحر زائیوں کی وجدانی لطافتیں لئے ہوئے ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

''یہ سحر کے سرد جھونکے، لوبانی خوشبوئیں، فرحت بخش موسم، ساون رُتیں، سرمستیوں کے دن، مبارک راتیں، مقدس لمحات، روحانی تجلیاں، حضور ﷺ کی آمد کا صدقہ۔''

اسی طرح ان کی نظم ''محتاج سہارا'' بھی ان کی ایک موثر اور اہم نعتیہ نظم ہے جس میں انہوں نے دنیاوی اعتبار سے اور روحانی طور پر بھی خود کو معذور لاچار اور بے کس وبے بس مان کر حضور صلعم کے سہارے، جو سب سے بڑا سہارا ہے کو پانے کی شدومد سے تمنا اور آرزو کی ہے۔ نظم میں رواں دواں بیانیہ اور جذبات واحساسات کا تخلیقی اظہار واسلوب دل کو موہ لیتا ہے۔ یہی خوبی ان کی نعت ''اے میرے محبوب'' میں بھی اُبھر کر سامنے آئی ہے۔ بے بضاعتی اور ذاتی بے مائیگی کے شدید احساس کی مصوری اور آقا کے کرم والتفات کی التجا پر مبنی ان کی اس مکمل نعت کے اندراج کے ساتھ ہی در مضمون بند کرتا ہوں ساتھ ہی میں اس نعتیہ مجموعے کی مرتبہ محترمہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب کو بھی اس کار خیر پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

''میرا ماحول تعفن آمیز، میرے گھر کے لوگوں کے دل زنگ آلود، درودیوار شکوک آور، بستر گناہوں سے ملوث، نیندیں چاک گریباں، خواب برہنہ، جسم ناپاک، آرزوئیں صدچاک، راتیں بیوہ، دن محنت، عبادت گاہوں سے دور، رہنے والوں کے پاس، نہ خوف خدا، نہ حب رسول، ہر طرف دھواں ہی دھواں، میرے محبوب خدا، اک نظر، عنایت کی، ادھر بھی۔''

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر منظور احمد دکنی

علیمِ صبا نویدی کی نثری نعتیں ایک نیا تجربہ

علیم صبا نویدی ہمہ وصف و ہمہ پہلو قلم کار ہیں جنھوں نے ادبی دنیا میں اعتبار پایا ہے۔ان کے یہاں بیک وقت تخلیقی،تنقیدی اور تحقیقی جوہر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔شعری اظہار میں نئے تجربات سے گزرنا ان کا مشغلہ اور ذوق ہے۔انہوں نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔آج بھی ان کا علمی اور ادبی کام جاری ہے۔برِ صغیر ہند و پاک کے زود نویس قلم کاروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔موصوف کا خمیر مدراس اور نواح مدراس کی مٹی سے اٹھا ہے جہاں سے بے شمار شعراء اور ادباء نے اردو زبان و ادب میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔وہ ایک ماہرِ فن کی حیثیت سے ہر طرح کے تجربات سے گریز نہیں کرتے بلکہ مختلف ہیئتوں اور فارم کی شاعری میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور قوسِ قزح کی طرح فن کو بحسن خوبی مترشح کرتے ہیں کہ قاری اُن کے وسیع مطالعے اور گہرے مشاہدے کو محسوس کرتے ہیں۔اب تک ان کی زائد از پچاس تحقیقی،تنقیدی اور تخلیقی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

نعتِ شریف ایک مقدس صنف ہے جس کے ذریعے شاعروں نے اپنے پاکیزہ جذبات و احساسات کی ترسیل و ابلاغ کرتے ہوئے قاری کے قلب و نظر کو مصفّٰی و مجلّٰی کیا ہے۔علیم صبا نویدی نے بھی اس مقدس صنف کی مختلف فارم اور ہیئتوں میں تخلیق کے جوہر ظاہر کر کے مسرت و سعادت مندی حاصل کی ہے اور عشقِ رسول ﷺ اور مدحتِ رسول ﷺ کو اپنی نعتیہ شاعری کا محور و مرکز بھی بنایا ہے۔ایک عاشقِ بامراد جس کا سینہ عشقِ محمدی ﷺ سے سرشار ہو وہی نعت جیسی تقدس آمیز صنف کو اپنے اظہار کا ذریعہ بناتے ہوئے اپنی نجات کا راستہ بناتا ہے ایسے ہی بامراد عاشقوں میں علیم صبا نویدی کا نام بھی ہے جنھوں نے نعتیہ شاعری کے جلوے بکھیرے ہیں۔

فی زمانہ نثری نظموں کا بازار گرم ہے ہر کس و ناکس اس جدید صنفِ سخن کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنا رہا ہے۔ناقدین نے بھی اس نئی صنف پر اپنے خیالات رقم کئے ہیں۔مگر آج بھی اس نئی صنف کو وہ اعتبار حاصل نہ ہوسکا جو پابند شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔اگر پابند شاعری کرنے والے حضرات اس طرح کے تجربات کرتے ہیں تو ان کے تجربے نو واردان کے لئے نفع بخش ثابت ہوسکتے ہیں۔چونکہ علیم صبا نویدی نے پابند شاعری بھی کی ہے۔غیر پابند شاعری میں تجربے کرنا گوارا کیا جاسکتا ہے۔انہوں نے جدید اصناف جیسے ہائیکو، ترائیلے، آزاد غزل، آزاد نظم اور نثری نظم وغیرہ میں نعتیہ شاعری کو پیش کیا ہے۔نثری نظمیں نصف صدی کے عرصے میں اپنے لئے نئے امکانات پیدا کرلیے ہیں اور یہ نظمیں عصرِ حاضر کی بیانیہ بن کر سامنے آئی ہیں۔درج ذیل نثری نعتیہ نظمیں علیم صبا نویدی کو جدت پسندی اور عصری

حسیت کے ساتھ ساتھ ان کے عشق رسول ﷺ اور مدح رسول ﷺ کا اعلان نامہ ہیں:

سر جھکایا / تو سامنے / خلدِ بریں تھا / سر اٹھایا تو / نہ آسماں / نہ چاند / نہ ستارے / عجب بے خودی تھی / نورانی جلوؤں میں بھیگی رُتیں / مجھے / اپنی جانب بلا رہی تھیں / اور میں / آہستہ آہستہ / سچائی کا مقدس دامن تھامے / آگے بڑھ رہا تھا / حبِ محمدی کی روشنی میں / خود اپنی ہی آگہی میں۔

(نظم: حبِ محمدی)

میں خاک زاد ہوں / سراپا نورِ کونین آپ ﷺ / بس ایک کرن / آپ ﷺ کے چشمِ کرم کی / بھیک میں مل جائے مجھے / میں اپنے آپ کو تقسیم کردوں / جہانِ عرفان میں / اور / انا میری / سسک کے رہ جائے / آپ ﷺ کے قدموں کی مقدس مٹی / جسے میں چوم لوں / کیا یہ ممکن ہے۔۔۔!!

(نظم: کیا یہ ممکن ہے)

میرا ماحول تعفن آمیز / میرے گھر کے لوگوں کے دل زنگ آلود / در و دیوار شکوک آور / بستر گناہوں سے ملوث / نیندیں چاک گریباں / خواب برہنہ / جسم ناپاک / آرزوئیں صد چاک / راتیں بیوہ / دن مخنث / عبادت گاہوں سے دور / رہنے والوں کے پاس / نہ خوفِ خدا / نہ حبِ رسول ﷺ / ہر طرف دھواں ہی دھواں / اے میرے محبوبِ خدا / اک نظر / عنایت کی / اس طرف بھی۔

(اے میرے محبوبِ خدا)

انسانی حیات میں خوشی و شادمانی کے لمحات نعمتِ عظیم سے کم نہیں ہوتے جسے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے وہ خوش نصیب ہوتا ہے مگر کوئی بلا وجہ خوشیوں کا اظہار نہیں کرتا بلکہ اس کے پیچھے کوئی سبب کارفرما ہوتا ہے۔ عید بھی ایسی ہی خوشیوں میں شمار ہوتی ہے جو ہر سال پلٹ آتی ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان کے لئے "ماہِ عید الاعیاد" (بارہ ربیع الاول) ایک مقدس ترین دن ہے جس میں ولادت باسعادت سید البشر حضرت سید الکونین ﷺ ہوئی ہے۔ عوامی سطح پر اس دن خوشی کا اظہار مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ اس دن کی عظمت و رحمت کا خیال آتا ہے تو عشاقانِ رسول ﷺ کا قلب و نظر فخر و انبساط کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دن اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمتِ خاص

کے نزول کا دن ہے۔ اتنے اہم دن کا استقبال انتہائی عقیدت اور خلوص کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ہم نبی پاک ﷺ کا پیغام اپنی عملی زندگی میں نافذ کر کے دنیا کے کونے کونے میں نہ صرف پیغام رسول ﷺ بلکہ عشق رسول ﷺ کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ علیم صبا نویدی نے بھی حضور اقدس ﷺ کی آمد کا روحانی و جمالیاتی منظر ''نثری بیانیہ'' میں اس وارفتگی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ نظم میں لطف وانبساط پیدا ہو گیا ہے اور اور یہ نظم بصری پیکر کا ایک جمالیاتی اظہار بن گئی ہے:

یہ ہوا کے سرد جھونکے / لوبانی خوشبوئیں / فرحت بخش موسم / ساون رتیں / سرمستیوں کے
دن / مبارک راتیں / مقدس لمحات / روحانی تجلیاں / حضور ﷺ کی آمد کا صدقہ۔
(نظم: صدقہ)

مدحِ رسول کی ایک اور مثال جس میں ہجرت کے واقعہ کو نظمانے کی کوشش کی ہے اس نظم میں ہجرت کے واقعے کا جمالیاتی منظر پیش کیا گیا ہے۔ جس میں ہونہار کی لڑکیاں آپ ﷺ کے استقبال میں گیت گا رہی ہیں۔ اس عظیم واقعے کی پیکر سازی کچھ اس طرح کی ہے کہ پوری نظم ایک تلمیحاتی منظر پیش کر رہی ہے:

یہ دف بجاتی دوشیزائیں / رس بھرے راگوں کے دلکش باغ / مہکتے لمحوں کی باراتیں ۳ مسرت میں
جھومتی، مسکراتی شامیں / ٹہنیوں پہ چہچہاتے پرند / شاخوں پہ ڈولتی تتلیاں / لہلہاتے آنگھ مچولی
کھیلتے پودے / نور کی رتھ پہ آنے والی / سواری کے منتظر ہیں۔
(نظم: سواری)

علیم صبا نویدی کی ایک اور نثری نعت ''محرومِ فیضانِ رسول ﷺ'' ہے۔ اس نظم کے حوالے سے ایک عاشقِ صادق سامنے آرہا ہے اور گستاخوں کو للکارتے ہوئے انہیں تہذیب اور اسلاف کی روایت کا دشمن قرار دے رہا ہے اور ایسے لوگ نہ صرف تہذیب و صالح روایت کے دشمن ہوتے ہیں بلکہ انسانیت کے لئے بھی نقصاندہ ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے نامرادوں کو انہوں نے مردہ قرار دیا ہے کہ وہ فیضانِ رسول ﷺ سے ہمیشہ محروم ہونگے دراصل یہ نظم عظمت رسول ﷺ کے منکروں کے لئے ایک تازیانہ دعبرت سے کم نہیں ہے:

اس کی زبان نوچ لو / اس کے ہاتھ قلم کرو / اس کے احساس کو سولی پہ چڑھادو / اس کی فکر زندہ در
گور کردو / اس کے اظہار کو سیاہی کا کفن پہنادو / اس کے جذبوں کو گرم سلاخوں پہ رکھ دو / وہ
اپنے آباواجداد کی تہذیبوں کا دشمن ہے / وہ ان صالح روایات کا مخالف / وہ ان کے علمی اثاثے کا
ناقدرداں / وہ ان کے آثار قدیمہ کا منکر / وہ حضور ﷺ کے فیضان سے محروم / وہ زندہ ہے مگر

مردوں میں شامل۔

(نظم: محروم فیضانِ رسول ﷺ)

غرض علیم صبانویدی نے جدت پسندی کے اس دور میں شعری اظہار میں سچے عشقیہ و تقدیسی اظہار کو نمایاں کیا ہے جو بے اعتبار سماج و اصلاح طلب معاشرے میں رسول مکرم ﷺ کی بے مثال سیرت اور اوصاف حمیدہ کا بیانیہ بن کر سامنے آئی ہیں۔ نثری نظموں کا تصور کسی بھی فنی پابندیوں کا پابند نہیں مگر ان کی نعتیہ شاعری بصری پیکر اور روایتی و نئی لفظیات کے بے شمار اوصاف سے متصف معلوم ہوتی ہے۔ ان کی نثری نعتوں کے مطالعے سے یہ بات بھی قاری محسوس کر سکتا ہے کہ شاعر کے خیالات، مروجہ خیالات سے مماثلت نہ سہی مگر ان کے اظہار کی زبان جدید شاعری کے وصف کی حامل نظر آتی ہے۔ ان نثری نعتوں میں عصری و دینی حسیت، عقیدت و مدحت کے نئے رنگ، نئی شاعری کا اظہار یہ ہیں۔ اس کے علاوہ شاعر کے وجدان و عشق کی حرارت اور اس حرارت سے پگھلتے احساسات و جذبات کی نیرنگیاں ان نثری نعتوں کو روایتی نعتیہ کلام سے مختلف بنا دیتی ہیں اور نثری نعتوں میں جدید نظم کا تسلسل، شاعرانہ حسی پیکر وغیرہ قاری اور سامع کو ایک بے کراں کائنات سے متعارف کرواتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی زبان و بیاں اور لفظیات کا دروبست ایک مخصوص لب ولہجہ کی تشکیل کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علیم صبانویدی نے جہاں اپنی تحقیق و تنقید سے علمی و ادبی حلقوں میں شہرت حاصل کی ہے وہیں اردو کی جدید نعتیہ شاعری کی ترسیل و ابلاغ میں بھی اہم رول ادا کیا ہے۔ غرض نویدی صاحب کی عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی نثری بیانیہ سے مزین نعتیں قاری کو مسرت، بصیرت و بصارت کی حسین نورانی مثلث سے سرشار کرتے ہوئے عشقِ محمدی ﷺ کی سرفرازیوں سے روشناس کرواتی ہیں۔ اس طرح عشقِ حقیقی کی شمع فروزاں ہو جاتی ہے۔

شعبہ اردو فارسی گلبرگہ یونیورسٹی، گلبرگہ

☆☆☆

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کشمیر

نعت محمدیؐ میں نئی جہتیں

علیم صبا نویدی ایک ایسی متحیر کُن ادبی شخصیت ہیں جنھوں نے اردو نثر ونظم میں تہلکہ سا مچادیا ہے۔ وہ ٹملناڈو کی راجدھانی چینئی میں سکونت پذیر ہیں اور ایک طویل عرصے سے اردو شاعری اور نثر نگاری کے ذریعے اردو کی آبیاری کرنے میں مُنہمک ہیں۔ اردو ادب میں اُن کی حیثیت نہ صرف ایک کہنہ مشق شاعر کی ہے بلکہ وہ محقق، نقاد، مترجم، افسانہ نگار، تذکرہ نویس اور سخن طرازی میں نئے شعری تجربوں کا بھی شعور رکھتے ہیں۔ ان کی درجنوں کتابیں تاحال منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ تامل ناڈو میں اردو کی تاریخ وتنقید اور زبان وادب کے منظرنامے سے وہ بخوبی واقف ہیں یوں تو علیم صبا نویدی کی تمام تصانیف گہرے فکر واحساس اور ادبی معیار کی حامل ہیں لیکن اُن کی حالیہ برسوں میں شائع شدہ تصنیف ''اردو شاعری میں ہیئتی تجربے'' بالکل اپنی ایک الگ نوعیت کی کتاب ہے جس میں انھوں نے ان تمام نئے شعری تجربوں کی تفہیم کروائی ہے۔ جن سے اردو شعراء کی ایک بھاری تعداد ناواقف تھی۔ میرے خیال میں ایک بڑا ادیب اپنی قلمی زندگی کے ساتھ ساتھ عملی زندگی میں بھی ایک بڑا انسان ہونا چاہئے۔ علیم صبا نویدی کی شعری وادبی جہات میں مجھے ایک شریف النفس، خدادوست اور انسانی قدروں کو عزیز رکھنے والے شاعر وادیب نما کردار جھلکتا نظر آتا ہے۔ میں وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ انھوں نے ذہنی عیاشی کے لئے نہ تو شاعری کی اور نہ ہی نثر لکھی بلکہ انھوں نے اپنے صالح جذبات واحساسات، تجربات ومشاہدات کی ترسیل کے لئے شعر وادب کا سہارا لیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے نہایت سنجیدگی اور ایمانداری سے لفظ ومعانی کی حرمت کو بحال رکھا ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ اس وقت علیم صبا نویدی کی چند نثری نعتیہ نظموں کا مجموعہ میرے پیش نظر ہے۔ ان نثری نعتیہ نظموں میں انھوں نے حیات وکائنات میں پہلی خدا کی مناجی اور اس کی ربوبیت کی تعریف وتوصیف شاعرانہ پیرائے میں کی ہے۔ جن کی قرآت سے قاری کے شعور اور تحت الشعور میں یکے بعد دیگرے پیکر در پیکر کا ایک لامتناہی سلسلہ ترتیب پاتا ہے۔ خالقِ کائنات (خدا) اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کہ جن کی آمد سے عرش وفرش کی ہر شئے رنگ ونور میں رنگ گئی یہ بھی ہمارے جزوِ ایمانی میں شامل ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت نہ ہوئی ہوتی تو اس دنیا پہ لاعلمی اور گمراہی کے بادل چھائے رہتے۔ علیم صبا نویدی کی نثری نعتیہ نظموں میں رسول پاک ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے کئی نورانی پہلوؤں کی طرف قاری کی توجہ مبذول کراتی ہیں۔ نمونے کے طور پر زیرِ نظر مجموعے کی پہلی نظم ''معجزہ'' ملاحظہ فرمائیں:

"کالی کملی
میرے سر پہ سایہ فگن کیا ہوئی
رحمتیں
میرے حق میں آگئیں
میں
سراپا منور ہو گیا
میرے ظاہر و باطن کی کائنات
ذاتِ اقدسؐ کے جلووں سے
میرا سر
جو کل تک
سب کے آگے
سجدہ ریز تھا
آج میرے آگے
ایک دنیا سجدہ ریز ہے
یہ منظر
کتنا تعجب خیز ہے"

بحوالہ نعتیہ نظم شاعر کے پاکیزہ جذبے سے تعلق رکھتی ہے نبی رحمت ﷺ سے گہری عقیدت کے باعث شاعر کو اطمینان قلب کی جو سرشاری نصیب ہو رہی ہے وہ قابلِ رشک ہے۔ علیم صبا نویدی کے پاس خوب صورت اور پرکشش الفاظ، تشبیہات واستعارات، محاورات، تراکیب اور ضرب الامثال کا ذخیرہ موجود ہے۔ اُن کے شعری لب ولہجے اور فکر واحساس میں تازہ کاری، موضوعات میں تنوع اور وسعت پائی جاتی ہے۔ میں ان نثری نعتیہ نظموں کو پڑھتے ہوئے مسرور ہوا ہوں۔ خدا سے دعا گو ہوں کہ علیم صبا نویدی علم وادب کے میدان میں پوری ذہنی یکسوئی اور ذوق وشوق کے ساتھ سرگرم عمل ہیں اور اردو والے ان کی شاعری اور زرین نثر پاروں سے مستفید ہوتے ہیں۔

بدر محمدی، چندر پور، بریاپور، بسالی (بہار)

نویدی کی نثری نعتوں پر ایک نظر

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کو طول دینے کا سلسلہ ازل سے تا امروز جاری ہے۔ اس سلسلے کو جاری رکھنے میں خدا اور خلق خدا دونوں شامل ہے۔ ہفت اقلیم کی دوسری بزرگ ترین ہستی کا اولین مدح سرا خود خالق کائنات ہے۔ محبوب کبریا حضرت محمد ﷺ کی نعت قرآن مقدس کے صفحات پر بھی ہے اور فرشتوں کے لبوں پر بھی۔ انہیں موذن بھی یاد کرتا ہے اور نمازی بھی۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے ذاتی اور صفاتی نام نعت ہی کے روپ ہیں۔ اور ان پر بھیجے جانے والے درود سلام بھی اسی کا حصہ ہیں۔ ان کے فضائل و کمالات کی حد ہے اور نہ ان کی مدح خوانی کی انتہا۔ فخر دو عالم ﷺ کی نعت گوئی کی کوشش مختلف لوگوں کے ذریعہ اور مختلف طریقوں سے کی جارہی ہے۔ ایسے ہی طریقوں میں ایک طریقہ شعر وادب کا بھی ہے۔ عربی، فارسی اور اردو ادب میں یہ عمل صدیوں سے جاری ہے۔ ایسا شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے تبرکاً نعت کے ایک دو شعر نہیں کہے ہوں۔ نعت رسول ﷺ کو باعث خیر و برکت سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے شعری مجموعے کے ابتدائی حصے میں جگہ دی جاتی ہے۔ عام شاعری کی طرح نعتیہ شاعری بھی نعتیہ غزل، نعتیہ نظم، نعتیہ قطعات، نعتیہ رباعی، نعتیہ ماہیے، نعتیہ ثلاثی کی صورتوں میں معرض تخلیق میں آتی ہے۔ ایسی نعتیہ شاعری کے ان گنت مجموعے منظر عام پر آکر حسن قبول حاصل کر چکے ہیں۔ اس سرمائے میں حالیہ اضافہ علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں کا گلدستہ ہے۔

شاعری کی ساری اصناف نعت گوئی کا جامہ پہن چکی ہیں۔ تو نثری شاعری اس سے کیوں مبرا رہتی۔ علیم صبا نویدی نے نثری نعتوں کو منصۂ شہود پر لا کر شاعری کی اس قسم کو واقعتاً خوش نصیب کر دیا ہے۔ شاعر موصوف کی وابستگی شعر گوئی سے بھی ہے اور نثر نگاری سے بھی۔ وہ ان دونوں کے مرد میداں رہے ہیں۔ انہوں نے تیسرا میدان نثری شاعری اور نثری نعت نویسی کا اپنایا ہے۔ انہیں ایسا کرنے سے نثری شاعری افادیت سے لبریز ہوگئی لگتی ہے۔ یہ کام انہوں نے تجربے کے طور پر نہیں بلکہ عقیدے کے تئیں کیا ہے۔ ان نثری نعتوں میں ان کا شعری تجربہ بیان ہوا ہے۔ اردو شاعری پابند شاعری سے آزاد شاعری کی طرف آئی اور بعد از اں نثری شاعری کی جانے لگی۔ بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی سے رائج نثری شاعری اردو ادب میں اپنی جڑیں مستحکم کر چکی ہے۔ آج کی تاریخ میں اسے شرف قبولیت حاصل ہے۔ علیم صبا نویدی نے نثری نعتیں پیش کر کے اسے مزید قبولیت سے ہمکنار کیا ہے۔ ان کی یہ شاعری تبلیغی یا تحریکی جوش کے طور پر نمودار نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ شاعر کے عجز بیان کا ثمرہ ہے۔ نظری نغمگی اور مستحکم آہنگ نے علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں میں سحر کاری پیدا کر دی ہے۔

نثری شاعری چونکہ نظم کی شاعری ہے اس لئے نویدی نے نثری نعت بھی نظمیہ پیرائے میں پیش کی ہے۔ ان نعتیہ نظموں کا عنوان بھی انہوں نے خوب دیا ہے۔ ان میں کچھ عنوان شاہ امم ﷺ سے منسوب ہیں اور کچھ شاعر سے وابستہ۔ قریب تین

در جن نثری نعتوں پر مشتمل ان کا شعری مجموعہ بلا شبہ اثر انگیز کیفیت کا حامل ہے۔ نویدی کی نثری نعتیہ شاعری میں بحیثیت نظم متاثر کرنے کی پوری صلاحیت ہے۔ اس کا وسیلۂ اظہار نثری ہے مگر یہ شاعری ہے۔ رمز و ایما کی شاعری علائم و استعارات کی شاعری۔ اس میں شاعری کی تمام خوبیاں ہیں سوائے موزونیت۔ اس کا طرز بیان شاعرانہ ہے۔ لفظوں کی ترتیب فطری اور دلکش ہے۔ زبان کا تخلیقی استعمال رنگ سخن سے ہم آمیز ہے۔ حسن کارانہ زبان کے باعث اس کی پہچان اچھی شاعری کے طور پر کیا جانا بجا ہے۔ شاعری کی طرح نظر آنے والی یہ نثر واقعتاً شاعری ہے۔ اس میں وہ چیزیں موجود ہیں۔ جن سے شاعری اور اچھی شاعری عبارت ہے۔ پابند شاعری کی لطف اندوزی سے بھرپور یہ شاعری شعری اثاثے کی طرح نقش چھوڑنے والی ہے۔

ہر وہ نثری نظم جس میں زبان کا تخلیقی استعمال ہو اور شاعری کا سارا ارتکاز اور لذت ہو اور جسے نظم کے طور پر سطروں اور بندوں میں پیش کیا جائے وہ نظم ہے۔ لہٰذا علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں نظم ہیں اور عمدہ نظم ہیں۔ ان میں موجود نثر آزاد نظم سے مختلف ہے۔ نعت نویسی کی یہ نثری پیش کش مقفیٰ مسجع نثر سے بھی مختلف ہے۔ اس میں شدت احساس، وحدت تاثر اور شعری معنی کا ارتکاز ہے۔ معنیاتی تہہ داری ہے۔ معنی و احساس کی ترسیل ہے۔ نثری شاعری ایک باغیانہ شاعری ہے مگر علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں ایسی نہیں۔ یہ پر جوش تخلیق کا نمونہ ہیں۔ شعر گو کے خیالات کی تازہ ہواؤں سے فن کی زمین زرخیز میں شاعری کی فصلیں لہلہا اٹھی ہیں۔ ان میں درود کی کرنیں، وظائف کی بارشیں ہیں۔ نیک لمحوں کی قربتیں، عبادتوں کی خوشبوئیں ہیں۔ آسمانی احساس کا نورانی اعجاز ہے۔ نکہت دلنغمہ میں ڈوبا موسم ہے۔ خود میں کھو جانے کی باتیں ہیں۔ پنہاں رموز کو واضح کرنے کا عمل ہے۔ سوچ کی نورس دھنک ہے۔ محبت کے انمول جذبے ہیں۔ جذبوں کا احساس ہے۔

علیم صبا نویدی کی جھولی میں عاقبت سنوارنے والی روشن دعائیں ہیں۔ ان دعاؤں کا رشتہ شہہ دوسرا ﷺ کے دست مبارک کی خوشبوؤں سے ہے۔ شاعر نے حضور اکرم ﷺ کے روئے مبارک کو قرآنی چہرہ، نورانی چہرہ سے موسوم کیا ہے۔ جو چراغ فکر و احساس کو روشن کرتا ہے۔ اور جس سے ملاقات نیکیوں سے دامن بھرنے کے مترادف ہے۔ نعت گو نے نبیٔ آخر ﷺ کو تہذیبوں کو نور دینے والا، لفظ و معنی کو شعور دینے والا، جذبوں کو جلوۂ ظہور دینے والا، سینوں کو قرآنی آیتوں سے معمور کرنے والا بتایا ہے۔ نویدی نے انہیں خیر البشر اور نور مجسم ہونے پر زور دیا ہے۔ ان کے نور کو نور اول کہا ہے۔ اور ''اول ما خلق اللہ نوری'' کی تائید میں شعری وضاحت پیش کی ہے۔ نورانی ملبوس، منور چہرہ، روشن زباں، نورانی جلوؤں، نورانی برسات اور نورانی سفر کے حوالے سے کیا گیا نور مجسم ﷺ کا ذکر روشن روشن لگتا ہے۔ بعض نعتیہ نظم کا تو عنوان ہی انہوں نے اسی مناسبت سے رکھا ہے۔ مثلاً نورانی تبسم، نورانی پتلیاں، نورانی لمحات، نور الٰہی، نور اول، اول ما خلق اللہ نوری وغیرہ۔ اس سراپا نور سے خاک زاد نویدی چشم کرم کی ایک کرن بھیک میں چاہتا ہے۔ کہ انہیں کا نور ہر سو رواں دواں ہے۔

تمام کائنات اور کائنات کی ساری چیزیں، مثلاً ہوا کے جھونکے، لوبانی خوشبو، فرحت بخش موسم، ساون رت، سرمستی کے دن، مبارک راتیں، مقدس لمحات اور روحانی تجلیوں کو علیم صبا نویدی نے مختار دو عالم ﷺ کی آمد کا صدقہ بتایا ہے۔ انہوں نے

سہارے اپنے پرائے کو مفاد پرست ٹھہرایا ہے۔ صرف شاہ عرب ﷺ کو سراپا غم خوار اور درد والم کا آسرا قرار دیا ہے۔ ان کے عقیدے میں پیارے نبی ﷺ کی ذات مقدس وہ ذات ہے کہ جس کی نظر التفات کی چند میٹھی بوندیں ٹپک جانے سے احساس کی کونپلیں تر و تازہ اور اظہار کے زمین و آسمان معطر و منور ہو جاتے ہیں۔ ذات انسانی میں نور نبی ﷺ سا جانے سے مقدر جوہری ہو جاتا ہے اور مسکراتے پھول، ہنستی کلیاں، سرسبز و شاداب کھیت، بہتی ندی، کوہسار کے آبشار سب سے مضبوط رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ شاعر کا عقیدہ ہے کہ نکہت و نغمہ میں ڈوبے موسم، سرسبز بیل بوٹے، شاداب باغ، چہچہاتی چڑیاں، ٹھنڈی ہوائیں یعنی دنیا کے سارے مناظر درود مصطفےٰ ﷺ میں محو ہیں۔ درود مصطفےٰ ﷺ کی مقدس آواز روشن ہونے سے لبوں پر نئی مسکراہٹ، سینے میں طمانیت اور تجلیوں کی نئی کائنات تخلیق ہوتی ہے۔ ہونٹوں پر درودوں کا سلسلہ ہونے سے لمحات معطر اور کائنات روشن ہو جاتی ہے۔

ثناخوان محمد ﷺ علیم صبا نویدی نے خاک زمین مصطفےٰ ﷺ کو مرہم کا نام دیا ہے۔ اور اسے زخموں کا پھاہا بتایا ہے۔ شاعر کے دل میں ان کے قدموں کی مقدس مٹی کو چومنے کی تمنا ہے۔ نویدی کے لبوں پر انہیں کا نام نقش گر اور سینے میں جلوہ فشاں ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا نام سانسوں میں خوشبوئیں بھرتا ہے۔ علم و آگہی میں مہکتا، مسکراتا ہے۔ حبیب خدا ﷺ کا گھر آنا سانسوں کا مقدر سنور جانے سے تعبیر ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس کے آگے چاند سورج، زمین و آسمان سب کے سب باادب سر جھکائے خاموش کھڑے ہوتے ہیں۔ فیضان رسول ﷺ سے سرشاری جتنی بڑی بات ہے اس سے مایوسی اتنی ہی بری بات۔ ایسا شخص ناقدری کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ شہہ بطحی ﷺ کے فیضان سے محروم زندہ ہوتے ہوئے مردوں میں شامل ہے۔ نویدی کی نعتیہ شاعری انہیں عاشق رسول ﷺ ہونے پر دال ہے۔ انہوں نے حب محمدی ﷺ کا خوبصورت اظہار کیا ہے۔ ان کے دردن ذات نعت محمد ﷺ کی روشن کائنات لے کر ایک پیکر داخل ہے انکے ہونٹ مصروف تلاوت لہو سجدہ ریز، آنکھیں طواف میں مصروف اور سانسیں محو نظارہ ہیں۔ نویدی کی نعت گوئی اس منزل پر ہے کہ خوشبو ان کے وجود کو غسل دے رہی ہے۔ ان پر سرشاری کی ایسی کیفیتیں طاری ہیں کہ وہ، وہ نہیں رہے۔ ان کی آرزوؤں کے قدم عرش پر ہیں اور جذبے فلک سے بغل گیر۔ ان کے لئے نعت گوئی کا وسیلہ وہ وسیلہ ہے جس سے احساس آسمانی اور اظہار نورانی ہو جاتا ہے۔

علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں کا آغاز پر کشش اور اختتام اثر انگیز ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں باتیں بیان ہونے سے ترسیل معنی میں دشواری پیش نہیں آتی۔ ان کی اس طرح کی نعتیہ گفتگو ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہ کشش اس وجہ سے بھی ہے کہ ان کی نعت گوئی احساس کے آنگن میں اترنے کی کوشش ہے۔ اور اس کوشش میں بردباری اور عاجزی وانکساری ہے۔ انہوں نے رسول اعظم ﷺ کے سہارا کی بات یونہی نہیں کی ہے بلکہ پہلے وہ پس منظر پیش کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بے سہارے کو تاجدار کونین ﷺ سے آس لگی ہے۔ نویدی کی نثری نعتوں میں مناظر کی تصویر کشی خوش رنگ تتلیوں کی طرح ہے۔ عربی لفظیات کے اندر سے روشنی میں بھیگی ہوئی آنکھیں، پتوں کے ہونٹ سے جھانکتا ہوا تازہ پھول، نکہت و نغمہ میں

ڈوبے موسم، گرتی ہوئی چکنی مٹی کی دیوار، ارض وسما کی مقدس بارات، جلتے الفاظ کے درمیان سلگتے ہونٹ، ذہن آہ و فغاں کے شعلوں میں مقید، بدن کا ریشہ ریشہ زخموں سے چور، مسکراہٹ، ہونٹوں کو چھونے سے معذور، کمرے کی دیوار خوشبوؤں سے معطر، نوری کرنوں سے منور، خاموش چپ چاپ اپنے عکس میں پوشیدہ جیسی جاذب نظر تصویریت ان کے یہاں بہ کثرت ملتی ہیں۔

علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں وقیع اور قابل قدر ہیں۔ ان کی نوعیت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نذرانہ عقیدت کی ہے۔ اگرچہ نعتیہ شاعری میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ بات کیا کہی گئی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کیسے کہی گئی ہے تاہم شاعر نے صحت زبان کا پاس رکھا ہے۔ نویدی کی نثری نعت نگاری شاعری ہے۔ اس لئے کہ اس میں بندش الفاظ اور مرصع سازی ہے۔ انہوں نے فارسی تراکیب کے استعمال سے پابند شاعری کا سا شعری حسن پیدا کیا ہے اور ضرورتاً ہندی الفاظ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کی نثری نعتوں میں الفاظ کی نشست و برخاست تراکیب کی شگفتگی، طرز ادا کی دل کشی، لہجے کی گھلاوٹ جیسے رنگ و نور کا سامان بے شمار موجود ہے۔ نعت گوئی مشکل فن ہے اور نثری شاعری بھی آسان نہیں مگر نویدی نے دونوں معرکے بہ حسن و خوبی سر کیے ہیں۔ ان کی نثری نعتوں سے مسلک شاعری واضح ہے۔ انہوں نے بارگاہ نبوت کا ادب شناس ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں میں اگرچہ پابند شاعری کا سا آہنگ نہیں مگر اس کی تلاش ضرور ہے۔ ان کا کلام از دل خیزد بر دل ریزد کی کیفیت سے مملو نہ سہی لیکن اس میں تخلیقی ہنر مندی ہے۔ سب کی سب نعتیں نورانی اور عرفانی نہیں مگر ان میں عقیدت مندی کا اظہار ضرور ہے۔ مروجہ طرز سے الگ نعتیں کہہ کر انہوں نے ادب کی قسمت جگادی ہے۔ نعت گوئی کی اپنی فنی نزاکتیں ہیں۔ اس کے لئے ادب شناس ہونا ضروری ہے۔ یہ دوسری تمام اصناف سخن سے مشکل صنف ہے۔ چنانچہ نعت گوئی کی راہ پر چلنا وادئی پرخار سے گذرنا ہے، مگر اپنی گذرگاہ کو گلزار بناتے ہوئے۔ یہ مقدس وظیفۂ حیات ہے۔ اس لئے غیر مسلم نعت گو شعراء کی کاوش کی بھی پذیرائی کی جاتی رہی ہے۔ نویدی کی نثری نعت نویسی کی بھی پذیرائی ہوگی اور یقیناً ہوگی۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یہ قبولیت کا شرف حاصل کرے گی۔ کیونکہ شاعر کو خدا سے امید قوی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی التفاتی نظروں سے ایک دن اسے ضرور نوازے گا۔

Badr Mohammadi
AT - Chandpur Fatah
P.O. - Bariarpur - 843102
Distt - Vaishali (Bihar)
Cell - 9939311612
E-mail:badrmohammadi1963@gmail.com

ڈاکٹر یس یم شکیل

علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں

چودہ سو برس قبل عربی میں نعت گوئی کی جو شمع حضرت حسانؓ بن ثابت نے روشن کی تھی، اسے فارسی میں خاقانیؔ، نظامیؔ، عرفیؔ اور سعدیؔ جیسے شعراء نے جلا بخشی۔ اردو شعرائے ہند نے آغاز سے ہی اس صنف کو گلے لگایا اور سرکارِ دو عالمؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

یوں تو نعت کے لغوی معنی تعریف و توصیف کے ہیں لیکن اب اس کی پہچان اس نظم سے ہے جس میں رسول اکرمؐ کی تعریف و توصیف کی گئی ہو، نعت کی کوئی مخصوص ہیئت نہیں ہے، مختلف طریقوں سے شاعر اپنے احساسات و جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن اسے اپنے جذبات کا اظہار کرتے وقت بیحد محتاط رہنا ہوتا ہے۔ ذرا سی غلطی دوزخ کی راہ دِکھا سکتی ہے۔ اسی لئے شاعر کو زبان و بیان پر پوری قدرت اور فنی مہارت کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی زندگی کے واقعات پر بھی گہری نظر کی ضرورت ہے۔ تبھی وہ نعت گوئی کا تھوڑا بہت حق ادا کرسکتا ہے۔ ورنہ عرفیؔ کا وہ شعر یاد آتا ہے جس میں وہ کہتا ہے، ''نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے کے برابر ہے''۔

عرفیؔ شتاب ایں رہ نعت نہ صحراست آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اب تک نعت ہماری شاعری کی روایت میں تو شامل تھی مگر اسے باضابطہ صنفِ سخن کی حیثیت حاصل نہ تھی۔ مگر الطاف حسین حالیؔ، امیر مینائی، محسنؔ کاکوروی، امام احمد رضا وغیرہ نے نعت گوئی کو وہ وسعت عطا کی کہ نعت ہماری ادبی تاریخ کا جدا نہ ہونے والا ایک حصہ بن گئی۔ عصر حاضر کے شعراء نے اپنی فکری جد و جہد سے نعت کے خد و خال کو اور روشن کیا۔ نیز نئے نئے تجربے بھی کئے۔ ایسے ہی شعراء میں علیم صباؔ نویدی کا شمار ہوتا ہے۔

علیم صباؔ نویدی صوبہ تامل ناڈو کا ایک ایسا روشن مینار ہے جس کی تابناکی و روشنی سے اس صوبے کا اردو ادب جگمگا رہا ہے۔ علیم صبا نویدی نے بحیثیت افسانہ نگار، نقاد، محقق، نثر نگار، صحافی، تذکرہ نویس اور شاعر اردو ادب کی متعدد اصناف کو گلزار کیا۔ مختلف موضوعات پر تحریر کی گئی آپ کی کتب اردو ادب کا بیش قیمتی سرمایہ ہے۔ ایسا لگتا ہے زندگی کی ۷۰ بہاریں دیکھنے کے باوجود آج بھی آپ کا قلم نوجوانی کی دہلیز پر کھڑا ہے۔ جو ہماری نسلوں کے لئے سبق آمیز ہی نہیں بلکہ مشعل راہ بھی ہے۔

علیم صباؔ نویدی شاعری میں جدت کے لئے مشہور ہے وہ شاعری کو جدید پرائے بیان اور نئے انداز و تجربات سے ہمکنار کرنے کے قائل ہیں اور یہی خصوصیات انھیں ہمعصروں سے الگ کرتی ہیں۔ اپنی نعتیہ شاعری او شاعری کے نئے تجربوں کے ذریعہ علیم صباؔ نے اپنا منفرد مقام شعر و ادب کی دنیا میں تسلیم کروالیا ہے۔ جس طرح سانیٹ اور ہائیکو کی ہیئت میں انھوں نے نعتِ رسولؐ پیش کی ہیں اسی طرح نثری نعتوں کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ پتہ نہیں نثری نعت کو کسی صنف کا درجہ و مرتبہ حاصل ہے یا نہیں مگر علیم صباؔ نئے نئے کامیاب تجربے کرتے جارہے ہیں جس کے

لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہے۔ اصل ردیف، قافیہ و بحر وغیرہ تکنیکی ضروریات ہیں اصل شئے تخیل ہے شاعر کیا کہنا چاہتا ہے یعنی کیا پیغام دینا چاہتا ہے یہ ضروری ہے۔ غرضیکہ اظہار کسی بھی انداز وہیت میں کیا جاسکتا ہے۔ نثری نعت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو ادب میں اوّلین تجربہ کہا جاسکتا ہے۔ بعض اکثریت اب اسے بھی ماننے لگی۔ جس کی پذیرائی ہونا چاہئے۔ علیم صبا نویدی نے مختلف عنوانات کے تحت خوبصورت نثری نعتیں پیش کی ہیں۔ جس میں حضور اقدس کی بے پناہ محبت و عقیدت نمایاں نظر آتی ہے۔

مثلاً

کیا ممکن ہے

میں خاک زاد ہوں
سراپا نورِ کونین آپؐ
بس ایک کرن
آپؐ کے چشمِ کرم کی
بھیک میں مل جائے مجھے
میں اپنے آپ کو تقسیم کردوں
جہانِ عرفان میں
اور
انا میری
سکڑ کے رہ جائے
آپ کے قدموں کی مقدس مٹی
جسے میں چوم لوں
کیا یہ ممکن ہے۔

ایسی کئی نثری نعتوں سے یہ گلدستہ مہک رہا ہے۔

آخر میں بس اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ علیم صبا نویدی کا نثری نعتوں کا یہ مجموعہ ایک ایسا مہکتا ہوا گلزار ہے جس کے لفظ لفظ اور صفحے صفحے سے نبیؐ کی محبت و عقیدت پھوٹ پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا یہ مجموعہ تا قیامت اپنی خوشبو بکھرتا رہے گا۔

صدر شعبہ اردو۔ فارسی
سیوا سدن کالج، برہانپور (ایم۔ پی)
e-mail ID:drsmshakil1973@gmail.com
Mo.9425086923

ڈاکٹر یوسف صابر

نورانی نثری نعتوں کا شاعر......علیمؔ صبانویدی

نعت کی مختصر ترین تعریف "محمدؐ کی منظوم تعریف" ہے لیکن آج بھی اکثر شعراء اس کے مفہوم کو ٹھیک طرح سمجھ نہیں پائے۔ شاعری کی ہر صنف میں نعت کہی جاسکتی ہے اس کے باوجود بہت زیادہ نعتیں غزل کے فارمیٹ میں ہی تخلیق ہوئیں ہیں اور ہو رہی ہیں۔ چند شعراء ہیں جو کبھی نئی پُرانی شعری اصناف استعمال میں لا کر نعت کہہ رہے ہیں۔ ان میں علیمؔ صبانویدی بھی ہیں جن کی نثری نعتیں عنقریب ایک نعتیہ مجموعہ میں شامل ہو کر شائع ہونے والی ہیں۔ میں ڈاکٹر جاویدہ حبیب کے اس خیال سے صد فی صد متفق ہوں کہ "ہر شخص اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح ہمیشہ زندہ رکھنے کا متمنی ہوتا ہے۔ شاید حضرت علیمؔ صاحب بھی اسی خواہش میں اپنی ہمہ جہت صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہوں جس سے اردو ادب کو ضرور فائدہ ہے۔"

حمد اور نعت کے لئے سبھی اصناف سخن کا استعمال ہونا چاہئے اسی سوچ کو عملی صورت دینے والوں میں علیمؔ صبانویدی کا بھی نام تاریخ ادب میں سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا۔ جدید ترین کئی اصناف کی طرح نثری نظم بھی آج بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے، عام شعراء کے لئے یہ صنف انتہائی خطرناک ہے، اس صنف کے ساتھ یہ خدشہ بھی لگا رہتا ہے کہ کوئی کچھ اوٹ پٹانگ بات لکھ کر اخبارات اور رسائل میں شائع کروا کے اپنے آپ کو زبردستی شاعر کہلوانا شروع کردے۔ دراصل اسی قسم کی حرکتیں جدید شعری اصناف سخن کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔ اردو ادب میں صدیوں سے ہزاروں لاکھوں قلم کار سچی لگن، محنت اور خلوص کے ساتھ اپنی فکری جہتوں کو کاغذات پر منتقل کرتے آرہے ہیں۔ مگر ان میں چند قلم کار ہی ایسے ہوتے ہیں جن کا فن دائمی زندگی حاصل کرتا ہے، جو قلم کار لفظوں کو سیاہی کی شکل میں آب حیات پلاتے ہیں ان میں علیمؔ صبانویدی کا بھی شمار ہوتا ہے۔

نثری نظم میں پابند نظم جیسی کشش پیدا کرنا انتہائی مشکل کام ہے مگر علیمؔ صبانویدی یہاں بھی کامیاب ہوئے ہیں اس بات کا یقین ہمیں ان کی نعتیہ نثری نظمیں پڑھ کو ہو جاتا ہے۔

علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں نعت گوئی کا انتہائی اعلیٰ نمونہ ہیں۔ یہ نعتیں انتہائی خلوصِ دل سے عشق نبیؐ میں ڈوب کر تخلیق کی گئی ہیں۔ علیم صبا نویدی کئی برسوں سے اردو ادب جدید سے جدید تر اصناف سخن پر طبع آزمائی کرتے آرہے ہیں اور اُن کی محنت بھی رنگ لا رہی ہے، وہ یہ کام مخالفتوں کی پرواہ کئے بغیر کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس لئے اُن کی رفتار میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ اس رفتار کو بڑھتے ہوئے ہی دیکھا گیا ہے۔

علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں عاشقِ نبیؐ کو لذتِ عشق سے محضوظ کریں گی۔ مسلمان قاری کے ایمان کی لو بڑھا کر اُس کے دل کو مزید متور کریں گی، حال و مستقبل کے شعراء کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گی اور دانشوروں اور نقادوں کے لئے ایک اہم موڑ بھی۔ کیوں کہ ان میں توانائی ہے جو اس فن کے لئے درکار ہوتی ہے۔

علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں نفیس، دلکش اور تازگی کا پیکر ہیں۔ ان نعتوں کا ایک ایک لفظ قاری کے دل و دماغ میں جگنو کی طرح جگمگا کر روح کو متور کر دیتا ہے۔ علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں ہر مسلمان کو محمدؐ سے محبت، عقیدت اور احترام کا احساس دلاتی ہیں۔ صبا نے ہر عاشق نبیؐ کے دل کی آواز کو الفاظ میں ڈھال کر نثری نعتوں کی شکل دی ہے۔ بطور نمونہ چند نثری نعتیں پیش ہیں۔

”اے میرے محبوب“

میرا ماحول تعفن آمیز
میرے گھر کے لوگوں کے دل زنگ آلود
در و دیوار شکوک آور
بستر گناہوں سے ملوث
نیندیں چاک گریباں
خواب برہنہ
جسم ناپاک
آرزوئیں صد چاک
راتیں بیوہ
دن مخنث
عبادت گاہوں سے دور
رہنے والوں کے پاس
نہ خوفِ خدا
نہ حبِ رسولؐ
ہر طرف دھواں ہی دھواں
اے میرے محبوبِ خدا
اک نظر
عنایت کی
اس طرف بھی

☆☆☆

"نورانی لمحات"

نکہت و نغمہ میں ڈوبے موسم
رنگ برنگی تتلیوں کا گیت
کھیتوں کی مسکان
پگڈنڈیوں کے راگ
سرسبز بیل بوٹے
شاداب باغ
ٹہنیوں پہ چہچہاتی چڑیاں
تالابی مناظر
سورجی کرنوں کا جلوس
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں
ہواؤں کی سرمستیاں
نورانی لمحات
سب کے سب
محوِ درودِ مصطفےٰ

☆☆☆

"نورانی پتلیاں"

اٹھو
اس سمت چلیں
جہاں رحمتیں ہی رحمتیں جلوہ ریز ہیں
جہاں شہادت کی انگلیاں
اشارے سے پڑھتی ہیں
دورِ مصطفےٰ
ہم بھی
اسے وردِ جاں بنا کر
روشن زباں بنا کر
خالقِ کائنات سے پوچھیں
وہ کون ہے؟
یہ وہی تو نہیں
جس کا ہماری پتلیوں میں نور ہے
اور وہ نور
جو پتلیوں سے نکل کر
ہر سُو رواں دواں ہے

☆☆☆

''روشن جھولی''

میری جھولی میں
دعائیں ہیں
اَن مول دعائیں
نورانی دعائیں
جن کے زیرِ سایہ
میں خود کو
اونچا اٹھالوں گا
عاقبت سنوارلوں گا
میری جھولی وہ دعائیں ہیں
جن کا رشتہ
حضورؐ کے دست مبارک کی
خوشبوؤں سے ہے

☆☆☆

علیم صبا نویدی کی انتہائی مختصر نثری نعتیں بھی جامع ہیں۔ان نعتوں کے ذریعہ قاری ایک ایسی دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں روحانیت اپنے جلوے دکھاتی ہے اس نمونے کی چند نثری نظمیں پیش ہیں۔

''صدقہ''

لب پر درودوں کا سلسلہ
جگمگاتی قرآنی آیتیں
معطر لمحات
روشن کائنات
محوِ عبادت
زمیں و آسماں
سجدہ زن
سرورؐ کونین کا صدقہ

☆☆☆

''مقام''

نعت نبیؐ
لکھتے لکھتے
سرشاری کیفیتیں
مجھ پر طاری ہوگئیں
اور میں
میں نہ رہا

☆☆☆

"سواری"

یہ دف بجاتی دوشیزائیں
رس بھرے راگوں کے دلکش باغ
مہکتے لمحوں کی باراتیں
مسرت میں جھومتی، مسکراتی شامیں
ٹہنیوں پہ چہچہاتے پرند
شاخوں پہ ڈولتی تتلیاں
لہلہاتے آنکھ مچولی کھیلتے پودے
نور کی رتھ پہ آنے والی
سواری کے منتظر ہیں۔

علیم صبا نویدی نے اپنی اکثر نثری نعتوں میں درود شریف کی اہمیت انتہائی پر اثر انداز میں اور مختصر ترین الفاظ میں گویا دریا کو کوزے میں بند کر کے بتلائی ہے۔ مجھ یقین ہے کہ علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں آنے والی نسلوں کو بھی بے حد پسند آئیں گی کیوں کہ ان میں جو تازگی، نفاست، دلکشی و جامعیت ہے وہ انھیں ہمیشہ روشن رکھے گی۔

ڈاکٹر یوسف صابر
مدیر: "عکس ادب" مالیگاؤں

باب خوشبوئے فردوسِ بریں



پدم شری مجتبیٰ حسین

علیم صبا نویدی کی نعت گوئی

علیم صبا نویدی ہمارے ایک منفرد اور ممتاز ادیب اور شاعر ہیں۔ وہ ایک ایسی ریاست میں اردو کی شمع فروزاں کیے ہوئے ہیں جہاں اردو کا چلن کم ہے۔ شاید ہی کوئی مہینہ ایسا گزرتا ہے جب ان کی یا ان کی صاحبزادی جاویدہ حبیب کی کوئی نئی اور پُر مغز کتاب دیکھنے میں نہ آتی ہو۔

میں نے ان کی تنقیدی اور تحقیقی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ ان کی غزلیں اور نظمیں بھی نظر سے گزریں۔ میں اردو کے اس مخلص خدمت گزار کی کاوشوں کا زمانہ دراز سے مداح ہوں

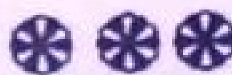
علامہ شبلی نعمانی نے سیرت طیبہ پر اپنی یادگار کتاب لکھتے ہوئے کہا تھا

عجم کی مدح کی ، عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبر خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

علیم صبا نویدی صاحب کی نعتوں کا مجموعہ "اسم محمد" شائع ہو چکا ہے اور شمع محمدی کے پروانوں کو اس سے روحانی سکون حاصل ہوا ہے۔ اب ان کی نثری نعتوں کا مجموعہ شائع ہونے کی منزل میں ہے۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ علیم صبا نویدی صاحب نے اس کا مسودہ مجھے روانہ کیا۔ اس کے مطالعے سے مجھے بڑا سکون ملا۔ یہ نثری نعتیں نہایت پُر اثر ہیں اور ان میں جذب و سُرور کی وہ کیفیت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بے پناہ محبت وعقیدت سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر چہ یہ نعتیں نثر میں کہی گئی ہیں لیکن ان میں بھر پور شعریت موجود ہے۔ "سواری، نورانی تبسم، حُب محمدی، وہ کون تھے، نور الٰہی، روشن جھولی، نور اول، مقام لا، نہایت عمدہ نعتیں ہیں۔

میں علیم صبا نویدی صاحب کو اس مبارک و مسعود کتابچے کی اشاعت پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مجتبیٰ حسین
[signature]
حیدرآباد
21 جنوری 2014





پدم شری بیکل اتساھی

جناب علیم صبا نویدی کی نئی نعتوں کا مطالعہ اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے انہماک سے کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ انھوں نے جتنا بھی کہا ہے وہ خلوص دل سے کہا ہے اور قرآن عظیم کا مطالعہ بڑے انہماک سے کیا ہے۔ ان کا ہر نعتیہ کلام قرآن عظیم کے لہجے کی چھاؤں چھاؤں میں شعور و سلیقے کا نوارانی جلوہ بکھرا ہے۔ اسے جدت طرازی یا جدیدیت کا اہتمام بلکہ مابعد جدیدیت کے بہت آگے آگے قلم کاری کا سبزہ زار مہکایا ہے۔ آنے والی نسل یا آج کے نعت گو شعراء سے استفادہ کر کے اپنی قلمکاری کو نورانی بناسکتے ہیں۔

علیم صبا نویدی نے اردو شاعری کی ہر صنف کو ایک نیاپن دیا ہے۔



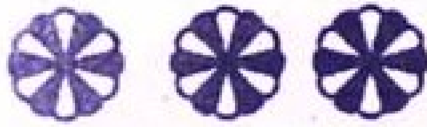
پروفیسر حامدی کاشمیری

آپ کی نثری پیرائے میں لکھی ہوئی نعتیں زبان و بیان کی تازگی اور تازگی اور تابندگی منور ہیں آپ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور اس سے متعلق نورانی جہات کو تخلیقی انداز میں جس عقیدت اور عشق رسول کو اجاگر کیا ہے اس کا جواب نہیں۔





باب خوشبوئے فکر آگیں



کے۔یم۔اشفاق الرحمن مظہرؔ

علیم صبانویدی کی نثری نعتوں میں روح پرور خوشبوئیں

علیمؔ صبانویدی کے نعتیہ مجموعہ ''ن'' (مطبوعہ ۱۹۹۰ء) کے مرتب پروفیسر محبوب پاشاہ محبوب مرحوم نے علیمؔ صبانویدی کا یوں تعارف پیش کیا ہے کہ ''علیمؔ صبانویدی آرکاٹ کے ایک کارنامہ خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کا سلسلہ ددھیال وننھیال دونوں طرف سے روحانیت سے معمور ہے۔میرے خیال میں یہی روحانیت بصورت شعروادب ان کو ورثہ میں ملی ہے۔ان کا ددھیال ٹمل ناڈو کے مشہور ومعروف سادات حسینی سے تعلق رکھتا ہے اور ان کے نانا بزرگوار مدراس کے مشہور عارف پیرومرشد شاہ محمد امین الدین چشتی قادری شطاری فاروقی المتوفی (۱۹۳۸ء) تھے۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ڈاکٹر جاوید حبیب نے اپنے ایک طویل مقدمہ میں علیمؔ صبانویدی سے متعلق اس بات کا اظہار کیا تھا کہ ۲۰۰۸ء میں علیمؔ صبانویدی انڈین کونسلیٹ ،جدّہ کی دعوت پر پندرہ یوم کے لئے مدعو تھے اور انھوں نے مکۃ المکرمہ، مدینۃ المنورہ کا سفر بھی عمرہ وزیارت کی غرض سے کیا تھا۔مکہ مدینہ کے قیام کے دوران وہ ذہنی طور پر مکہ مدینہ کی معطر اور منور فضاؤں سے معمور تھے۔مدینہ میں گنبدِ خضراء کے روبرو بیٹھ کر انھوں نے حضور سرورِ کائنات ﷺ پر ایک معرکہ آراء ''سلام'' بھی لکھا جو ان کے نعتیہ مجموعہ ''اسم محمدؐ '' (مطبوعہ ۲۰۱۳ء) میں شامل ہے۔پھر مکہ مدینہ سے واپسی کے بعد علیم صبانویدی نے نعتیہ شاعری میں نئے تجربوں کی طرف خاص توجہ دی۔موصوف نے نعتیہ ماہیے، نعتیہ دوہے، نعتیہ آزاد غزل، نعتیہ لوری اور نعتیہ رباعی کے ساتھ ساتھ بہت ساری نثری نعتیں بھی لکھیں۔آہستہ آہستہ نثری نعتوں کا ایک مجموعہ بھی موصوف نے ترتیب دے دیا ہے۔جو آج آپ کے پیشِ نظر ہے۔

راقم الحروف اپنی خوش قسمتی تصور کرتا ہے کہ ابھی ابھی راقم نے مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کی حیات آفریں اور روح پرور فضاؤں سے معطر ہو کر جب چینئی کی سرزمین میں قدم رکھا تو سب سے پہلے علیمؔ صبانویدی کا فون ایرپورٹ پر آگیا اور ملاقات کی درخواست کی۔راقم نے علیمؔ صبانویدی سے ملاقات کی غرض سے ڈاکٹر جاوید حبیب کے دولت کدہ پر گیا تو ڈاکٹر جاوید حبیب سے بھی ملاقات ہوگئی۔موصوف نے ''نعتیہ نبی میں نئی جہتیں'' کا مسودہ مجھے تھمادیا اور درخواست کی کہ حضرت علیمؔ صبانویدی کے تازہ ترین زیرِ ترتیب نثری نعتوں پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔

اس بات سے کسے انکار ہوگا کہ کائنات کی ہر مخلوق اللہ باری تعالیٰ کی تعریف وتوصیف میں حمد کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ ازل سے ساری اقلیم کائنات میں جگہ ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔

مولانا رشید وارثی کا بیان ہے کہ سرزمینِ عرب میں حمد گوئی کی تاریخ ''دورِ فترات'' سے شروع ہوتی ہے۔ یہ اس زمانے کو کہتے ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضورِ اکرم ﷺ کے درمیان کا ہے۔ حضور اکرمؐ کے زمانے میں جو شاعری ہوئی اس کا مقصد حمد و ثنا تھا جس کا ذکر خصوصی طور پر بہت سارے مضامین میں موجود ہے اور اُس دور کے شعراء میں حضرت ابو طالبؓ، حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ، حضرت علیؓ، کعب بن مالکؓ، حضرت حسان بن ثابت کے اشعار حوالے کے طور پیش کیے جاسکتے ہیں۔

صنفِ نعت گوئی کو بھی ہر دور میں ہر شاعر نے اپنایا اور نعت گوئی کے ذریعہ حبِّ رسول اکرمؐ میں اضافے کئے ہیں۔ نعت گوئی کے لئے علم، مذہب، قرآن و حدیث اور رسول کریمؐ کی حیات و شخصیت سے متعلق مکمل معلومات کے ساتھ ساتھ حضورِ اکرمؐ کی محبت اور احترام کے جذبات دل میں بدرجۂ اتم موجود ہوں تو نعت کا حق بھر پور ادا ہوتا ہے اور نعت کا حرف حرف خوشبوؤں سے معمور ہو جاتا ہے اور نعت نگار اپنی شناخت قائم کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔

مرزا غالبؔ کو نعت نبیؐ میں جو مقام ملنا تھا نہیں ملا۔ مرزا غالب کی مشہور فارسی غزل ان کی نہ صرف زندگی کا اہم کارنامہ ہے بلکہ اس میں خدا اور رسولؐ کے رشتے کی جس انداز سے وضاحت کی گئی ہے اس پر ہزاروں فلسفیانہ نکتہ دان نثار (حوالہ نعت رنگ نمبر ۱۲ مطبوعہ ۲۰۰۲ء کراچی)۔ بظاہر غالبؔ بادہ خوار تھے کوئی ولی نہ تھے لیکن حُبِّ رسولؐ میں سب سے زیادہ سبقت لے گئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ غالب کے نعت کی تخلیق کے وقت ان کے ذہن و دل پر حضورِ اکرم کا خیال اور احترام مسلط رہا تھا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے مرزا غالبؔ حُبِّ رسول میں کسی سے کم نہیں تھے۔

نعت گوئی کی تاریخ میں حضرت حسّان بن ثابت کا مقام اور مرتبہ بہت اونچا ہے چونکہ نعت گوئی کی ابتداء عہدِ رسالت مآب سے ہوئی اور اس عہد کے مشہور شاعر حسان بن ثابت تھے جنھوں نے اپنے قصائد پر حضور اکرمؐ سے نہ صرف داد حاصل کی تھی بلکہ حضورؐ کی صحبتوں سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ حضرت حسّان بن ثابت نے نعتِ رسولؐ میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے اور وہ پہلے شاعر تھے جنھوں نے حضور اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کی نورانی صفات کو اپنے بھر پور جذبۂ ایمانی سے اجاگر کیا تھا۔

ڈاکٹر طارق جمیل فلاحی کا بیان ہے کہ ''حسّان بن ثابت انصاری کی نعتیہ شاعری میں جدید دور کی صورت گری ہے۔'' حضرت ظہیر غازی پوری نے اپنے ایک مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' میں لکھا ہے کہ ''نعت کا موضوع اس امر کا متقاضی ہے کہ جدید ہیئتوں میں زیادہ سے زیادہ برتا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہمارے شعراء نے عموماً ہیئتوں یعنی غزل کی ہیئت کو اپناتے ہوئے نعتیں لکھی ہیں۔ اس مسئلے پر غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ یہ خطرہ

ہے کہ اردو نعت گوئی صنفِ غزل کی ہیئت میں بند ہو کر محض جلسوں اور جلوسوں میں ترنم سے پڑھنا اور محفلوں میں گانے کا سرمایہ بن کر رہ جائے گی۔"

حضرت علیم صبا نویدی کو شاید اس خطرے کا احساس تھا انھوں نے ۱۹۸۶ء میں "ترسیلے" چند نثری نعتیں پیش کیں پھر ان کے ہائیکوز کے مجموعہ "شعاعِ مشرق" مطبوعہ ۱۹۸۷ء اور تشدید مطبوعہ ۱۹۸۹ء میں نثری نعتوں سے ہٹ کر سانیٹ کی ہیت میں بھی ایک مکمل مجموعہ "نور السموٰات" مطبوعہ ۱۹۸۹ء بھی پیش کیا جس کو ساری ادبی دنیا کی شہرتیں نصیب ہوئیں۔ مسرت اس بات کی ہے کہ آج حضرت علیم صبا نویدی صاحب نے نثری نعتوں کا مجموعہ "نعتِ نبیؐ میں نئی جہتیں" لے کر ادبی دنیا کے افق پر قدم رکھا ہے کہ یہ افق حضورِ اکرمؐ کی بے پناہ محبتوں اور بے کراں عقیدتوں کی خوشبوؤں سے نہ صرف معمور ہے بلکہ منور و معطر بھی ہے۔

آیئے اب حضرت علیم صبا نویدی کی چند ایک نثری نعتوں پر ایک نظر ڈالی جائے۔ ویسے تو موصوف کی تمام نثری نعتیں نہ صرف نثری نظم گوئی کے فن پر کھری اترتی ہیں بلکہ نعت گوئی کے معیار پر بھی بلند نظر آتی ہیں۔ لیکن ان کی نثری نعتیں مثلاً اے میرے محبوبِ خدا، آسرا، نئی منزل، ندامت، مقامِ لا اور حضورؐ ایسی نثری نعتیں ہیں جو دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں اور قاری کو پُر نور وادیوں اور معطر فضاؤں کی سیر کراتی ہیں اور قاری نہ صرف مسحور ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ قاری کا دل و دماغ حضورؐ کی پاک محبت و احترام کے جذبوں سے سرشار ہو کر طمانیت اور آسودگی محسوس کرتا ہے۔ ایک مثال پیش کر کے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

حضورؐ
آپ کے درود کا فیضان
انگلیوں سے روشنی آگئی
سوچوں میں وسعتیں

قرطاس و قلم
مقدس فکر و اظہار سے
بغل گیر ہو گئے ہیں
اور فرشتے
مجھ سے ملاقات کے خواہاں

مجھے یقین ہے کہ نثری نعتوں پر مشتمل ایک مکمل مجموعہ پیش کرنے کا سہرا بھی شاید حضرت علیم صبا نویدی کے سر ہی ہوگا۔ اب یہ اربابِ فکر و نقد پر ہے کہ موصوف کی فکری پرواز کی سربلندیوں کا محاکمہ کر کے ان کا صحیح مرتبہ و مقام تعین فرمائیں۔

کے یم۔اشفاق الرحمن مظہر
سابق سکریٹری / رجسٹرار
تملناڈو اسٹیٹ اردو اکیڈمی، چنئی

پروفیسر سید سجاد حسین

علیم صبا نویدی کی نثری نعتیں

نعت شریف ایک مقدس صنف ادب ہے جس کی ابتداء سے متعلق غور کیجئے تو سب سے پہلے مدح نبی علیہ الصلوۃ السلام پر ارشاد باری تعالی سے ہوتی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کے لئے آیات قرآن مجید ورفعنا لک ذکرک، وما ارسلنک الله رحمت اللعالمین، انک خلق عظیم وغیرہ بطور شواہد سامنے آتے ہیں۔ نعت گوئی دراصل مراقباتی شاعری ہے اس کے لئے عشق رسول ﷺ کی ضرورت ہے۔ اگر اس سے شاعر کا دل خالی ہے تو وہ نعت میں روح اثر پیدا نہیں کرسکتا۔ نعت کہنے کے لئے صرف عشق ہی نہیں عشق میں سرشاری بھی چاہیے تاکہ حدود آداب بھی ملحوظ رہیں اور ہر طرح کی احتیاط کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ سرور کونین کی محبت دراصل دو جہاں کی نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے یہ جسے مل جائے وہ ساری کائنات خلق سے مستغنی ہوجاتا ہے۔ حبیب کبریا سے محبت ذات کبریا تک پہنچادیتی ہے۔

عربی میں حضور انور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن واحہ اور حضرت کعب بن زہیر اول اول نظر آتے ہیں۔ فارسی میں نعت گوئی کا آغاز حضرت فخر الدین اسد گرگانی سے ہوتا ہے اور اردو میں نعت شریف کہنے کی سعادت سلطان محمد قلی قطب شاہ کے حصے میں آئی۔

نعت گوئی انتہائی مشکل اور معظم فن ہے جسے عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ عرفی شیرازی نے نعت کہنے کو تلوار کی دھار پر چلنے سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وہ عظیم شاعری ہے جو بقول ڈاکٹر سید حامد حسین گہری ارادت اور عقیدت کے تاثیرات سے تحریک پاتی ہے۔ اس میدان میں شاعر نہ تو اپنی فکر کو بے لگام چھوڑ سکتا ہے اور نہ ہی موضوع سخن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ اسی لئے اچھی نعتیہ شاعری غزل کی روایتی شاعری سے کہیں مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے غزل گو شعراء کی ایک لمبی فہرست دستیاب ہے جبکہ اچھے نعت گو شعراء کے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔

صوبہ تمل ناڈو میں اردو شاعری کی روایت اور تاریخ کافی پرانی ہے۔ حضرت قربی ویلوری، حضرت ذوقی ویلوری اور حضرت لطیف آرکاٹی اس صوبہ کے متقدمین شعراء کی فہرست میں اہم مقام کے حامل ہی نہیں اپنی ایک علاحدہ شناخت بھی رکھتے ہیں۔ ان شعراء نے اردو شاعری کی روایت کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ سرزمین تمل ناڈو میں اس کی بنیادوں کو مستحکم بھی بنایا۔ ان شعراء کا کلام بیشتر غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی اور تاریخ گوئی پر مشتمل ہے۔ نعتیہ

کلام کے جو چیدہ چیدہ نمونے ان شعراء کے دیوان میں ملتے ہیں ان کو پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ نعت گوئی کو انہوں نے فنی اظہار کے لئے نہیں بلکہ حضور کی شان اقدس میں عقیدت مندی کا نذرانہ پیش کرنے کو اپنی سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھا۔ والا جاہی خاندان کے چشم و چراغ اور تاجدار سلطنت نواب غلام غوث خاں کے عہد میں لسان الحکمت نواب شاطر مدراسی اور مولانا تجمل حسن ایمان گوپاموی کے یہاں نعتیہ شاعری کے نمونے ہمیں مل جاتے ہیں جو نہایت عقیدت و عزیمت اور روایتی انداز سخن کی غمازی کرتے ہیں۔ ان شعراء نے نعتیہ کلام کی صورت میں باضابطہ طور پر اپنا کوئی مجموعہ کلام شائع نہیں کیا البتہ غزل گو شعراء کی ایک طویل فہرست مل جاتی ہے جنھوں نے نعت گوئی میں تبرکاً و عقیدتاً طبع آزمائی کی۔ ٹمل ناڈو میں خالص نعتیہ کلام ترتیب دے کر شائع کرنے والے شعراء کی فہرست انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ شریف مدراسی نے اپنے نعتیہ کلام کو کتابچوں کی صورت میں شائع کیا۔ دانش فرازی ایک طویل نظم 'محسن اعظم' لکھ کر نعت گو شعراء کے زمرے سے وابستہ ہو گئے۔ عبد اللہ شرقی کے نعتیہ کلام کا مجموعہ نعت گوئی کے میدان میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ 'رحمت اللعالمین' فرید مدراسی کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔ سہیل راشد کا مجموعہ 'منزل نما' مطبوعہ ۱۹۶۴ء نعتیہ شاعری کی منزل کے تعین میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعقوب اسلم نے 'رسول عربی' مطبوعہ ۱۹۸۷ء کو شائع کر کے نعت گو شاعر ہونے کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔ راہی فدائی کا 'مصداق' نعت اور جدید نظموں پر مشتمل مجموعہ کلام ہے۔

علیم صبا نویدی صوبہ ٹمل ناڈو کا وہ جدید لب ولہجہ کا شاعر ہے جس کے شعری تجربات بقول رضا نقوی واہی زیادہ وزنی، وسیع اور مجتہدانہ ہوتے ہیں۔ فکر و خیال کے نیے زاویوں کا تعین ہو یا اصناف شاعری میں نئی جہتوں کی شناخت کا مسئلہ ہو وہ دیدہ دلیری سے ان نئی راہوں کو اپنی شدت طلب سے نہ صرف ہموار بنا دیتا ہے بلکہ اپنے ارادوں سے حاصل ہونے والی روشنی سے تاریک منزلوں کو اجاگر بھی کر دیتا ہے۔

راہ کتنی ہی کٹھن ہو مگر اے پایہ طلب
روشنی عزم کی کر دیتی ہے منزل روشن

انفرادیت کا حامل، جدیدت کا علمبردار، نئی جہتوں کا متلاشی اور نت نئے تجربات کو شعر و ادب میں روا رکھنے والے اس عظیم فنکار نے اپنی شاعری کو آفاقیت کی حدوں میں پہنچانے کے لئے نعت گوئی کو اپنی فکر و آہنگ کا محور بنایا اور چند ہی برسوں کے اندر یکے بعد دیگرے کئی نعتیہ کلام کے مجموعے شائع کر دئے جن میں 'ترسیلے' نظموں اور نعتیہ ہائکو کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۶ء، 'شعاع شرق' خالص نعتیہ ہائکو نظموں کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۷ء، 'مراۃ النور' نعتیہ کلام کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۸ء، 'نور السمٰوٰت' اردو زبان و ادب میں نعتیہ سانیت کا پہلا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۹ء اور 'ن' نعتیہ کلام کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۹۰ء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علیم صبا نویدی کے مذکورہ بالا مجموعوں کو دیکھنے کے بعد قاری اس کے حساسات و جذبات کی صالحیت،

خیر و حسن اور صداقت پر ایمان ہی نہیں بلکہ اسے ایک منفرد نعت گو شاعر کی حیثیت سے تسلیم بھی کرتا ہے۔ کیونکہ حمد و نعت جیسی قدیم اور متبرک اصناف کو اس نے اظہار و شعور کے نئے انداز و سلیقے عطا کئے اور اس میں وسعت و کشادگی پیدا کی نیز اس نے حمد و نعت کی اصناف کو نئی شعری ہیئتوں کا لبادہ پہنا کر ان مقدس اصناف میں دوبارہ زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ عبدالمتین نے آزاد نظم میں اور کرم حیدری نے کثیر البحر پابند نظم میں نعتیں کہی ہیں۔ نئی نسل کے شاعروں میں اس نوعیت کے تجربے تحسین فراقی، راسخ عرفانی اور رشید قیصرانی بھی کر رہے ہیں۔ انور سدید، مظفر وارثی، حفیظ صدیقی، کوثر ناہید اور پروین شاکر وغیرہم نے بھی آزاد نظموں کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں لیکن یہ سب کے سب پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔

اردو ادب کے آسمان کی کہکشاں میں جہاں کئی فنکاروں، دانشور محققوں کی ان تھک محنت، لگن، خلوص اور کسٹ منٹ کی ضوافشانی ہے وہاں ایک ضوفگن ستارہ علیم صبانویدی بھی ہے۔ دنیا کی دوسری زبانوں کی شعری اصناف میں نعت گوئی کا تجربا کرنا یقیناً ایک ایسا اہم کارنامہ ہے جو بغیر روغن نیم شبی جلائے ممکن نہیں جو اردو ادب کی دنیا میں نہ صرف پذیرائی کا مستحق ہے بلکہ فکر و تحقیق کے لئے اہم ترین وسیلہ بھی ہے۔ اردو ادب کی تقریباً تمام اصناف پر علیم صبا نویدی نے جس دیدہ ریزی اور ژرف نگاہی سے کام کیا ہے اور مختلف ابعاد تلاش کئے ہیں وہ ان کی دیدہ وری اور درایت کے زندہ شواہد ہیں۔ Genious کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے سے آگے کی بصیرت سے مالا مال ہوتا ہے اور مستقبل کی ضمانت بنتا ہے۔ بقول علامہ اقبال

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

یہ گوہر فردا ہی درایت کا وہ تحفہ ہے جو اردو ادب کو علیم صبانویدی کی مستقل شناوری اور غواصی نے عطا کیا۔ وہ ایک ایسا فنکار ہے جس کا مذہب ہی ادب کی آبیاری ہے۔ علم کی جستجو اور نئی منزلوں کی تلاش علیم صبا نویدی کو Ulysees کے مقابل لا کھڑا کر دیتی ہے جو زندگی کے ایک ایک لمحے کو نئے تجربے کی تلاش میں نچوڑ کر پی لینا چاہتا تھا۔ Ulysees مغربی شاعر ٹینی سن کا وہ کردار ہے جو To know the unknown کی طلب میں عمر کی آخری منزل میں بھی زندگی کی ہر تھکن کو جی لینا چاہتا تھا۔ اسی زندہ حوصلے کا زندہ کردار آج ہمارے سامنے علیم صبانویدی بن کر Inspire کر رہا ہے۔ وہ صرف ایک شخص ہی نہیں بلکہ ایک زندہ تحریک ہے جس نے اردو زبان و ادب کے سرمایہ کو اعتبار بخشا ہے۔ جس نے ادب کے Stream میں کئی نئے Revulets اس فنکاری سے ہم آمیز کئے ہیں جس سے ادبی Stream کا Volume کافی وسیع ہوا ہے اور جس کی تخلیقی زرخیزی کے فوائد و نتائج تنقیدی سرزمین پر بکھرے پڑے ہیں۔ استعارہ کی زبان میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ علیم صبانویدی ایک سیل پر جوش کی طرح اردو ادب کے دریا میں داخل ہوئے اور فکر و تحقیق کی طغیانی سے ادبی روایتوں اور رسومات کی آہستہ روی کو ایک نئی توانائی اور

تندی عطا کی۔ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ نئی زرخیز مٹی لاتا ہے، افزودگی کے لئے نئے بیج فراہم کرتا ہےاور دریا کے کناروں کو وسعت دیتا ہے اسی طرح کچھ علیم صبا نویدی کی درایت نے کر دکھایا ہے۔

اگرچہ علیم صبا نے دنیا کی دیگر زبانوں کی شعری اصناف میں نعتیہ کلام پیش کیا اور نئی شعری ہیئتوں میں نعت گوئی کے کامیاب تجربے بھی کئے لیکن اس تگ و دو اور مسلسل ذہنی سفر کے باوجود بھی اس کی ذات میں کہیں تھکن کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا اور وہ ایک اسپ تازی کی طرح اپنی فکر اور رہوار قلم دونوں کو روبہ تحریک رکھنا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تازہ ترین مثال علیم صبا نویدی کے نثری نعتوں کا مجموعہ 'نعت نبی میں نئی جہتیں' ہے جو علیم صبا نویدی کی فکری وفنی ابعاد کا ایک منارہ نور ہے۔ اس مجموعہ میں تقریباً پچاس نثری نعتیں ہیں اور بارہ نعتیں نثری ہائکو کے روپ میں پیش کی گئی ہیں۔ علیم صبا کی ان نثری نعتوں کے مطالعے سے ان کی گہری بصیرت اور رسول پاک ﷺ سے ان کی والہانہ محبت کا ثبوت جابجا ملتا ہے۔ ان نعتوں میں اسلوب کی تازہ کاری، ندرت خیال اور پیکر تراشی نہایت خوبی سے ادا ہوئی ہے۔ ان نثری نعتوں میں علیم نے انداز پیش کش کے اعتبار سے بھی ایک نئی کروٹ لینے کی جرأت کی ہےاور ساتھ ہی نئی طرز سے نعتوں کو معنویت عطا کی ہے۔ اس طرح علیم نے نثر میں بھی نعتیہ میدان کو اپنے ذوق کی بنیادوں سے مستحکم بنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک جگہ درود کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح گویا ہوتے ہیں

درود پڑھو

عطر کی خوشبوؤں سے گھر مہکاؤ

صبح نورانی ہو جائیگی

رات سہانی

سینہ جگ مگائے گا

سانسیں قرآنی

اور

آنکھیں رحمانی

اور پھر درود کی برکت اور اس کے فیضان و فیوض کا اظہار اپنے منفرد لہجے میں اس طرح کرتے ہیں۔

حضور

آپ کے درود کا فیضان

انگلیوں میں روشنی آگئی

سوچوں میں وسعتیں

قرطاس و قلم

خیر وحسن اور صداقت پر ایمان ہی نہیں بلکہ اسے ایک منفرد نعت گو شاعر کی حیثیت سے تسلیم بھی کرتا ہے۔ کیونکہ حمد ونعت جیسی قدیم اور متبرک اصناف کو اس نے اظہار وشعور کے نئے انداز وسلیقے عطا کئے اور اس میں وسعت وکشادگی پیدا کی نیز اس نے حمد ونعت کی اصناف کو نئی شعری ہیئتوں کا لبادہ پہنا کر ان مقدس اصناف میں دوبارہ زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ عبدالمتین نے آزاد نظم میں اور کرم حیدری نے کثیر البحر پابند نظم میں نعتیں کہی ہیں۔ نئی نسل کے شاعروں میں اس نوعیت کے تجربے تحسین فراقی، راسخ عرفانی اور رشید قیصرانی بھی کر رہے ہیں۔ انور سدید، مظفر وارثی، حفیظ صدیقی، کوثر ناہید اور پروین شاکر وغیرہم نے بھی آزاد نظموں کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں لیکن یہ سب کے سب پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔

اردو ادب کے آسمان کی کہکشاں میں جہاں کئی فنکاروں، دانشور محققوں کی ان تھک محنت، لگن، خلوص اور کمٹ منٹ کی ضوافشانی ہے وہاں ایک ضوفگن ستارہ علیم صبا نویدی بھی ہے۔ دنیا کی دوسری زبانوں کی شعری اصناف میں نعت گوئی کا تجربا کرنا یقیناً ایک ایسا اہم کارنامہ ہے جو بغیر روغن نیم شبی جلائے ممکن نہیں جو اردو ادب کی دنیا میں نہ صرف پذیرائی کا مستحق ہے بلکہ فکر وتحقیق کے لئے اہم ترین وسیلہ بھی ہے۔ اردو ادب کی تقریباً تمام اصناف پر علیم صبا نویدی نے جس دیدہ ریزی اور ژرف نگاہی سے کام کیا ہے اور مختلف ابعاد تلاش کئے ہیں وہ ان کی دیدہ وری اور درایت کے زندہ شواہد ہیں۔ Genious کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے سے آگے کی بصیرت سے مالا مال ہوتا ہے اور مستقبل کی ضمانت بنتا ہے۔ بقول علامہ اقبال

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

یہ گوہر فردا ہی درایت کا وہ تحفہ ہے جو اردو ادب کو علیم صبا نویدی کی مستقل شناوری اور غواصی نے عطا کیا۔ وہ ایک ایسا فنکار ہے جس کا مذہب ہی ادب کی آبیاری ہے۔ علم کی جستجو اور نئی منزلوں کی تلاش علیم صبا نویدی کو Ulysees کے مقابل لا کھڑا کر دیتی ہے جو زندگی کے ایک ایک لمحے کو نئے تجربے کی تلاش میں نچوڑ کر پی لینا چاہتا تھا۔ Ulysees مغربی شاعر ٹینی سن کا وہ کردار ہے جو To know the unknown کی طلب میں عمر کی آخری منزل میں بھی زندگی کی ہر تھکن کو جی لینا چاہتا تھا۔ اسی زندہ حوصلے کا زندہ کردار آج ہمارے سامنے علیم صبا نویدی بن کر Inspire کر رہا ہے۔ وہ صرف ایک شخص ہی نہیں بلکہ ایک زندہ تحریک ہے جس نے اردو زبان وادب کے سرمایہ کو اعتبار بخشا ہے۔ جس نے ادب کے Stream میں کئی نئے Revulets اس فنکاری سے ہم آمیز کئے ہیں جس سے ادبی Stream کا Volume کافی وسیع ہوا ہے اور جس کی تخلیقی زرخیزی کے فوائد ونتائج تنقیدی سرزمین پر بکھرے پڑے ہیں۔ استعارہ کی زبان میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ علیم صبا نویدی ایک سیل پر جوش کی طرح اردو ادب کے دریا میں داخل ہوئے اور فکر وتحقیق کی طغیانی سے ادبی روایتوں اور رسومات کی آہستہ روی کو ایک نئی توانائی اور

تندی عطا کی۔ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ نئی زرخیز مٹی لاتا ہے، افزودگی کے لئے نئے بیج فراہم کرتا ہے اور دریا کے کناروں کو وسعت دیتا ہے اسی طرح کچھ علیم صبا نویدی کی درایت نے کر دکھایا ہے۔

اگر چہ علیم صبا نے دنیا کی دیگر زبانوں کی شعری اصناف میں نعتیہ کلام پیش کیا اور نئی شعری ہیئتوں میں نعت گوئی کے کامیاب تجربے بھی کئے لیکن اس تگ و دو اور مسلسل ذہنی سفر کے باوجود بھی اس کی ذات میں کہیں تھکن کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا اور وہ ایک اسپ تازی کی طرح اپنی فکر اور رہوار قلم دونوں کو رو بہ تحریک رکھنا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تازہ ترین مثال علیم صبا نویدی کے نثری نعتوں کا مجموعہ 'نعت نبی میں نئی جہتیں' ہے جو علیم صبا نویدی کی فکری وفنی ابعاد کا ایک منارہ نور ہے۔ اس مجموعہ میں تقریباً پچاس نثری نعتیں ہیں اور بارہ نعتیں نثری ہائکو کے روپ میں پیش کی گئی ہیں۔ علیم صبا کی ان نثری نعتوں کے مطالعے سے ان کی گہری بصیرت اور رسول پاک ﷺ سے ان کی والہانہ محبت کا ثبوت جا بجا ملتا ہے۔ ان نعتوں میں اسلوب کی تازہ کاری، ندرت خیال اور پیکر تراشی نہایت خوبی سے ادا ہوئی ہے۔ ان نثری نعتوں میں علیم نے انداز پیش کش کے اعتبار سے بھی ایک نئی کروٹ لینے کی جرأت کی ہے اور ساتھ ہی نئی طرز سے نعتوں کو معنویت عطا کی ہے۔ اس طرح علیم نے نثر میں بھی نعتیہ میدان کو اپنے ذوق کی بنیادوں سے مستحکم بنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک جگہ درود کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح گویا ہوتے ہیں

درود پڑھو

عطر کی خوشبوؤں سے گھر مہکاؤ

صبح نورانی ہو جائیگی

رات سہانی

سینہ جگ مگائے گا

سانسیں قرآنی

اور

آنکھیں رحمانی

اور پھر درود کی برکت اور اس کے فیضان و فیوض کا اظہار اپنے منفرد لہجے میں اس طرح کرتے ہیں۔

حضور

آپ کے درود کا فیضان

انگلیوں میں روشنی آگئی

سوچوں میں وسعتیں

قرطاس و قلم

وحشی لوگ
بے لباس قومیں
خون خوار رشتے
داغدار معاشرے
ہے آپ کی ضرورت،
نظر کرم آپ کی

کالی کملی اوڑھ لو
تہذیب زخمی
اس میں بھید
گندہ ماحول
پوشیدہ دنیا کے
آپ کو کہاں ڈھونڈیں

ان کی سبز گنبد کی خوشبو
میں لے آیا ہوں
مجھ سے گلے مل لو

حضرت علیم جدت پسند ہیں اس لئے نعت شریف میں بھی تازہ مضمون اور ندرت فکر پیدا کرتے ہیں۔ اس عمل میں بیشتر آمد ی آمد کی صورت ہے۔ آورد اور تصنع یا سعی بے جا کا دخل نہیں۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ سرور کونین سے ان کی محبت میں کسی بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ جب عشق صادق ہوتو تازہ کار وتازہ خیال بنا ہی دیتا ہے کیونکہ اس کے انداز اور اس کے روپ ہزاروں ہیں جب یہ دل میں گھر کر لے تو حبیب کے جلوے طرح طرح سے آنکھوں میں سماتے ہیں اور س کا خیال ہر لمحہ ایک نئی تڑپ اور ایک نئی آرزو پیدا کرتا ہے۔ یہ نثری نعتیں ملاحظہ ہوں

نفرتیں پھینک دو
دور.......بہت دور
جانا ہم سب کو
ایک منزل کی تلاش میں
جس کی راہبر کی روشنی
ہمارے سینوں میں
ہمارے دلوں میں
ہماری آنکھوں میں
جلوہ فگن ہے

میں خاک زار ہوں
سراپا نور کونین آپ
بس ایک کرن
آپ کے چشم کرم کی
بھیک میں مل جائے مجھے
میں اپنے آپ کو تقسیم کر دوں
جہان عرفاں میں
اور
انا میری
سکڑ کے رہ جائے
آپ کے قدموں کی مقدس مٹی
جسے میں چوم لوں
کیا یہ ممکن ہے.........

حضرت علیم کی سب سے بڑی پہچان ان کی نئی بندشیں اور نئے تراکیب ہیں جو ان کی نثری نعتوں میں بھی جا بجا ہمیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس کی چند مثالیں دیتے ہوئے میں اپنے بیان کی توثیق کرنا چاہوں گا
مصطفائی تہذیب، آرزوؤں کے قدم عرش پر رکھنا، نوری کرنوں سے منور کرنا، ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اجالا، نیندیں چاک گریباں، پوشیدہ رموز کے در واہ کرنا، لوبانی خوشبوئیں، سانسوں میں خوشبوئیں بھرنا، سورجی کرنوں کا جلوس، وظائف کی بارشیں، کشکول ندامت، خواہشوں کے فاصلے ناپنا، سوچ کی نورس دھنک، یہ وہ چند مثالیں ہیں جن کی کثرت و وقعت سے 'نعت نبی میں نئی جہتیں' کی نثری نعتیں گراں پایہ و گراں مایہ ہوگئی ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادب میں نئی جہتوں کی تخلیق حضرت علیم کا نصب العین ہے۔ اصناف ادب میں ان کے نئے نئے تجربات سے یقیناً نعت جیسی مقدس صنف میں نہ صرف وسعت و کشادگی آئی بلکہ بے شمار تبدیلیاں بھی پیدا ہوئیں۔ یہ تبدیلیاں روایت شکن ضرور ہیں لیکن نعت گوئی کے باب میں ایک خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بے شک علیم صبا نویدی کا زیر نظر مجموعہ 'نعت نبی میں نئی جہتیں' تخلیقی جواہر اور فنکارانہ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ حضرت علیم خلاقانہ ذہنیت اور فنکارانہ تخیل کے باجود ان کا عقیدت مند دل سراپا نیاز بن کر خاصہ خاصان رسل کی مدحت سرائی میں اپنی بے کراں وارفتگی کے سبب گہری محویت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی وہ وصف ہے جو نعت گوئی کے میدان میں حضرت علیم کی کامیابی کا ضامن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت علیم کا زیر نظر نثری نعتوں کا مجموعہ اپنی وحدت فکر و فن کے اعتبار سے شہرت دوام سے ہمکنار ہوگا۔

پروفیسر و صدر، شعبہ عربی، فارسی و اردو،

ڈاکٹر حیات افتخار

علیم صبانویدی کی نثری نعتوں کی فکری جہتیں

علیم صبا نویدی، ریاست ٹمل ناڈو کے گلشنِ ادب کا وہ گل سرسبد ہیں جس کی شاعری کی مہک سے دنیائے اردو ادب معطر ہے۔ وہ اپنے شعری مجموعوں اور تحقیقی و تنقیدی کتب کا ڈھیر لگانے کے باوجود مطمئن اور قانع ہو کر بیٹھنے والے شخص نہیں۔ ان کی شخصیت کی طرح ان کی شاعری بھی پارہ صفت ہے جو ہمیشہ متحرک رہنے پر مائل رہتی ہے اور یہاں بھی وہ نت نئے تجربے کرنے کے قائل ہیں چنانچہ انھوں نے نثری نعتوں پر مشتمل ایک شعری مجموعہ شائع کرنے کا تہیہ کیا ہے جس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

علیم صبا نویدی نے اس جدید صنف سخن میں خیر البشر اور محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اپنی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کیا ہے روایتی شاعری میں قافیہ اور ردیف کی پابندیوں اور بحر و وزن کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے بعض اوقات شاعر فکر و احساس اور جذبے کی صداقت کا مکمل اظہار کرنے سے قاصر رہتا ہے چنانچہ غالباً یہی وجہ رہی ہوگی کہ علیم صبا نویدی نے حضور ﷺ کی بارگاہِ مطہرہ میں اپنے پُرخلوص جذبات اور احساسات کو پیش کرنے کے لئے نثری نعتوں کا تجربہ کیا ہو۔ اردو شاعری کو جدید ہیئتوں سے روشناس کرانے اور ان میں طبع آزمائی کے ذریعہ اپنی شعری صلاحیتوں کے اظہار میں علیم صبا نویدی ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں چاہے ہائیکو ہو یا آزاد غزل یا نثری نظم آپ کو ان اصناف کے پیش رووں میں گنا جا سکتا ہے نثری نعتوں کا یہ مجموعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ثابت ہوگا جس کے ذریعہ آپ نے جہاں ایک عظیم ادبی خدمت انجام دی ہے وہاں آخرت میں مغفرت کا سامان بھی پیدا کر لیا ہے۔

نعت نبی ﷺ کا موضوع نہایت ہی پاکیزگی اور تقدیس کا حامل ہے۔ عشق نبی ﷺ اور حُبِّ رسول ﷺ آپ کی ذات بابرکات کے تئیں اپنی عقیدت اور خلوص کا اظہار کرتے ہوئے الفاظ کا انتخاب آپ کے شایانِ شان کرے اور جذبات و احساسات کے بیان میں رتی بھر بھی ریاکاری نہ برتے۔ بہر حال اس سلسلے میں تمہیدی کلمات سے گریز کرتے ہوئے علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں کے حوالے سے اپنے چند تاثرات قلمبند کرنے کی سعی کروں گا۔

کسی بھی نظم کا ماحصل وہ وحدت تاثر ہے جو ہمیں نظم کے اختتام پر حاصل ہوتا ہے۔ شاعر اگر موضوع کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے مناسب و موزوں الفاظ میں قاری کو اسی جذبے اور احساس سے

دو چار کردے جو اس کا منشا ہے تو وہ کامیاب شاعر کہلائے گا یا اگر وہ اپنی نظم میں کوئی ایسی بات کہہ جائے جو فکر کو مہمیز کرے تو بھی وہ اس کی کامیابی کی دلیل ہوگی۔

پہلے پہل میں ان کی چند فکر انگیز نثری نعتوں کی نشاندہی کروں گا جو اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ ایک نثری نعت جس کا عنوان ہے ''معجزہ'' جس میں شاعر کہتا ہے کہ اس کے سر پر کالی کملی والے کی رحمتوں کا سایہ پڑنے کی وجہ سے نہ صرف اس کا ظاہر و باطن نورانی ہو گیا بلکہ وہ اتنا سر فراز ہو گیا کہ دنیا اس کے آگے سجدہ ریز ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضور ﷺ کی سربلندی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''رفعنا لک ذکرک'' میں نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کردیا۔ یعنی اتنا بلند کردیا کہ جہاں تک رسائی کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی ﷺ کے چاہنے والوں کو بھی اتنا سرفراز کرتا ہے کہ ساری دنیا ان کے آگے سجدہ ریز ہوجاتی ہے بس نعت میں ''میں'' سے مراد صرف شاعر نہیں ہے بلکہ سچے عاشقِ رسول اور محبِ نبی ﷺ ہے اس سیاق وسباق میں ان کی اس نظم کی آخری سطروں کو ملاحظہ کیجئے۔

میرا سر
جو کل تک
سب کے آگے
سجدہ ریز تھا
آج میرے آگے
ایک دنیا سجدہ ریز ہے
یہ منظر
کتنا تعجب خیز ہے

ایک اور فکر انگیز نثری نعت جو استفہامیہ انداز میں ہے۔ آج کے نئے معاشرے کے پروردہ انسانوں سے جنہیں اپنی تہذیب پر ناز ہے ان سے سوال کیا گیا ہے اور یہ نعت باشعور قاری کے ذہن میں اس کا جواب بھی چھوڑ جاتی ہے اس نثری نعت کی آخری سطریں ملاحظہ ہوں۔

میز پر رکھی کتابیں
کتابوں سے جھانکتی نئی تہذیب
نئی روشنی
نئی نسل

ہمیں حضورؐ کی صحیح شناخت دینے سے معذور ہے

ایسا کیوں؟

علیم صبا نویدی کی شاعری کا اہم وصف پیکر تراشی ہے چاہے ان کی غزلیں ہوں یا نظمیں یہ وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ شاعر نظم لکھنے سے قبل اپنے ذہن میں ایک تصویر بناتا ہے اور اس کو الفاظ کا پیکر عطا کرتا ہے اور اس میں اپنے تخیلاف کے رنگ بھرتا ہے۔ ان کی نثری نعتیں مثلاً نورانی تبسم، نورانی پتلیاں، مقدس روانی، مبارک چہرہ اور اول ماخلق اللہ نوری وغیرہ میں بھی یہ وصف نمایاں ہے ان نظموں کے مطالعہ سے قاری کے ذہن میں ایک نورانی پیکر اُبھرتا ہے اور اس کا دل اس نورانی کیفیت سے سرشار ہو جاتا ہے مثلاً ایک نثری نعت بعنوان ''مبارک چہرہ'' کی چند سطریں ملاحظہ ہوں

ایک مبارک چہرہ

جس کے آگے محو سجدہ کائنات

چاند، سورج، زمین، آسمان، سمندر

جس کی پتلیوں کے نور سے

نمودار ہو کر

سب کے سب سرور مست ہیں

ایک اور نثری نعت ''اول ماخلق اللہ نوری'' کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

عرش تا فرش کے بھیدوں کی گرہ کھولنے والا

وہ کون تھا

تہذیبوں کو نور دینے والا

لفظ و معنی کو شعور دینے والا

جذبوں کو جلوۂ ظہور دینے والا

سینوں کو قرآنی آیتوں سے معمور کرنے والا

وہ نور ہی نور تھا

جو پھیل کر کائنات بنا

ارض و سما کی مقدس بارات بنا

کسی بے جان شئے میں الفاظ کے ذریعہ جان ڈال دینا اور اس سے مخاطب ہو کر اپنے دل کی بات

کہہ دینا محاسنِ شعری کہلاتی ہیں اور علیم کی شاعری میں یہ محاسن بدرجۂ اتم موجود ہیں انھوں نے اپنی نعت ''سنہری آیتیں'' میں بے جان لمحے کو صدیوں کی آواز عطا کی ہے۔ اس نعت کی چند سطریں پیش ہیں۔

وہ ایک
معتبر
روشن لمحہ
میرے سامنے کھڑا تھا
میں دیکھ رہا تھا
خاموش
چپ چاپ
لمحے کے ہونٹوں پر
مبارک لفظوں میں
سنہری آیتیں نقش فشاں تھیں

اسی طرح حضور ﷺ کی آخری آرام گاہ جس کی زیارت ہر سچے مسلمان کی زندگی کا حاصل ہوتی ہے اور دینی اور مذہبی لحاظ سے شہر مدینہ کو تقدس حاصل ہے اس مقدس شہر کا ذکر کرتے ہوئے جس طرح علیم صاحب نے اسے ایک نورانی پیکر عطا کیا ہے وہ ان کے تخیل کا نورانی کرشمہ ہے یہ پوری نظم پڑھنے اور روحانی سرور محسوس کرنے سے تعلق رکھتی ہے، اس نظم کا عنوان ہے ''شہر مصطفیٰ'' اس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

یہ شہر پھول والوں کا ہے
اس شہر میں
نور مصطفائی ہے
خوشبوئے خدائی ہے

علیم صبا نویدی کی نثری نعتوں کے اس مختصر سے جائزہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی یہ نثری نعتیں یہ مختلف ادبی محاسن کی حامل ہونے کے ساتھ روحانی کیفیتوں سے بھی سرشار ہیں۔ امید ہے کہ ادبی دنیا میں اس کی پذیرائی ہوگی اور آخرت میں بھی مغفرت کا سامان ثابت ہوں گی۔

حیات افتخار
سابق صدر شعبۂ اردو، قائد ملت کالج، میڈاوا کم، چنئی۔

مولانا سید محمد رضاالحق آمری چینائی

علیم صبانویدی ایک عهد ساز نعت گو

محترم علیم صبانویدی صاحب قبلہ کا نام میرو غالب وانیس کے ناموں کے ہمراہ میری سماعت میں دورانِ طالب العلمی ہی میں رس گھولنے لگا۔ علیم صبانویدی کو میں بنیادی طور پر جدیدیت کے علمبردار شعراء میں شمار کرنے لگا مگر مجھے بہت جلد ہی اپنے اس خیال خام پر ہنسی آنے لگی درحقیقت علیم صاحب کسی ایک اسکول کی سکہ بندی شاعری کی لکیر پیٹنے والے فنکار نہیں ہیں۔ علیم صاحب کی شاعری کلاسیکی شاعری کے خانہ رکھی جاسکتی ہے نہ ترقی پسند ادب کی نثر و نظم سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ جدید شاعری کے منتخب ناموں میں بھی علیم صاحب کے قد کا کوئی شاعر میری نظر سے نہیں گذرا۔ علیم صاحب کی منفرد فکر اتنی متنوع ہے کہ محمد قلی قطب شاہ سے لیکر مظفر حنفی، کاوش بدری، دانش فرازی، بشیر بدر، جون ایلیا، پیرزادہ قاسم، ڈاکٹر وحید اختر، منور رانا، پروفیسر حامدی کاشمیری، شکیب جلالی، امجد اسلام امجد، راز امتیاز تک ان کے جذبے اور فکر کی انفرادیت اور لہجہ کی تازگی اور حکیمانہ معصومیت کی وجہ سے سینکڑوں آوازوں میں ان کی آواز کا پرچم اپنی شناخت کھوکر سرنگوں نہیں ہوتا۔ بااین ہمہ مجھ ہیچمداں کو یہ کہتے ہوئے کوئی باک محسوس نہیں ہوتا کہ میر تقی میر، مرزا غالب، علامہ اقبال، شاد عظیم آبادی، خواجہ میر درد، راہی فدائی اور مظفر حنفی ان کے ہم سفر اور ہمصفیر ہیں ان کا کثیر الجہات فن اور ان کا تیز روی میں یگانہ روز کا قلم اپنے اس دعوے میں حق بجانب ہیں کہ ۔

باتیں ہماری یادرہیں پھر باتیں ایسی نہ سنئے گا
پڑھتے کسی کو سنئے گا تو دیر تلک سر دھنئے گا (میر تقی میر)

اور

مری خلق محو کلام سب مجھے چھوڑتے ہیں خموش کب
مرا صرف رشکِ کتاب ہے مری بات لکھنے کا باب ہے (میر تقی میر)

یوں تو اس قد آور فن کار نے ہر صنفِ سخن کو اپنے خونِ جگر سے نیا نکھار عطا کیا ہے لیکن نعت گوئی کا سلیقہ اور ادب ہر کسی کے حصے میں نہیں آتا۔ عرفیؔ نے سچ کہا ہے کہ ؎

عرفیؔ مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ اس قلم را

بحمد و تعالیٰ علیم صاحب نے اس دیار میں اپنے اَن مٹ نقوش اردو ادب کے قارئین اور نعت گوئی کے فن کے قدر دانوں کے لئے رہتی دنیا تک کے لئے چھوڑ کر ایک انقلاب آفریں کارنامہ انجام دیا ہے۔

انہوں نے نثری نعتیں کیا کہیں کہ ایک نئی دنیا سے نئے فکری جزیرے ابھرنے لگے۔ نعتیہ شاعری کا ایک نیا باب کھولا۔ زبان و بیان کو ایک نئی سمت میں سفر کا حوصلہ ملا۔ خوشبو کو زنجیر کرنے کا یہ عمل علیم صبا صاحب کو حیاتِ جاوید سے ہمکنار کرنے کے لئے کافی ہے۔

● کالی کملی

میرے سر پر سایہ فگن کیا ہوئی
رحمتیں
میرے حق میں آ گئیں
میں سراپا منور ہو گیا
میرے ظاہر و باطن کی کائنات
ذاتِ اقدس کے جلوؤں سے
نورانی ہو گئی

میرا سر
جو کل تک
سب کے آگے
سجدہ ریز تھا
آج میرے آگے
ایک دنیا سجدہ ریز ہے
یہ منظر
کتنا تعجب خیز ہے

یہ شاعری نہیں ہے عشق رسولؐ کا اعجاز ہے۔ اور کالی کملی کے جلوؤں کی سحر آفرینی ہے۔ علیم صاحب کا قلم حقائق رقم دیار نبی میں اس قدر مؤدب نظر آتا ہے کہ ان کے قاری کو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

"محتاج سہارا" ان کی ایک حیرت انگیز اور لرزہ خیز نثری نعت ہے جس میں ان کا فن سنہری جالیوں کو تھام کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ آنسوؤں کی زبان کے ذریعے حالات کی ستم ظرفی کی شکایت کر رہے ہیں۔

● آسماں
سہارا دینے سے مجبور
زمین
سنبھالا دینے سے معذور
سمندر
پی جانے پر آمادہ
ہمالہ
ٹوٹ کر گرنے کے لئے تیار
دور دور تک
بہی خواہی
خیر خواہی ناپید

گویا
ہر شئے کے چہرے پر
نفرت کے شعلے
آگ کے گولے
ایسے میں
ستم رسیدہ
گناہگار
مجروح احساس لئے
کدھر جائے گا
آپ کا سہارا
نہ ملے گا تو مر جائے گا

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر قاضی حبیب احمد

فن نعت گوئی کا امکانی تناظر

اردو شاعری کی اصناف میں نعت ہی ایک واحد صنف ہے جو فنی تحدیدات سے بڑی حد تک ماورئی اور مستغنی ہے۔ نعت گوئی کے لئے جو بھی اصول وقیود رائج ہیں اگر نئی حد بندیاں قائم بھی نہ کی جائیں تو ان کا بھی احاطہ کم ہی کیا گیا ہے۔ نعت گوئی کے فن پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر طلحہٰ رضوی برق، ڈاکٹر ریاض مجید کے علاوہ کچھ ریسرچ اسکالرس کی تحریریں بھی دستیاب ہیں جو ناکافی ہیں اور اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ نعت گوئی کے فن پر اصول وضوابط کے ساتھ ساتھ اس کے امکانی تناظر پر بھی روشنی ڈالے۔

اردو میں نعت گوئی کی پیش رفت بڑی حد تک یکجہتی کا شکار رہی ہے نعت میں ہیئتوں کے تجربے بہت کم ہوئے ہیں۔ موضوعاتی اعتبار سے بھی نعت گوئی کے فن میں توسیع دینے کی بہت کم کوشش کی گئی ہے۔ بنیادی طور پر نعت کا ایک ہی موضوع رہا ہے یعنی حب رسول۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ سے محبت اور عقیدت کا اظہار نعت نبی کی اساس ہے اور نعت کا مزاج سندان عشق کا خوگر ہے۔ جس طرح مرثیہ میں آہ وبکا سے کیفیت پیدا کی جاتی ہے اسی طرح نعت میں عشق ومحبت اور عظمت وعقیدت سے ایک سماں باندھا جاتا ہے۔ اردو شاعری میں حقیقت اور تخیل کی مدد سے نعت گوئی کے ایسے ایسے جواہر پارے پیش کئے گئے ہیں کہ ان کی مثال کسی بھی زبان میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا نعت نبی کا صرف ایک ہی موضوع ہے؟ حب رسول کے اظہار کے سوا کسی اور موضوع پر نعت نہیں کہی جا سکتی؟ میرے خیال سے حب رسول کے ساتھ ساتھ سیرت کے دیگر پہلوؤں جیسے خصائل وشمائل، اقوال نبی اور احوال نبی کو بھی نعت کے موضوعات میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح نعت گوئی کے فن میں زیادہ وسعت اور نیرنگی، موضوعات میں تنوع اور فکر میں عمق اور گہرائی پیدا ہو سکتی ہے۔ علیم صبا نویدی کی زیر نظر کتاب 'نعت نبی میں نئی جہتیں' اس تجدیدی کوشش کی ایک اہم کڑی ہے۔

جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے اس میں نعت گوئی کے موضوعات کا دائرہ کار نہایت وسیع رہا ہے قصیدہ بانت سعاد میں آں حضرت ﷺ کی حیات طیبہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ آپ کی اعلیٰ صفات اور اخلاق حسنہ کا جامع انداز سے احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح قصیدہ بردہ میں آپ کی ثناء ومدح اور عظمت وعقیدت کے اظہار کے ساتھ ساتھ آپ کے خصائل وشمائل کا بھی نہایت خوبصورت تذکرہ کیا گیا ہے۔ عربی میں جس قدر نعتیہ کلام دستیاب ہے اس کی اساس حب رسول ہی ہے لیکن ضمنی طور پر احوال نبی کا بھی تذکرہ بڑے عمدہ انداز سے کیا گیا ہے۔ نہ صرف عربی بلکہ فارسی اور اردو میں بھی متقدمین شعراء کے ہاں ہمیں نعت کے موضوعات میں فراخی اور وسعت نظر آتی ہے۔

اردو شاعری کا جہاں تک تعلق ہے یہ روایت بن چکی ہے کہ ہر شاعر بلا استثنیٰ مذہب وعقیدہ اپنے کلام کا آغاز

حمد یہ و نعتیہ کلام ہی سے کرتا ہے۔ اس طرح کی روایتی شاعری میں البتہ ہم کو نعتیہ کلام کا دائرہ صرف مدح سرائی تک محدود نظر آتا ہے لیکن جن شعراء نے اپنی پہچان نعت سے کروائی اور وافر مقدار میں نعتیہ کلام کہا ان کے ہاں موضوعاتی وسعت اور گہرائی نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں دکنی شعراء کے خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو اردو کا پہلا نعت گو شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ نظامیؔ، قلی قطب شاہ، وجہیؔ، نصرتیؔ، غواصیؔ، طبعیؔ، ابن نشاطیؔ، فتاحیؔ، فائزؔ، بلاقیؔ، ولیؔ دکنی اور سراجؔ اورنگ آبادی کا نعتیہ کلام اگر الگ سے جمع کیا جائے تو نعت گوئی کی فنی تحدیدات متعین کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ قربیؔ ویلوری کا 'معراج نامہ'، باقر آگاہ کی 'ہشت بہشت'، شاہ عبدالحئی احقرؔ بنگلوری کی 'جنان السیر' نعت گوئی پر مستقل تصانیف ہیں جو حقد مین اردو شعراء کے قابل قدر نمونے ہیں۔ ان تمام شعراء کے ہاں نعتیہ کلام میں تنوع، موضوعاتی نیرنگی اور ہیئتوں کا بھی اختلاف نمایاں نظر آتا ہے۔

جہاں تک اردو کی نعتوں میں موضوعاتی تنوع اور ہمہ جہتی کا تعلق ہے اس کی مثالیں کم ہیں مگر نابود نہیں ہیں۔ نواب عبدالرحمٰن خاں شاطرؔ مدراسی کے قصیدہ 'اعجاز عشق' کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں جو نعت گوئی کی عام روش سے یکسر مختلف ہیں:

کی نبیؐ نے کھوکلی سرمایہ داری کی بنا
پیٹتا ہے سینہ و سر آج بھی سرمایہ دار
حق پرستی آئی زائل ہو چکا ظلم عظیم
مستی توحید ہے کبریٰ انیت کی بہار
قبل بعثت سب کہا کرتے تھے انؐ کو امیں
بعد بعثت جاہلوں نے اس کے رکھے نام چار
شعب میں وہ مستقل تھا نام دیوانہ ہوا
سن کے قرآں سمجھے جاہل شعر ہے اس کا شعار
معجزے دیکھے تو ساحر کا لقب اس کو دیا
کاہنوں میں مخبر، صادق کو کرتے تھے شمار
اس کے چاروں نام ہیں خود اس کے دعوے کی دلیل
کاش نادانوں پہ ہوتے ان کے اسرار آشکار

موجودہ دور میں صنف نعت کے موضوع کو وسعت دینے اور جدید اسلوب و انداز سے آشنا کرانے کا کام پہلے تو دانش فرازی اور پھر ان کے تلمیذ خاص جناب علیم صبا نویدی نے سرانجام دیا ہے۔ دانش فرازی کا نعتیہ مجموعہ ''محسن اعظم'' تین شعروں پر مبنی بندوں پر ہے۔ آپ نے احوال نبی ﷺ کو دلنشین پیرائے میں اشعار کا جامہ پہنایا ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو جو عالم جاہلیت کی ایک قبیح رسم کا المناک اظہار ہے۔

دو پہر کی دھوپ، تپتی ریت لُو کی یورشیں

اور اک معصوم لڑکی لرزہ بر اندام ہے
باپ کی آنکھوں کی تیور سے ہے خطروں کی نمود
ہر صدا کھرپے کی گویا موت کا پیغام ہے
قبر کھودی جارہی ہے ہستی معصوم کی
دو پہر ڈھلنے نہ پائی زندگی کی شام ہے

علیم صبانویدی نے فن نعت گوئی میں وسعت وجدت کے مشن کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ انھوں نے علائم و استعاروں کی مدد سے نعتیہ شاعری کی اور ہیئتوں کے نئے نئے تجربوں کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے۔ دانش فرازی نے تین شعروں پر مبنی بندوں میں نعت کہی ہے تو علیم نے سہ مصرعی نظم کو آلہ کار بنایا ہے۔ معراج کا ذکر وہ یوں کرتے ہیں؛

ایک لمحے میں طے ہزاروں میل
ایک آہٹ پہ روبرو منزل
خشک موسم میں گنگناتی جھیل

علیم صبانویدی نے نہ صرف نعت کے موضوعات میں توسیع دی ہے بلکہ انھوں نے مختلف نئی اور پرانی ہیئتوں میں اور اصناف شعر میں نعت کہنے کے کامیاب تجربے کئے ہیں۔ ہیئتوں کے تجربے ویسے بھی علیم صاحب کا شروع سے محبوب مشغلہ رہا ہے اور یہ کام ان سے بہتر شاید کوئی انجام نہ دے سکے کیونکہ اس کے لئے جس خبط وجنون کی ضرورت ہے وہ سوائے علیم صبانویدی کے نئی پود میں نابود نظر آتا ہے۔

قلی قطب شاہ نے پہلی بار اردو میں غزل کی ہیئت میں نعت کا تجربہ کیا۔ نعت گوئی کے لئے کسی ایک صنف کی تخصیص نہیں تھی۔ مثنوی، قصیدہ، رباعی، دوہا بلکہ مرثیوں میں بھی نعتیہ اشعار کا استعمال ہوتا تھا۔ عربی زبان میں نعت گوئی محض قصیدہ کی ہیئت میں ہوئی ہے لیکن اردو میں اظہار کے وسیلے اس قدر مختلف اور متنوع ہیں کہ نعت گوئی کے عمدہ نمونے ادب کے سرمایے میں سے کھوج کر الگ کئے جاسکتے ہیں۔ علیم صبانویدی اپنی کتاب 'تمل ناڈو میں نعت گوئی' میں یوں رقم طراز ہیں؛

"قصائد کو بھی نعت شریف کے زمرے میں لاکر اس صنف کی توسیع لازمی ہے کیونکہ مختلف زبانوں میں مدح رسول کے کئی طریقے ہیں"

علیم صبانویدی اردو ادب کے ممتاز نعت گو شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کے نعتیہ مجموعے "مراۃ النور'، 'نورالسموات'، 'ن'، 'نور اعظم' منظر عام پر آچکے ہیں۔ نورالسموات میں آپ نے اپنا نعتیہ کلام سانیٹ کی صنف میں پیش کیا ہے اور زیر نظر نعتیہ مجموعہ 'نعت نبی میں نئی جہتیں' غیر معریٰ نعتیہ نظمیں ہیں یہ نظمیں اشاروں، کنایوں، علائم،

تلمیحات اور استعاروں سے مزین ہیں۔ علیم صاحب نے اس نئے تجربے میں اپنی طویل زندگی کا پورا تجربہ نچوڑنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی نظم ''سفر'' ملاحظہ ہو؛

پرانے آسماں سے
طلوع ہونے والا نیا سورج
سب نے دیکھا
لیکن چند ذہین آنکھوں نے
اس کو چھوا ہے
اس کی خوشبو کا ذائقہ چکھا ہے
کہیں وہ خاموش اتھاہ سمندر ہے
کہیں ان دیکھی دھڑکنوں کا نورانی اجالا ہے
کہیں وہ تجلی کا ظہور
وہ سفر جس کا کوئی انت نہیں

علیم صاحب کی جدت طرازی صرف ہیئتی تجربوں تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ تراکیب بھی انوکھی استعمال کر جاتے ہیں جیسے اس مجموعے میں شکوک آور، تبسم تیز، جلوہ ریز، خاک زاد، سجدہ زن، نقش فشاں، خاکِ زمینِ مصطفیٰ وغیرہ ان کی طبعی جدت اور نئے الفاظ کی وضع داری کی بین دلیل ہے۔ فیض احمد فیض کی ترکیب سازی نے اردو ادب میں ایک انقلاب برپا کیا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہر شاعر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے مناسب تراکیب خود وضع کرے اس کے لئے ہمیشہ مروجہ الفاظ کا تکیہ ضروری نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تراکیب جائز اور برمحل ہو۔ یہ حق ہر نثر نگار کو حاصل نہیں ہے۔ اس لئے کہ لغت نویس بھی اپنی دلیل اور حجت کے لئے اساتذہ کے کلام ہی کا حوالہ دیتا ہے۔

اس نئی تصنیف کے ساتھ نئے نئے جہانوں کے متلاشی علیم صبا نویدی نے ایک نئی جہت کھوج نکالی ہے۔ اس سے پہلے بھی یہ تجربہ ہوا ہے لیکن علیم نے ایک نعتیہ مجموعہ غیر معریٰ نظموں کا اردو دنیا کو دے کر احسان عظیم کیا ہے۔ امید ہے کہ اس روش پر چلنے کی کوشش ہوگی۔ نعت گوئی کے ظرف میں وسعت پیدا ہوگی اور صحت مند اضافے ہوں گے اور علیم صبا نویدی ادب میں نئی جہتوں کی تلاش کا سفر جاری رکھیں گے۔

قاضی حبیب احمد
شعبہ عربی، فارسی و اردو، مدراس یونی ورسٹی

علیم صبانویدی اور ''نورالسمٰوٰت''

ڈاکٹر شکیل الرحمن، ہریانہ

جناب علیم صبانویدی بہت ہی عمدہ تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہیں ''نورالسمٰوات'' ان کی ایک اور عمدہ تخلیق ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کی ارفع اور عظیم تر شخصیت کی پراسرار اور ذہن کو مکمل طور گرفت میں لینے والی خوشبو مست مست کر دیتی ہے۔ نورِ محمدی کی جو چند مقدس کرنیں جھلملاتی ہیں ان سے زندگی کے دائروں کو بڑی وسعتیں ملتی ہیں اور جیسے جیسے وسعتیں ملتی جاتی ہیں نور کے دائروں کا رمق بھی تیز ہوتا جاتا ہے۔

شاعر نے رسول کریمؐ کی نورانی شخصیت کو شدت سے ان لمحوں میں زیادہ محسوس کیا ہے جب اس نے نیچر اور ماحول میں تابانی حیات کو جذب ہوتے دیکھا ہے۔ ہر گل اور ہر شجر میں مقدس ذات کی خوشبو ملنے لگی ہے۔ پورے عالم میں انوار کی بارات نظر آنے لگی ہے۔ کہسار، ندیاں، جھلیں، بہاروں کی طرنگ صورتیں بلبل کے لب پر نوری تبسم کا جلوس دیکھا ہے اور ہر ذرہ کائنات کے موج طرب نے اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کو نورِ وقت کہتے ہوئے شاعر نے جب باطن میں تخلیقی سطح پر کائنات کو دیکھا تو اسے نورِ کون و مکاں کہتے ہوئے ہر شئے میں انؐ کی شخصیت کا نوری عکس نظر آیا۔ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار یہ کلام ہر اعتبار سے عمدہ شاعری کا نمونہ ہے۔

☆☆☆☆☆

کوثر صدیقی ، بھوپال

نعتیہ شاعری میں ہئیتی تجربے اور علیم صبانویدی

علیم صبا نویدی ایک ہمہ وقت فعال شخصیت کا نام ہے، جنوبی ہند جہاں کے عوام ہندی کے نام سے چڑھتے ہیں، وہاں اُردو کی شمع روشن کئے ہوئے اُس کی تبلیغ وتشہیر میں عرصہ دراز سے مشغول ہیں۔ انھوں نے پے بہ پے تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کرناٹک اور آندھرا ہی نہیں، تامل ناڈو بھی اردو کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ شمالی ہند کی۔ آپ کی بیٹی جاویدہ حبیب بھی اسی راہ پر گام زن ہیں۔

علیم صبا نویدی کے تاجِ علم وادب میں ستراسی مطبوعہ کتابوں کے نگینے جگمگار ہے ہیں۔ ان میں ایک نئے نگینے کا اضافہ ہوا ہے۔ جس کا نام ہے ''نعتیہ شاعری میں ہئیتی تجربے'' اردو میں نعتیہ شاعری کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اردو کی عمر ہے۔ اسی کے ساتھ ہر دور میں ہر شاعر نے اپنی پسندیدہ اصناف شاعری میں نعتیں کہہ کر رسول آخرالزمان کے لئے عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ان تمام اصناف کے شعراء اوران کے نعتیہ کلام کا کہیں ایک جگہ جامع تذکرہ موجود نہیں تھا۔ اس کمی کو علیم صبا نویدی (جنھیں علامہ ناوک حمزہ پوری نے ٹمل ناڈو کا بابائے اُردو کا خطاب دیا ہے) نے شدت سے محسوس کیا اور نعتیہ شاعری میں جتنے بھی ہئیتی تجربے کئے گئے انھیں عہد قدیم سے اب تک تمام شعرا کے مجموعوں سے تلاش کر کے اُن کا انتخاب زیر تبصرہ کتاب میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں صرف نعتوں پر مشتمل مثنوی، مرثیہ، شہرآشوب، قصیدہ، تشبیب، مناجات، نوحہ، مدس، خمسہ، مخمس، سلام، رباعی، قطعہ، پابند اور آزاد نظم، نثری نظمیں، سانیٹ، ترائیلے، ہائیکو، واکا آزاد غزل، ماہیا، دوہا، گیت، لوری، تروین کہہ مکرنیاں، چوبولے، ثلاثی اور کجری وغیرہ برصغیر کے مختلف، شعرا کے کلام کے لئے خاص چیز ہے۔

ڈاکٹر حسن الدین احمد

نعتیہ شاعری میں ہئیتی تجربے ۔۔۔ ایک تجزیہ

رسول اکرم ﷺ سے عقیدت کا فن کارانہ اظہار، شاعری کے جس شعبہ میں کیا جاتا ہے اس کو "نعتیہ شاعری" کہتے ہیں۔ عربی، فارسی، ترکی وغیرہ میں شعراء نے عجز و انکساری کے ساتھ اپنے کمال فن کو پیش کرتے ہوئے اپنی بہترین صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ ان زبانوں میں صرف مسلمانوں نے نعت گوئی میں طبع آزمائی کی ہے اور نعتیہ شاعری میں اردو زبان کو یہ خصوصی امتیاز اور انفرادیت حاصل ہے کہ اس میں مسلمانوں کے شانہ بہ شانہ غیر مسلم شاعروں نے بھی رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنے شعری نذرانہ عقیدت پیش کی ہے۔ اس حقیقت سے اردو زبان کے یکسر سیکولر مزاج کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

شاعری بیشتر ادب برائے ادب کی زمرہ میں آتی ہے۔ اگر اس کے میدان کو ذرا وسعت دی جائے تو ادب برائے زندگی بنتی ہے اور شائد کچھ حد تک اخلاقیات کا احاطہ کرتی ہے۔ اردو شاعری میں صرف نعت گوئی ہے جو عقیدت و احترام کے جذبات سے لکھی جاتی ہے اور اسی عقیدت و احترام سے پڑھی، سنی اور سنائی جاتی ہے۔ یہی وہ شاعری ہے جو ادب کے حدود سے نکل کر مذہبیات کے دائرے میں شمار کی جا سکتی ہے۔

آج سے تقریباً ربع صدی قبل راقم الحروف نے "ولا اکیڈمی" کی پیش کش "تجلیات حرم" حیدرآباد کے ایک شاعر محمد فخر الدین رازی کے نعتیہ کلام کے مجموعے کے پیش لفظ میں لکھا تھا:

اردو شاعروں نے شاعری کے ہر دور میں نعت گوئی کے تسلسل کو قائم رکھا۔ اگر یہ کہا جائے تو غیر درست نہ ہوگا کہ نعتیہ شاعری میں ہر دور کی شاعری کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ جب جدید شاعری کا دور آیا اور قافیہ ردیف اور بحری پابندی باقی نہ رہی تو عمیق حنفی نے اس صنف میں بھی نعت لکھ کر اردو شاعری میں نعت گوئی کے تسلسل کو برقرار رکھا۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری کے اس نعت کی معنویت اور طرز اظہار کے پیش نظر بجا طور پر یہ امید کی ہے کہ عمیق حنفی کی نعت "صلصلۃ الجرس" بلا شبہ اردو کے اعلیٰ تر ادب کا حصہ بنے گی۔

یہ ایک اہم نکتہ تھا، جس کا سرسری اظہار ہوا تھا۔ ضرورت تھی کہ اس پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی۔ محسوس ہوتا ہے کہ

اس اہم تفصیل کو علیم صبانویدی جیسے اسکالر کا انتظار تھا۔

لائق مصنف کی ادبی اور شعری خدمات سے تمام اردو دنیا اچھی طرح واقف ہے۔ وہ خود ایک اچھے شاعر ہیں اور نعتیہ شاعری میں بھی انہوں نے اپنی شناخت بنائی ہے۔

زیر نظر کتاب میں بقول ڈاکٹر جاویدہ حبیب

''محترم علیم صبانویدی صاحب نے ایک نیا تخلیقی آسمان ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔''

پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ نے بجا طور پر زیر نظر کتاب کو علیم صبانویدی کا ایک اور ''نقش اولین'' قرار دیا ہے۔ حقیقت ہے کہ یہ ایک ایسا تحقیقی مقالہ ہے جو مصنف کو یہ احسن الوجوہ پی ایچ ڈی کا مستحق قرار دیتا ہے۔ اس کتاب میں لائق مصنف نے دکنی شعری ادبیات سے ابتداء کرکے نعتیہ شاعری میں تجربے مثنوی، مرثیہ، شہر آشوب، قصیدہ، تشبیب، مناجات، نوحہ، مسدس، مخمس، سلام، رباعی، قطعہ، پابند اور آزاد نظم، نثری نظم، ہائیت، ترائیلے، ہائیکو، واکا، آزاد غزل، ماہیا، دوہا، گیت، لوری، ترو بینی، کہہ مکرنی، چوبولے، ثلاثی اور کجری میں جو ہیئتی تجربے ہوئے ہیں ان پر نہایت تحقیقی نظر ڈالی ہے اور سیر حاصل بحث کی ہے۔

ہر صنف شاعری کی تعریف اور وضاحت نہایت جامع انداز میں کی گئی ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں اردو ادب کے طالب علموں کے لئے ان تمام اصناف شاعری کا تعارف اور ان سے واقفیت اس سے بہترین انداز میں شاید ممکن نہیں۔

اس کے بعد لائق مصنف نے ان نعت گو شعراء کی تفصیل بیان کی ہے جنہوں نے نعت گوئی میں کامیاب طبع آزمائی کی۔ ان شاعروں کے نعتیہ کلام کے نمونے بھی پیش کئے ہیں۔ یہ کام بذات خود اردو شاعری کی تاریخ کا احاطہ کرتا ہے اور ایسا قیمتی مواد پیش کرتا ہے جس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔

یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ خود لائق مصنف نے اپنی نعتیہ شاعری میں کامیاب تجربے کئے ہیں اور تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

علیم صبانویدی کے اس ادبی تحفہ کو بجا طور پر اردو کے نعتیہ ادب میں ایک اہم اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے جس کے لئے وہ اردو دنیا کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر سید رفیع الدین

تاثرات

نعتیہ شاعری کی پہلی شرط عشقِ محمدیؐ ہے۔ یہی جذبہ شاعر کو نظموں کے لیے ابھارتا ہے۔ اور اسی جذبے کے زیرِ اثر اس کی نعتیہ شاعری فروغ پاتی ہے۔ چنانچہ حضرت نویدی فرماتے ہیں۔

نقشِ قلم پہ الفتِ شاہِ ہدیٰؐ ہے آج اظہارِ عطر بیز ہے جذبہ فلک نما

حضرت نویدی کے مختصر سے نعتیہ کلام کو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت نویدی نے جو بھی لکھا خلوص و محبت میں ڈوب کر لکھا، جس سے ان کی ایمانی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے سارے نعتیہ اشعار حبِ نبیؐ کے آئینہ دار ہیں۔ کسی صاحبِ ایمان کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی زندگی کا وقت ذکرِ نبیؐ میں گذر جائے اور یہ انھیں شعراء کا حصہ ہے جن کے فکر کی دنیا میں ذکرِ رسولؐ بسا ہوا ہے۔ حضرت نویدی کی نعتیہ شاعری میں جگہ جگہ روح افزا اور کیفیت خیز اشعار ملتے ہیں۔

سابق پروفیسر و صدر شعبۂ عربی، فارسی، اردو
ناگپور یونیورسٹی

تاریخِ ادبِ اردو

ٹمل ناڈو

ڈاکٹر جاویدہ حبیب
علیم صبا نویدی

Aleem Saba Naveedi ki Natiya Shairy

ڈاکٹر شکیل الرحمٰن

جناب علیم صبا نویدی بہت ہی عمدہ تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہیں
''نورالسمٰوات'' ان کی ایک اور عمدہ تخلیق ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کی ارفع اور عظیم تر شخصیت کی پراسرار اور ذہن کو مکمل طور گرفت میں لینے والی خوشبو مست مست کر دیتی ہے۔ نورِ محمدی ؐ کی جو چند مقدس کرنیں جھلملاتی ہیں ان سے زندگی کے دائروں کو بڑی وسعتیں ملتی ہیں اور جیسے جیسے وسعتیں ملتی جاتی ہیں نور کے دائروں کا رقص بھی تیز ہوتا جاتا ہے۔

ڈاکٹر کرامت علی کرامت

علیم صبا نویدی تمام نظمیں ''فاعلاتن مفاعلن فعلن'' کے وزن پر ہیں۔ تین مصرعوں میں پہلے اور تیسرے مصرعے میں ردیف اور قافیہ کی پابندی برتی گئی ہے۔ ان کی غزلوں کی طرح نظموں میں بھی تشبیہات واستعارات کی ندرت اور فکر ونظر کی گہرائی پائی جاتی ہے۔ اس مجموعے کی ہر نظم بذاتِ خود ایک مکمل اکائی کا درجہ رکھتی ہے لیکن ان تمام نظموں میں ایک داخلی تسلسل بھی ہے، جس کی وجہ سے یہ سب نظمیں مل کر ایک طویل نعتیہ نظم کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ نظموں کا آغاز جو اس طرح ہے

ڈاکٹر علیم اللہ حالیؔ

علیم صبا نویدی نے اردو شعروادب کی اقلیم میں وہ شہرت حاصل کر لی ہے جو بہت سے لوگوں کو حاصل نہیں۔ انہیں اس فتح ونصرت پر فخر کرنا چاہئے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ ان کی شہرت عام کے پس منظر میں وہ متعدد فنی تجربات ہیں جو انہوں نے مختلف اصناف سخن کے سلسلے میں برتے ہیں۔ اپنی غیر معمولی طباعی سے انہوں نے بظاہر خشک اور اردو کی شعری روایتوں سے منحرف اسالیب میں بھی اپنے تخلیقی جوہر کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے نثری نظم کی صنف کو بھی اس حد تک مقبول ومعقول بنانے کی کوشش کی ہے جس حد تک اس صنف میں قبولیت کی گنجائش ہے۔

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

جناب علیم صبا نویدی نے نورِ اول کے مظاہر کو بڑی محنت اور احتیاط سے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے اور عشق رسول کی تنویر سے اپنے فکر وفن کی دنیا کو روشن کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا روشنی ان کی نعتیہ شاعری کا بنیادی استعارہ ہے اور وہ اپنی شاعری میں روشنی کے سفیر بن کر نمودار ہوئے ہیں، جس سے خود ان کی پوری شخصیت اور شاعری منور ہے۔